

نیاسنال مبارک

پیشنهاد میکنیم که این روزات را در پیش از آغاز

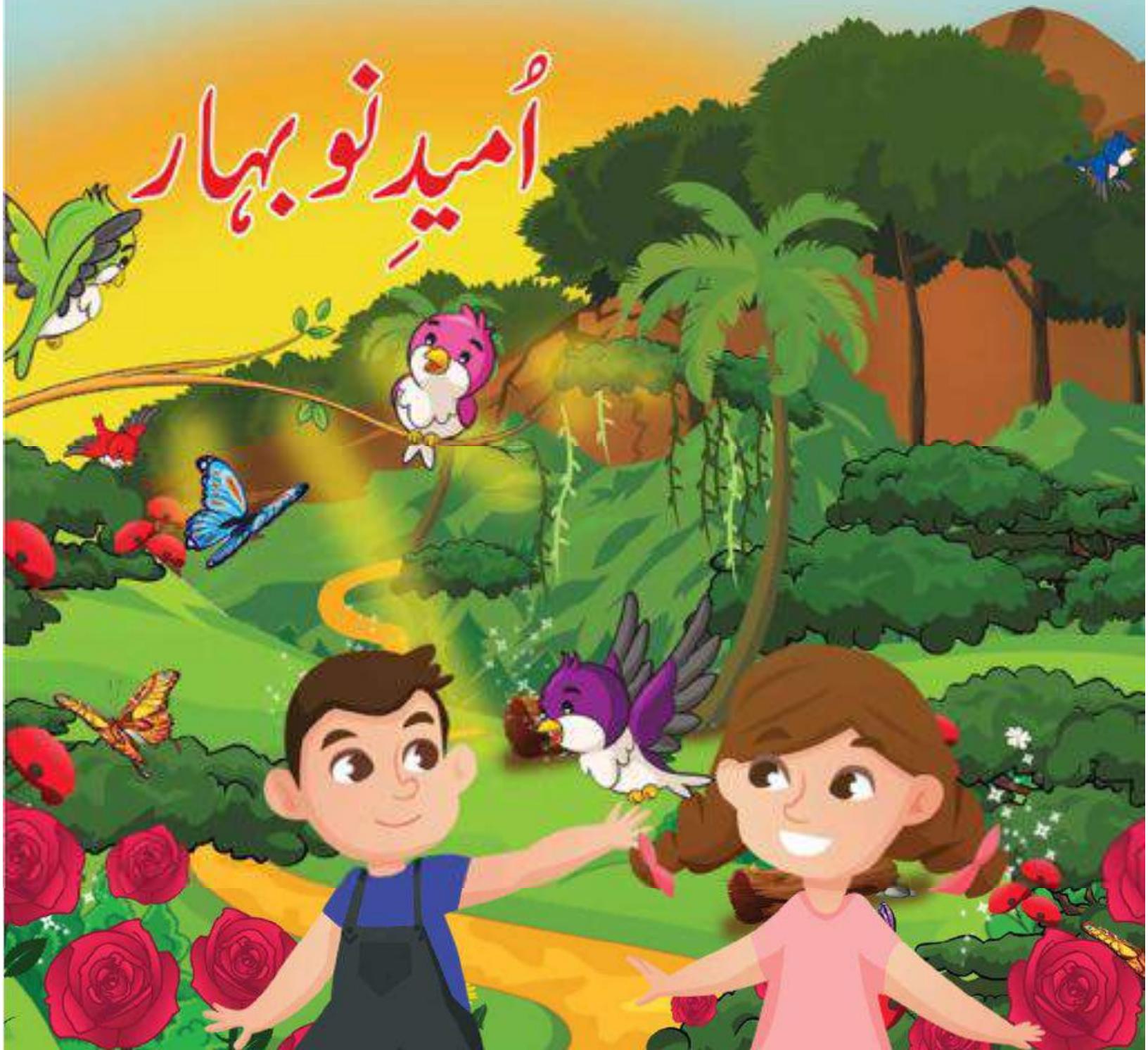
میکنامه لایوڈ

الفقر

ALIF NAGAR

جنتوری، فروردی 2022

أميد نو بہار



New Arrival

Rs 600

+ Delivery Charges

To Order contact

 0321 8460220





ALIF NAGAR

بلڈ 04، جنرل فلٹر، 1002، ٹاؤن ۰۹، لاہور

عمرہ احمد
جنتکاریت ائمہ

سید احمد
آندرشد

الحمد
عائشاطبر

آرت ناصر
شیخ آن قیر

حداد
حسن عمر

کپڑاں
ناقب سلطان

گراف فیز ایک
محمد عباس خیمن

ایمیل: 0321 846 0220 | روتیل آفتاب

الف نام

بخارے دوستو!

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاتہ!

ئے سال کی روشن بچداری میں آپ سب کو بہت مبارک ہو۔ یقیناً اپنے نئے سال کے لیے آپ نے بہت کچھ خوبی کیا ہے جو خود سے بہت سے وددے بھی کئے ہوں گے، پوچھ جوں کو کچھ خاصوں کو نئے سال پر چھوڑنے کی نیت بھی کی ہوگی۔ میں ایک بات کا ذیل بھیں۔ جو کچھ بھی کریں پورے غلوں مل ہو، اسی نیت سے کریں کیونکہ اچھائی کی طرف بڑھائے گے قدم کی انسان نہیں اٹھاتے۔

بخارے دوستو!

اپنی دردہ آپ کی آپ نے اپنے مخطوط کے دریے ہار نہر کی پاندھیوں سے آگاہ کیا اور کچھ فرمائیں بھی کیس آپ کی سب سے بڑی فرمائش تھی، الف گھر میں قحط و ارجاوی کیا ہے۔ آپ کی سب فرمائیں سرہنگوں پر۔ نئے سال کے آغاز پر الف گھر کی طرف سے آپ کے لیے بہت بڑا احتفال میں آپ کی ہر روز بزرگ اور تماور مصنف عمرہ احمد کی ہلی چاہوی سیرہ بڑا صرف آپ کو تنہیٰ محل میں دستیاب ہو گئی بلکہ الف گھر میں بھی قطعاً دار پڑھنے کو ملتی ہے۔ اور سب سے زیادہ خوشی کی بات کہ یہ سُنْنِ نَبِيٰ سَلَّمَ بہت جلا آپ نے وہی پر بھی دیکھ لیں گے۔ تابع، بادی، احمد، شیردل، بیحچا۔ پانچ نئے کروار آپ کی زندگی کا حصہ بننے بارے ہے جیسے۔ پوکردار کیا تمہنکہ بھا کیں گے۔ اس کے لیے انتخاب کریں مارچ، اپریل کے ٹھارے کا۔ مارچ اپریل کا ٹھارہ خاص نہر ہو گا۔ ”مراح نہر“ کے لیے آپ کی تحریروں کا انتخاب رہے گا۔ اوارے کی طرف آپ سب کو نیا سال بہت مبارک ہو گوا کرے یہ نیا سال آپ سب کے لیے خوبی و برکت اور بھرپور خوشیوں والا رہے۔ آمين

والسلام

(اورا)

زیراہتمام: الف کتاب جملی کیشنز (رائجہ) لہجہ

تیکت

لفی شمارہ:- 150 روپے | سالانہ (بذریعہ جلدی) :- 1000 روپے

مکانیک کے لیے دہنام الف گھر B-1، وائٹ ہاؤس لین 2، مندرجہ اس روڈ، لاہور۔

فون نمبر 0306-6665360 | 042-36300351

فیس بک: alifnagarofficial | یوٹیوب: alifnagarofficial

ایمیل: submissions.alifnagar@alifkitab.com

مُکعبِ حادثہ

جنوری، فروری 2022ء

صادر آصف

03

نعت

سید علی مسیح

04

دادا جان کی بیوی

آخر سردار پوہدری

51

امید حمر

فائزہ ندیم

53

جی کے ساتھی

سیدہ اتراء عیاز

36

بیالخول

عائشاطیر

18

امید نوبھار

محمد علی مسیح

05

دادا جان کی بیوی

حسن عمر

55

منافع کا سودا

هدیرہ

38

چچا خواہ مخواہ اور جگہ میاں

سلمان یوسف سعیج

22

تمہین اور پرندے

قرۃ الصن فرم ہائی

06

امید کے درستے

ارفع شاہد

58

منزل

الطاں حسین حالی

40

اسکاؤنک

فرزین ابرا

24

روشن صبح

آمنہ ارشد

07

گورنر نایاب

مریمہ وہاب

61

طلسرتی طوطا

قعدہ عکیل

43

ایک پوڈا اور غر

رخشندہ بیک

26

ذرافم ہوتا

قاڑیہ قاسم

08

امید کے دیے جلاتے جاؤ

چوہیدہ بسام

64

کون چھوٹا کون بڑا؟

امان اللہ غیر شوکت

45

پراسرار ہاتھو

اعظم اعظم

29

وہ کون تھا؟

عرفان حیدر

09

مرخ سے آیا خط

نوید احمد

66

بھالو میاں نے شہد خریدا

عارف مجید عارف

48

اللہ کا دوست

بہت مسعود احمد

31

بھوری

آسی علی

10

لال محل

محنت کہانیاں

68

وجہہ مغیث

50

شیف ثانی

روبیہ کیر خان

33

گرتے ہیں شہسوار ہی

ارسان اللہ خان

11

نیا سال (نظم)

گلہاے حقیقت بحضور سرور کو نہیں علیس اللہ

صالح آصف



آنکھ سے اٹھوں کے سباب نکل آتے ہیں
تو دنیا سے کے وہ اسباب نکل آتے ہیں

ہم نے اک تواب میں دیکھا کہ میرے باگر
ہم سے پار فناوب نکل آتے ہیں

جن کوں جائے حضوری کا شرف ان کے لیے
پاس جینے کے لئے اسباب نکل آتے ہیں

مرے سرکار کی بھوپے ہے ٹاکہ کہ مجھ سے
سچ بھی گمراہ ہیاب نکل آتے ہیں

پھر جاتے جو بھی ذکر نبی ﷺ سے تھے
زندگی میں ہے گراوب نکل آتے ہیں

جو طلاق کرتے ہیں رب اور رضا آنحضرت کی
آزمائش سے وہ شاداب نکل آتے ہیں

جو درودوں کی سماون کی جائیں مغل
گر ہوں مٹکل میں وہ غرائب نکل آتے ہیں

ان کی بخشش کے فرائیں ہو جائیں چاری
تو خدار کا ر بھی کیا ب نکل آتے ہیں

دل یہ ترپے ہے بہت دو دنیدیں
وہ باتاتے ہیں تو اسbab نکل آتے ہیں

"اہمی وہ کشی کارے سے ہے کہو ہی وہ ملے پر تھی کہ حضرت مولیٰ علیہ السلام نے آزاد دی کا اے کشی والوں! اللہ کا حکم آئے والا ہے، ہوشیار ہے۔ کشی والوں نے جواب دیا آپ جانتے ہیں کہ اللہ کے حکم کو کوئی نال نہیں سکتا، ہم تو اس کے بعدے ہیں جو حکم الہی کے ہاند ہیں۔ کشی والے ابھی یہ بات کہہ رہے تھے کہ اچھے ایک موچ جھی اور کشی دے لے گی۔ کشی والے آپ کو پہنچنے کی کوشش کرنے لگے۔"

"دادا جان! کشی والے ادب گئے؟" مخاطنے پر ہمہری سے پوچھا۔
"آجتے میں ایک اور زبردست موچ آئی اور کشی کو واپس ساختہ بنا کر سندھ کی تہ میں لے گئی۔ تمہاری دیر میں ایک اور کشی نظر آتی تو حضرت مولیٰ علیہ السلام نے اس کشی والوں کو بھی خوبی اور کیا اور کیا۔

"اور ہذا ہو کر آتا۔" انہوں نے بھی پہلے والوں کی طرح جواب دیا کہ جو کچھ ہوتا ہے ہو کر رہتا ہے اور کشی کو کارے کی طرف لاتے رہے۔ یہاں تک کہ سائل کے قریب آتے آتے کشی بھی ادب گئی۔"

"ابوہ امبلی، ہوں کھتیں ادب گئیں تو تمہری کامیابی ہوادا جان؟" عطاں کو تھسیں ہوا حضرت مولیٰ علیہ السلام اللہ پاک کی محنت کے بعد سے میں ہوچکوں میں بخوبی کل اجیں

"السلام علیکم دادا جان! "بیٹھک میں واقع ہوتے ہی بچوں نے ایک ساتھ سلام کیا۔

"ویکھ مسلم بچوں! سچی سچ کیسے آہ ہو؟"

"دادا جان! آج اتوار کا دن ہے سمجھیں اسکوں کی بھیتی ہوئی۔ سگھر منٹے ہی منٹے ہم سب پر ہو رہے تھے تو آپ سے کہانی سننے آگئے۔" عطاں نے مصوبہت سے کہا۔

"اچھا چلاؤ جاؤ شاہاں۔ سب نیچے ہائی واری سے دادا جان کے پاس بیٹھ گے۔"

"بیکھ آجتے میں آپ کو اللہ پاک کے خلیفہ حضرت مولیٰ علیہ السلام کی کہانی سناتا ہوں اور تمب جانتے ہو کر انہیں کلیمۃ الشیخی اللہ پاک سے کام (بات) کرنے والا کیا جاتا ہے۔"

"لیکن دادا جان! کیون کہ وہ طور پر جا کر اللہ پاک سے باشیں کرتے ہے۔" عطاں نے پیچک کر کر اتر دادا جان سے اسے شاہاں دری اور قصہ شروع کر دیا۔

"بیارے بچے! ایک دفعہ حضرت مولیٰ علیہ السلام کو اللہ پاک نے حکم دیا کہ سندھ کی طرف جاؤ، وہاں تین کھنڈیاں ذوبے والی ہیں۔ حضرت مولیٰ علیہ السلام فوری حکم الہی فیں کرتے ہوئے سندھ کی جاپ بدل دیے۔ سائل پر سکون قادروں سے انہیں ایک کشی آتی رکھائی رہی جو آہست آہست سائل کی طرف بڑھ دی تھی۔"

"پھر کیا ہوا دادا جان؟" ارشٹ نے پوچھا۔

دادا جان کی سیماں

اللہ کی رحمت

سید علی مسکن



آگی، یہ کیسے بیچ گئی؟ ”تو ارشاد پری تعالیٰ ہوا کہ
”اے موی! آپ نے سانچیں کہ تمیری کشی والوں نے کیا کہا۔ انہوں نے
میرے علم کو تسلیم کیا تھا، میری رحمت کو آواز دی تھی اور اس پر پورا بھروسہ بھی کیا تھا، تو اس
لئے یہ کشی میری رحمت کے خلیل بیچ گئی کیون کہ جو بھی میری رحمت کے دروازے پر آ کر
صداد ہاتا ہے، میں اسے نامید جائیں کرتا۔“

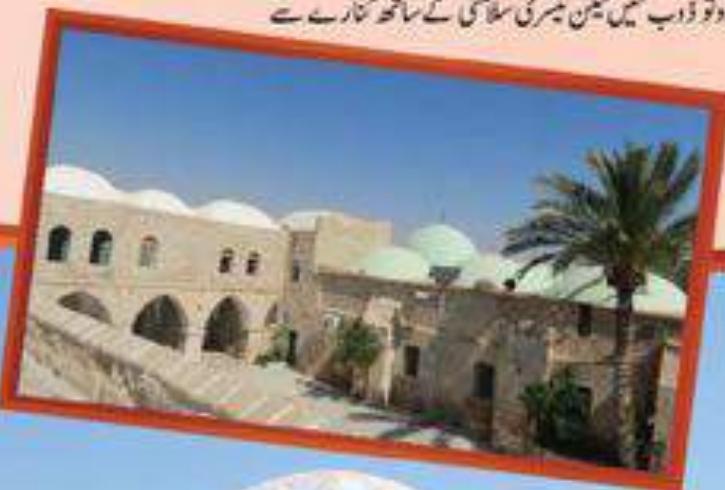
”تو پیارے بیچا! آج کی کنجائی سے آپ نے کیا سمجھا؟ وادا بجان نے قدم فتح
کرتے ہی بچوں سے سخن پڑھا۔“

”یہی کہ میں کسی بھی مشکل میں کبھی بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوا ہے چاہیے
کیون کہ اللہ اپنی رحمت پر بھروسہ کرنے والوں کو نامید جائیں کرتا۔“ بچوں نے مل کر جواب
دیا تو وادا بجان نے انہیں شاہزادی دی۔

☆☆☆

ایک تمیری کشی آتی دکھائی دی۔ آپ نے پہلے کی طرح اس کشی والوں کو بھی صحت کی کہ
”وَكَفُوا اللَّهُ بِأَكْبَرْ“ کا حکم آئے والا ہے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے درا
جناہ ہو کر آؤ۔ ”انہوں نے جواب میں کہا کہ
”اے نبی! اب جس طرح آپ پے ہیں اسی طرح انہا کا کا حکم بھی اُمی ہے اے
کوئی نہیں بدلتا، لیکن اللہ کی رحمت بھی تھے، ہم اس کی رحمت سے کہوں ماہیں ہوں،
لہذا ہم اللہ کی رحمت پر بھروسہ کر کے آرہے ہیں اور وہ اپنی رحمت کے صدقے ہمیں بھر
اُس دنہماجتی کے ساتھ کارے سلک پہنچ دے گا۔“ کشی والوں کا یہ جواب سن کر حضرت
مویں علیہ السلام نے بوش ہو گئے اور کشی پاٹھخت کر دیا ہے۔

”لیکن وادا بجان الحکم تو بچوں شیخوں کے دو بنتے کا تھا؟“ ”معاذ جہاں ہو۔“
”ہاں میرے پئے احضرت مویں علیہ السلام بھی یہی سوچنے لگے کہ اللہ نے تم
کہتیاں ذریتے کا فرمایا تھا دو تو ذوب اگریں لیکن تمیری سماجتی کے ساتھ کارے سے



امیر کے دریکے

تقریب احمد بن خریبی

مرف روئی کو کاہر قوتی نے اگردن موز کرتے دیکھا۔

اس طلاقے میں آپدی اتنی زیادہ بھی کیونکہ سماں کرنے والی ایک

بھگل کے اس طرف پوچھا ہے۔ جسمیں کھاتا ہیں۔ ”روئی نے یہ جوش امداز میں کہا۔

”گردہاں تو کوئی نہیں جاتا۔“ عذان نے پریشانی سے کہا۔ گردہاں کے دشمنی پر الٹا

روئی برجیز سے بے پرواہ تجھی سے آگے بڑھ رہا تھا۔

”بھدی کو وہ ایس گریگی جاتا ہے۔“ اسی نے یہی طرف گردن سمجھا کہ کہا تو صد

جھیز سے پاہں چالاے کا۔ کچھ دیر کے بعد وہ کھتی سے کافی۔۔۔ کئے بھگل میں بھی چکے۔

”یہ کتنی بیکاری ہے۔“ عذان نے خوفزدہ ہو کر کی کیونکہ عہدہ اپنے اور جرا

عذان گئے درختوں کے چڑھگی گھاس اگی ہوئی تھی۔ عذان خوفزدہ تھا کہ کہیں کوئی بھی اس

کے پاہس پوچھ کا کاٹ لے۔

”جسمیں کو کھوئی دے رہا ہے؟“ روئی اپنے کافی دوستی کی آواری کا نکلے کی

کوشش میں عذان نے جڑائی سے پچھے رہی اور پھر وہ بھکیلی ہوئی کی طرف دیکھا۔

”روئی! تم پاک ہو گئے ہو؟“ بارہ سالہ عذان نے اپنی سائیل کے پیڈل زور

سے مارتے ہوئے، تجھی اور مہارت سے سائیکل چلاتے اپنے بھترین دوست رہیان

”اوڑا میں کہا تو روئی نے فتحی میں سر بلایا۔“

آفت کے پارے میں اپنے علم کی بندی پر پہنچی تھی وہاں گولی کرو دیتے تھے۔ اسکے دونوں سر ایمن کے حرم کے معاشر سب لوگ خوفزدہ ہو کر گروہ میں بندھ ہو گئے۔ علاقے کے لوگوں کی عالت پہلی ہوتی تھی۔ غربت، بُری تھاتی، بیماری آتے روز آتے والی قدرتی آفات نے بُرتی سے بُری تھی، بُر خوشی کو خشم کر دیا تھا۔ لوگوں نے اپنی کھڑکوں سے اکثر پانچ ماہی، شرکری، جایی پھاتی خوناک چوریوں والی بُریوں کو اور اور پھٹے ہترتے دیکھا تھا۔ یہ سب کی کھاش میں ہوں۔ اس نے لوگوں کو ہمچین لکھا۔

”ماں اداوا بابا کی طبعیت جیک ہنس لگ رہی۔“ رویت پہنچنی سے سانس

لیتے، ادا کی طرف رکھ کر فخر مددی سے کہا۔

”آن کی دوستی ہانتے کے لیے جان بوجان فتح ہو گیں ہیں۔ باہر خود یہ طوفان ہے۔ میں کیا کروں؟ انہاں نے پریشانی سے کہا۔

”میں، بھگل سے لے آتا ہوں۔“ رویت نے جلدی سے کہا۔

”خیردار! اگر سے باہر مت جانا۔ سرایمن نے کیا کہا تھا؟ باہر خطرہ ہے۔“ میں

لے ڈر جو ہوتے کیا تو رویت نے تکفیل میں ہلا اپنے پیارے دادا بابا جان کی طرف دیکھا۔

جن کی آنکھوں کی بھتی اسے، اس سے بھتی بھیں جا رہی تھی۔ اس نے اپنے ہاتھے اس دیوار کے قسم سے جو چٹپٹا بادھی۔ جہاں زندگی کے سب رنگ اور خوشیاں جیسے جیسے مددی

لے جب سے آنکھ کھوئی، اس نے باہر طرف سے یہی ساتھا کر ایک قدرتی آفت میں ساری دنیا ختم ہو گئی تھی۔ سرایمن نے اپنے ہمکو دو دے کا دلا کری یہ تھی بسائی جس کے دو

عکر ان تھے۔ یہاں سب ایمن کی بات نہ تھے تھے، انہی کی منظہ نہ تھے۔ وہ بھر جہر جہر ان

نکھ آئے مالے، سخت مال انہاں نے جن کے اپنے اصول تھے۔ ان کی مردمی کے بخوبی

یہاں کوئی پکنکیں کر سکتا تھا۔ رویت نے ہلا اپنے دادا بابا جان سے مذاق، اسے گلنا تھا کہ جسے

”وہ اب کی قدر میں سانس لے رہے ہیں۔“ وہ ساری راست رویت نے جاؤ کر اپنے

دادا بابا جان کے یاں بڑھ کر گردی۔ دادا بابا پر کچھ کہنے کی کوشش کر رہے تھے، وہی نے اسی

ہوتے سے بکھر رہ پہنچے۔ اس کو گرفتار نہیں دیکھا تو دادا بابا کے کان میں سرگوشی کر

کے ناموٹی سے گرستے باہر بھل گیا۔ اس کا دش بھگل کے یہی حصے کی طرف تھا جہاں سے

وہ جزوی بیٹیں لا سکتا تھا۔ رویت جزوی سے سائیکل چلا کر، بھگل کے یاں پہنچا تو یہ کم وہ

چوک گیا۔ اسے کچھ بھی سماح نہیں ہوا۔ اس کی بھتی میں بوجوڑا کا خوفناک تھا۔ بھگل کے پاس بالکل خاموشی اور سکون تھا۔

”یہ کیسے ملک ہے؟“ سرایمن نے تو کہا تھا کہ یہ طوفان باہر طرف جا ہی چاہئے کا مگر

یہاں تو کچھ نہیں ہے۔“ رویت نے خود کا ہی کیا اور پھر جزوی بیٹیاں دھوڑھا بھا بھگل کے

ای کوئنے میں بھیج گیا جہاں سے اسے کسی میتیں کی تھیں اور ایں آتی تھیں۔ رویت تیری سے

چٹا ہوا جزوی بیٹیاں دھوڈھرا تھا جب اچاک اسے لوہے کی باذ نظر آئی جس کے پاس جانا

”نچھ لگائے بھیتے رہاں اس پاں کو کچھ بہت بیگ رہا۔ کیا جیس کی جھوٹیں جسیں جو کہ تم جیں۔“ جس پاچھے تھے، ”رہی تے سراہا کر جاہاں طرف دیکھا۔

”تم خصوص سوچ رہے ہو۔ پڑھو رہا۔“ ”میدان نے میدان کر کپا تو رویتی گری سانس نے کہا ایس ملکا۔ میں نے خاصوٹی سے بھگل کا یہ حصہ پار کیا اور اپنی بھتی کے قرب تھی کہ آنکھی سے سائیکل چلات ہوئے ہمیں کرنے لگے۔

”کل سرایمن کا خطاب ہے۔ تم بڑے میدان میں کیوں گے؟“ میدان نے پر جوش اندھا میں پوچھا تو رویتی نے بدھی سے سر جالا۔

”سرایمن کے پار ہانے کے لیے کوئی تھی؟ تھی ہیں؟“ وہی قسم کے پہلے دال دیا فتحتہ ہو گئی تھی۔ سرایمن نے اپنی جان بوجیل کر دیا اس وقت، ”جاتے ہوئے پہلو گروں کی جان بچاں! اور یہ چھوٹی سے بُرتی بیانی ہے۔ میں ان کا احسان مند رہتا چاہیے۔“ اور جو رویتی نے میدان کا کرکنا کر کیا تو میدان نے جو اپنے سے اس کی طرف دیکھا۔

”سرایمن ہمارے گئے ہیں۔“ میدان نے اپنے میدانی از میں کہا۔

”وہ صحیک ہے کہ جسی ہاتھ ہمارے پرے میں باتھ ہیں، اسکی تو کوئی رتی بیان کھرچن آتی ہے۔ یہاں توہر طرف آؤ اسی پریشانی، ہادیہ کی کاروان ہے۔“ رویتی نے بیٹھنی سے کہا۔ اس کی ذمہات سے جگتی آنکھیں ہر رہت کی سوچ میں کم رہتی تھیں۔

”تمہارے دادا بابا کیسے ہیں؟“ میدان نے جلدی سے پوچھا کیا تکہ اس کا مگر قریب تھا۔ رویتی کے دادا کو ایک سال پہلے ہائی سوکیا جس کی وجہ سے وہ بہل جسیں پائے تھے گرفتاری کو ان کی آنکھیں پکھو بوقتی ہوئی جھوٹیں ہوئی تھیں۔ رویتی نے کی بارہ باتا بھی انی سے کہیں کہڑہ اسے ذمہات کر چکر کر دادی ہی۔ رویتی کا ہاپ ڈین سائنس و ان قتوہو کو کھے سال پہلے سرایمن کے پاس کام کر رہے ہوئے ایک حدادی میں بھل ہوا۔

”نیک ہیں، اچھا کہیں گے۔“ رویتی نے میدان کو خدا جانہ کی تھا۔ اگلے دن وہ اپنی دادا کو ایک سے دوسرے لوگوں کے ساتھ بڑے میدان میں سو بوجوڑا جہاں سرایمن نے خطاب کرنا تھا۔ سرایمن کا تقدیم، بہت جگہ تھا تھا۔ سرایمن کے سارے ہاں شیئر تھے۔ انہوں نے نظر کا چھپ لگایا ہوتا۔ ان کی ناک کافی بڑی اور جگہی تھی۔ سرایمن کی آواز بہت پاریک تھی اور یہ جو چھوٹی آنکھوں میں بھیبھی چلک تھی۔ سرایمن نے بھرے گنج پر گاہا داں۔ وہ جزوی کھرے ہو کر ناچیک میں بول رہے تھے۔

”نکھرے پارے لوگوں ایم ایم جاتا ہے کہ آئے والے پہلو گروں پر بھاری گزروں کے کیونکہ شدید طوفان کا خدا ہے۔ اس طوفان میں بہت سی قدرتی بیانکیں ہوئی ہیں۔ اس لیے اپنے کھروں کے اندر رہنا۔“

سرایمن نے کہا تو سب لوگ پریشان ہو گئے۔ سرایمن آنے والی ہر مصیبت اور

کے لیے بہت ہے کیونکہ یہ بھائیوں کی بہت حساس اور اہم سُلٹ سے متعلق ہے۔ جاہل لوگ ادغ ہو جاؤ؟" ایمن چیختا تو وہ آدمی فوراً واپس چلا گیا۔ ایمن نے تاہمی کفرے روئی کی طرف دیکھا۔

"یہ بھری دتا ہے۔ بھائی کا دشمن ہیں ہوں۔ کبھی سال پہلے کہہ سائنس دانوں کی مدد سے امریکا کے گذام اور درود راز کے مذائقے میں یہ جگہ بھائی جس میں کنی سال لگا۔ اس مذائقے سے باہر جانے کا صرف ایک ہی راست ہے جو بھری مرضی سے کھلا اور یہ دعویٰ ہے۔ تھی یہ مذاق ایک طرح کا قید خانہ ہے۔ ہم نے ایسی بھائیوں کی استعمال کی جس کی مدد سے ہم کوئی بھی دنکا ک بداکی مغل بنا کر اس طرح پڑھا ہمہ رہ دیکھا تھا جس میں۔ ان سکریوں پر ہم اپنی مرض کا سارم، اپنی مرض کا دن بھاتتے۔ جب ہم نے سارا کام کھل کر لیا تو ہم نے لوگوں کو مختلف رائے دے کر بھائیوں کو کہا۔ مختلف دو دنیوں کے استعمال سے ان کے ہو پئے، کھنے، مل کرنے کی صلاحیت کو اپنے کھروں میں کیا جسے سمجھیں یہ جوں کی بتوں وہی گرم تھے تھیں لیں۔ اگر پیچے تو اپنے باپ، دادا کی طرح یہیں کے لیے واقع محدود ہیں کہ ہمہ نے خام میں جانتے۔ تمہارا باپ بھی ایک ڈین سائنس دان تھا جو میرے راز کو یا کیا تھا۔ اس نے جب میرے خلاف بخوبی کی تو میں نے اسے راست سے بٹا دیا بالکل ان سائنس دانوں کی طرح جن کے ساتھ میں نے یہ بھائیوں کی تمہارے دادا نے بھی میرا راز جانتے کی کوشش کی اور ان کا غال تمہارے ساتھ ہے۔ اب تمہاری باری ہے۔" ایمن نے ایک ہن دبایا تو وہی مذاق ملدی سے اندر دھل جوا۔

"اس پیچے کو ماڑ کرہیں کے جسم کے سب اعضا نکال کر جھوٹا کر لیں۔ یہ پیچرہ محدود کی مرتے کے بعد تمہارے نئے تجویزات میں کام آئے گا۔"

ایمن نے سکرا کر کپڑوں، آٹی فوراً آگے بڑھا۔ روئی نے اسی سے سر جھکایا اور دھرے سے قدم اٹھایا آگے بڑھنے لگا۔ ایمن اپنے سُلٹ کے ساتھ پھر چلا کر رہا تھا۔ "ماشا! آپ ایک چاہا ک سائنس دان ہیں گھر میں نے اپنے باپ اور دادا سے سکھا ہے۔ اس پیچے کے کچھ بھائیوں کے، کبھی امیدت پھوڑا۔" روئی نے سر اٹھا کر دم لجومیں کیا تو ایمن مذہبی ادارے میں سکردا ہی۔

"تمہارے پیسے بھی اسی خوش بھی میں مارے گے اور تم بھی۔" ایمن نے غارت سے کھا تو روئی نے غلی میں سر بدلاؤ۔

"کم از کم میں ایسے تو تکس ہروس گا۔ اگر مراتا ہے ایک جوہ کر کے ہروس گا تاکہ میرے بعد بھتی کے سب لوگ بھائی سے آزاد ہوں گے۔" روئی نے مظہرہ بیٹھے میں کہا۔

"جاوے پیچے اسیرا ادماغ غراب مت کرو۔" ایمن نے غارت سے کھا تو روئی سکردا یا اور پھر اس نے بھلی کی تیزی سے پیچے کھڑے آدمی کو دھکا دیا جو لذکھڑا کیا۔ روئی

ایک طرف بھاگا۔ ایمن اور وہ آدمی اس کے پیچے تھے۔

متحف تحریری کو اپنے دادا بھائی کے لیے بھال میں جوی بھلی پائیے تھی۔ روئی زمین پر بیٹ کر تھا جو اس اداروں کو جھوٹے بھائیوں کے پیچے کھجھی تھی۔ روئی جس سے آگے بڑھا اور زمین سے آسمان تک جاتی تھی کی وجہ کوئی میسے قلب اک جھکا گیا تھا۔ ایک جھکا کا۔ پیچھے کی دو اجھیں تک بہت بڑے سائز کی سکر بنی تھیں۔

"یہ بھائی کیوں کی جعلی ہیں؟" روئی پوچھتا۔ اسے شدید سے کسی خطرے کا احساس ہو رہا تھا۔ پاک دادا کے اور روئی کو کہا کہ سریاں اس کے پڑے اور عالمی ان گھر میں لے گئے۔ سریاں کو جب سارے ماجھے کا چلا وہ دب انتشار پڑتے گے۔ "یورے پیچے ایم دھائی کیوں گے کہے؟" جوکہ جھوٹ کے لیے تھیں ہے۔ "سریاں نے غور سے روئی کو دیکھتے ہوئے کہا جس کے چہرے پر خوف نہیں تھا بالکل اس کے باپ اور دادا کی طرح۔

"سریاں ایمان پکھا تو جیب سا ہے۔ توہے کی یار کے اس طرف بڑی سکر بنن کا کیا مقصود ہے؟" روئی نے جمالی سے موال کیا۔

"تم بھی اپنے باپ، دادا کی طرح بہت ذہین اور بھاول ہو کر خیر یہ جوں ہو گے؟" سریاں نے اشارة کی تو اس کے خاذم نے جوں کی بھرپر بھلی بھلی روئی کی طرف بڑھا۔ بوجس پا تھیں کیا کہ روئی کا موٹس کھڑا رہا۔ ایمان سکردا۔

"چلاک ہو۔ میرے پیچے آؤ! ایمان نے روئی کو دیکھے جیچے آئے کا اشارہ کیا۔" ایمن روئی کو ایک جاکرے میں لے گیا جوں اس طرف لا تھا اور ہمچوں سکونی سکریں گی ہوئی تھیں۔ وہ سکر بنن ایک سُلٹ سے مسلک تھیں۔ ایمن نے چھڑاں دبائے تو وہ سکر بنن رہن ہو گئیں۔ روئی جمالی سے دیکھنے لگا۔ وہ ساری سکریں اس مذائقے کے چاروں طرف اور تمہات کی طرح اپنے بھی نسب تھیں جیسی آسمان کی طرح۔ ایمن نے چھڈنے دبائے تو سکر بنن رہن ہو گئیں۔ سکریں پر مذائقے کے کنارے ہٹنٹر اڑ سے ہے۔

"اٹے جیران مدت ہوئی پچھے اصل کھیل تو کھوارہ ہے۔" ایمان سکردا اور اس نے پھٹھن دبائے تو سکر بنن پر اس کی مرضی اور پتند کے موسم۔ وقت بیٹھنے لگے۔ بھی وہ کوئی خودکا پھرے دھلی بلکہ کوئی نہیں کی مدد سے بھاوس سے بھاوس کے کر جا جائے۔ بھی کسی ہڈھان کا سکر بنن پڑا۔ لمحی میں مستخل اور جسرا بھی اسی جوہ سے تھا۔ اس نے سوچن کی روشنی کا یہاں تک کھلتے کا ہر راستہ بند کر دیا تھا۔

"سر آپ کی کافی تھا ہے۔ بھاوس لے آؤ؟" اچاک ایک باوب ماذم اندر آر پوچھنے کا تو ایمن غستے میں آ کیا۔

"احمق! یہ حساس ترین جگہ ہے۔ بھاوس پانی کا قفلہ بھی سارے سُلٹ کو جاہ کرنے

لیکن اس کے والدین کی پریشانیاں بھی شتم نہ ہوئی تھیں۔ البرٹ تین سال کا ہوا
چکا تھا لیکن ابھی تک دو ایک لفڑی بھی نہیں بول سکتا تھا۔ اسے پھر ڈاکٹر کو دکھایا گیا۔ اس کے
والدین کو ذرا تھا کہ کہیں وہ ڈنی طور پر مطلوب نہ تھیں۔ دوسرے بچوں کی نسبت اس نے
بہت دری سے بولا شروع کیا۔ کچھ بھی کہنے سے پہلے وہ بہت دری سے چکارہتا اور ہمارے رک
کر ایک ایک جملہ ادا کرتا اور یہ بھی کچھ بھماری ہوتا تھا۔

اپنے تمام تر تھیات کے باوجود البرٹ کے ماں باپ نے اسے بھی ایسا حسوس
تھیں ہوتے دیا کہ وہ تھی بچوں سے الگ ہے۔ انہوں نے اسے اپنی کمری سے
یہ اپنے کام خود کرنے کی تربیت دیا شروع کر دی۔ وہ پاچتھی تھے کہ البرٹ کسی کسی
جن جد ہو۔ البرٹ چار سال کا تھا جب اسے گر کے آس پاس کی گھویں پا کر رہا تھا
تھیں۔ شروع شروع میں تو اس کے والدین اپنی بگرانی میں اسے سڑک پار کر رہے تھے جن
بہت جلد وہ خود اس کا مل ہو گیا کہ بخیر کسی کی مدد کے خود مجھے مشکوم ہر سکتا تھا۔

وہ کوئی عام پچھلیں تھا۔ جب وہ یہاں تو اس کا سرخا صباڈا تھا۔ وزن بھی ایک
ناش بیچے کے وزن سے کافی زیاد تھا۔
”یہ تو بہت مونا ہے کوئی مسئلہ تو ضرور ہے۔“ پیچے کی ہاتی نے اس کی یہاں پر
کہا۔

ایسے میں اس کے والدین کا پریشان ہونا پہنچی تھا۔ انہوں نے وقت شائع کیے بغیر
اسے ڈاکٹر کو دکھایا۔

ڈاکٹر نے اہمی تسلی دیجئے ہوئے کہا
”ڈاکٹر کوئی بات نہیں۔ وہ اس کے ساتھ سا ہمیں بھیک ہو جائے گا۔“
ڈاکٹر کا کہنا تھا جو بہت ہوا۔ پندرہ ماہ کے اندر انہوں پیچے کا جسم ڈال ہو گیا۔ وہ
اس کے سر کے۔ اس کا سائز ہمیشہ غیر معمولی صدک ہے اسی وجہ پر۔

آمنہ ارشد

کوہر نایاب



اگرچہ ماہ میں البرٹ کے گروالوں کو اس میں حجت اگھیز تبدیلیاں نہ رہیں۔ وہ خاموش اور اگر تھنک رہنے والا ایک اپ سب کے ساتھ فتنی مذاق کرنے کا تھا۔ اب گھر مہماںوں کے آنے پر وہ اپنے کمرے میں بند ہو جانے کی بجائے اپنی فوت بک اور قلم لے کرس کے ساتھ جو جانچتا۔

ایک دن وہ کاروباری معاملات میں اپنے والد اور انکل کی مدد کر رہا تھا۔ اس کے انکل اور ایک استاذ انجینئر ایک عجیل مسئلے کو حل کرنے میں لگا تھا۔ کمی کی وجہ سے اس کے ساتھ ان سے وہ حساب کتاب نہ ہوا جو اس مسئلے کے حل کے لیے ضروری تھا۔ البرٹ نے انہیں مدد کی وجہ کش کی اور پھر وہ صحت کے اخراج اور وہ مسئلہ حل کر دیا۔ وہ کچھ کہاں کے انکل نے قیش گوئی کی کہ وہ زندگی میں خوب رکوئی تو کہا کہا کرے گا۔

پھر تھی سے وہ کافی کے اعزیز نیت میں ملک ہو گیا۔ فرنس کے ایک پردھرمنے ریاضی اور سائنس میں اس کے اعطا نہروں کو دیکھتے ہوئے اسے اپنا استاذ کہا۔ اسی کافی کے پردھرمنے کو جب یہ معلوم ہوا کہ ایک سول سال کا لڑکا اپنے سے ہری عمر کے طبا کے لیے پھر زیادت کرتے میں پردھرمنے کی وجہ کش کر دی۔ وہ انہوں نے اس کی قابلیت کو دیکھتے ہوئے اسے اسی کافی میں واپس دیتے کی وجہ کش کر دی۔ وہ البرٹ کو کہی لیتے میں کامیاب ہو گیا۔ آگے مل کر اس نے سائنس کے شعبے میں اپنے اپنے کارناتے کے کو دیکھنے والے بگڑ دے گئے۔

اب تک تو آپ جانی گئے ہوں گے کہ کس کی بات ہو رہی ہے۔ تھی بات، یہ کہانی ہے مہبود سائدان البرٹ آئن سائنس کی۔ ایک اندازے کے مطابق اس دیجن فلین ٹھیک 10 نیول + 160 نیول اسے فرنس میں تو پہلی بار ایکی مانچہ اس کی Theory of Relativity کے تو پڑے پڑے سائنسداروں کو بھی جو جان کر دیا۔ ایک مرتبہ اس تھیڈری سے حقیقی کی حوالہ کا جواب دیتے ہوئے اس نے کہا۔

ایک عام انسان اس بات پر پڑا وہ خورجیں کر رہا کہ اس کے اور گروہ کون ہی جو کیسے ہو رہی ہے۔ پھر وہ لفڑی وہ بھیں میں کر رہا ہے۔ لیکن چونکہ میں بہت سرہنی سے سوچتا تھا۔ اس لیے ہب تک میں سے ان پیچے دن پر خور کر رہا شروع کی، میں بڑا ہو چکا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک عام انسان کی نسبت کسی گی پیچے پر میں زیادہ خور کر رہا ہوں۔

لیکن وہوں نے تو آئن سائنس کے دناغ پر بھی ریسرچ کی کہ آخریک اندھی دماغ اسکا دین کیے ہو چکا ہے۔

آپ نے دیکھا کہ ایک پچھے سے صرف اس وجہ سے "ست" اور "ہلاکن" چھے اخابر میں کیوں کہا۔ وہ مدرسے پکوں جیسا تھا۔ اس کا آج کیسے پوچھیں اس کو، تھی۔ اگر وہ اس وقت لوکوں کی باتوں میں آ کر بارہ مان لیتا تو کیا آج آپ اس کو ہر نیا باب سے واقف ہوتے جو آج آئن سائنس کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔☆

اپنے ہم مریضوں کے ساتھ گھنے شنکی بجاے وہ اکتوبر میں اس اور خاموش رہتا تھا۔ البتہ اس کی مچھی بین کو البرٹ کا دوسرا درجہ دیکھنے کو ملتا۔ اس کے والدین کو بھی جلدی اندزادہ ہو گیا تھا کہ وہ عام پیکوں کی نسبت ہر چیز پر زیادہ غور و فکر کر رہا ہے۔ ایک مرتبہ وہ پارہ ہو گی تو اس کے والدے اسے صرف رکھنے کے لئے ایک ہدھی بھی کہا جا دیا۔ سچھی دن وہ یہ سوچتا رہا کہ کہس کی سہی کارخانے میں چال کی طرف ہی کہوں ہوتا ہے؟ سات سال کی عمر تک البرٹ کو بھری ہی تعلیم دی گئی۔ اس کے بعد کام کا تھا تھا کر کر پچھرہ دیجیں ہے۔ لیکن پر اپنی سکول میں والٹلے کے بعد اس کے پیچرے کی اس کے پارے میں پکھا درہ تھا۔ انھیں لگتا تھا کہ البرٹ ہنہ ہوڑ پر فیک نہیں ہے۔ وہ اصل بات یہ تھی کہ اتنا حصہ گھر پر چھٹے کی وجہ سے وہ کھول کے ماحول کا عادی نہیں ہوا۔ اسے اسے اتنے لوگوں میں رہنے کی عادت نہیں تھی اور کسی سے بات پیش کرنے کا ہر وہ سمجھنے لگیں۔ کھلوں میں بھی اس کی وجہ پر دھونے کے برادر تھی۔ اس کی وجہ سے باقی طلباء اکلا اسے "پڑھا کوٹ" کہ کر پہنچاتے تھے۔ لیکن بھی اس سے زیادہ خوش نہیں تھے۔ وہ دوسرے طلباء کی طرح فوراً رہا جایا جواب نہیں دیتا تھا بلکہ کوئی سال پر بھٹے جانے پر کافی دیر سوچتا رہتا۔ وہ رہا جیسی کامیابی کا سلکا تھا اور اس کے پیچرے کا لکھا کر دیا کہ وہ "ست" اور "ہلاکن" ہے۔ میں ریاضی ایک ایسا مضمون تھا جس میں وہ بہت دلچسپی رکھتا تھا۔ باقی سکول فٹپتھی اسے جو نیز عربی پر حاصل گئی جس میں وہ بہت اچھا تاثر ہوا۔ لیکن باقی مظاہر میں اس کی کارکردگی مصروفی۔

البرٹ کو پڑھانی کا پایام پا انکل پسندیں تھیں جو اس میں صرف حق یاد کر کے خانے کو تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ وہ ہر چیز خوب و نکل کر کے وال میں کوئی تھا اور اس کا انتہا اس کا تھا۔ اس کا یہ دیگر لگتا تھا۔ وہ ساتوں بھاٹت میں تھا جب اس کے ایک استاد نے اسے کہ کہ وہ زندگی میں پکھوں کر سکے گا۔ اپنے استاد کے روپے اور ساتھیوں کی بھئی کے باعث اسے سکول سے نلات ہونے لگی تھی۔

"وہ کسی حد تک باقی بھی تھا۔ ایک بارے یہ کہ کسکول سے نکال دیا گی اس کے پڑھنے کا کوئی تکرہ نہیں ہے۔ اس کی بات نے اسے یہ بات تھا تھا۔ بھئی ایک دوسرے سکول میں اس کا اعلان کر رہا ہے۔ وہ بھیں چاہتی تھیں کہ البرٹ کی جو مدد لگتی ہو۔ وہ دوسرے سکول میں اس نے خوب مخت لی۔ اب فرنس اور ریاضی اس کے پسندیدہ مظاہر میں بن پکے تھے۔"

اس دوران البرٹ کے والد کا کاروبار کی مشکلات سے گزر رہا تھا۔ وہ اسے اگھیز بنا چکی تھے کیونکہ ان کا ملیاں تھا کہ یہ ایک پوشرہ ہے جس میں اچھی آمدی ہوتی ہے۔ البتہ البرٹ کو اس میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔ وہ لیکن بتا تھا جس کی اس کے لیے یونیورسیٹی ڈکری ہونا ضروری تھا جس کا امکان کم تھا۔ آخر کار اپنے والدی پر یعنی اس دیکھتے ہوئے اس نے ان کے تباہ ہوتے کاروبار میں باتحفہ بنا شروع کر دیا۔

دینے اور پھر من بھر لیتے کہ کہس ان کی مدد سے وہ کسی اچھی جگہ تو کری پر نہ گک جائے اور ان سے آگئے نکل جائے۔

احمد تو کسی خلاش کرتے کرتے مت ہار کا تھا۔ خوش ہوا ان احمد اب بہت چڑچا اور کیا تھا۔

اس کے دوست نے سال کی آمد پر ایک تقریب منعقد کرنے والے تھے جس میں کافی کے بھرپور خالق اعلیٰ اور جان محلہ ہو کر کسی روشنی کی تھی۔ مگر جو تقاریب اپنی سوچوں میں ہی گمراہ ہو اتھا، وہ خود اپنے پڑھاتا تھا۔ اب اسے ہر رنگ پر کہا کہتا تھا۔ ہر طرف دیوانی اور وہ اسی نظر آتی۔ گمراہ کے علاالت جزیہ اور کچھ بچتے تھے۔ جو بھائی تھی کہ آسمان کو چھوڑتی تھی۔ اس اب بھت پاٹش نہ ہونے کی وجہ سے فصل کی کاشت کی بھی مکان انکھوں کی تھی۔

احمدادت بھر جس سوچتا تھا۔ مجھ اذان سے پہلے ہی سبھ جا کر تجدید ادا کرتا اور پتی نہ لازم ہی باقاعدگی سے پڑھتا تھا۔ اللہ سے ماں سے ماں کا انکھوں کی راہ نظرنا تھی۔

ایک شام یوں ہی سوچوں میں گم تھا کہ اس کے دوست آگئے۔ انہوں نے جب احمد اور گمراہ کے علاالت دیکھتے انہیں دکھو ہوا انکر، وہ اس کے لیے پکو کر جس سکتے تھے۔

ماں پر دس میں کچی ہوئی حصیں اسی لیے احمد نے خود ہی دوستوں کے لیے بھج زے

سال نو کی آمد آتی۔ دسمبر کی راتیں طویل اور دن مختصر ہو پچھے تھے۔ پاٹش نہ ہونے کی وجہ سے کہتے تھا۔ اور دوسرے کم سر و تھا۔ گری بھر کی کافی صنک خذل محسوس ہونے لگی تھی۔ پیاری علاقوں میں لوگوں نے سر شام ہی کروں میں آگیٹھی جانا شروع کر دی تھی۔

احمد بھی ایک خوبصورت پیاری ملا تے کا بائی تھا۔ وہ بی اپنی کا میجان اٹھے نہ بروں سے پاس کر پکا تھا۔ اس کے والداب اسے جریج نہیں پڑھا سکتے تھے۔ کیونکہ ان پر دوسرے پچھوں کی پڑھائی کا ہدیہ بھی تھا۔ اور گمراہ کا خڑچا اگ تھا۔ اگر جو ہے گے پڑھتے تو گمراہ اور بھائیوں کی تعلیم رک جاتی۔ سب اس پر ہی خرچ ہونے لگتا اسی لیے اس نے جزیہ پڑھنے کا ارادہ ترک کر دیا اور کری کی جاٹی شروع کر دی۔

وہ علی اگر کیوں ہمچا تا اور شام کو ناکام دا بھیں دوتا۔ جرچہ دوست سفارش کا دو دوڑھ تھا۔ اپنی اسناڈ کی قائل جس میں اس کی محنت اور والدین کا خون پسند شاہی تھا، اُنہیں دیکھ کر وہ آبدیدہ ہو جاتا۔ اس کے والد مولیٰ پانے اور کاشمکاری کرتے تھے۔ حاصل شدہ آمدن سے اپنے پچھوں کی تعلیم اور گمراہ تھی پوری کردہ ہے۔

احمد کسی پر اسحیست فرم میں جاتا توہاں بھی سفارش مانگتے تھے جس کا کوئی ایسا تعلق نہیں تھا جو اس کی مدد کرتا اور اسے فو کری دلاتا۔ جو کوئی تھے اسی توہہ صرف سلیمان

فائز و نسیم

اُمید کے دیے جلاتے جاؤ



وہ سچ نہ ادا کر کے جیسے ہی شر جانے کے لیے باہر نکلا تو سامنے اپنے دوستوں کو واپس
کھڑا پایا۔ وہ جر ان تھا کہ یہ سب بیساں کیوں؟ اور وہ بھی اتنی سمجھ کیجئے؟
اسنے میں ایک دوست آگے بڑھا جس کے ہاتھ میں ایک پوچھی۔ اس نے دو
تھیں احمد کی طرف بڑھائی۔

"لو ای سے سال کی پارٹی کے لیے ہم سب دستوں نے اکٹھے کیے تھے۔ یہ رکاوٹ اور سامان خریدنے سے ہم سب جگہ کا انتظام کر لیں گے۔"

وہ سوت کی بات ان کراس نے با تھا ایک دم جیچے کیے۔
”جیسی پارا میں یہ بھیں لے سکا۔ میں اپنی محنت سے کہاں گا۔ یہ تم لوگ اپنی پارافی
کے لیے بیٹھ کر تے رہے ہو۔ ان پر تم لوگوں کا حق ہے۔ میں تم لوگوں کی پارافی خراب بھیں
کر کرنا چاہتا۔“

مہر کے پاہر سب بخڑے تھے۔ اور سب نمازوی ایک ایک کر کے پاہر ٹکل کر
بخڑے ہوتے گے ایک گنگ سالگ گیا۔

”ہماری پارٹی عرب نہیں ہوگی بلکہ پارٹی کا تمہرے ہی اب آئے گا۔ گل میں سال
کا آنا ہو رہا ہے۔ جلد ہم نے منتخب کرنی ہے۔ باقی سب چار ہے ہم تم اپنے سماں خرچ کر
لاؤ جو پکوڑ سے، سو سے اور چائے وغیرہ بناٹنے کے لیے ضروری ہوتا ہے۔“
دست کی ہاتھ سن کر احمد کی آنکھوں میں خوشی کے آنسا آگئے۔
سے کافی، دلسلی تباہ رکھ کر جہاں کھجے ہو گئے۔

"کل ہم آپ سب کو ایک دعوت میں بلا رہے ہیں جو گاؤں کے مشہور چوک میں

سب گاؤں والے خوشی سے ٹاپیاں بجاتے ہوئے وہاں سے جگل دیئے۔
دوسرا دن جب گاؤں والے لگائے تھے اور طرف شور شربیاں تھیں خوب بنا گاہوں پر ہاتھ
مکر جب پچھ کی میں پہنچی تو احمد اور اس کے دوستوں کو سو سے بکاؤ سے اور چائے کی چھپتی
کی دکان پر کام میں صرف پڑا۔ ہر صورت کر سیاں کھانی گئی تھیں اور سامنے بودھی ہے۔
ہر سے حروف میں اپنی ایسی امر کچھ دی اس سے چائے کا رنگ تکھی مدد اتھا۔ قیمت بھی کم کھانی گئی
تمحیٰ مگر چونکہ یہ دن سال کے آغاز اور دکان کے افتتاح کا تھا اسی لیے آج کے دن سب
فری مل رہا تھا۔

ام کے پاھوئیں واقعی بہت ڈاکٹر تھا سب نے بہت تحریف کی اور دعاوں سے
تو ازا۔ احمد آج بہت خوش تھا اور اپنے دوست ملے پر اپنے رب کا ٹھکرنا رہی۔ ہر طرف
تھے سال کی سہارک ہاؤں کی صدائیں بلند ہو رہیں تھیں اور احمد سہب کی طرف چارہ تھی
اپنے رب کا ٹھکردا اکرنے جو اسے مایوسیوں کے اندر ہرے سے نکال کر امیدی کی روشنی شمع
تک لاما تھا۔ ☆

اور چائے ہائی۔ تسلیم سرسوں کا تھا جوان کے اپنے کھتوں سے حاصل کیا گیا تھا۔ لام
قدامت پرندھیں اسی لیے گرم میں الائی چڑھی جلدی ٹھرم نہیں ہوتی تھیں۔ احمد نے تین میں
آلام پیارڈا لے اور سرسوں کے تسلیم میں عالی کر دوستوں کے سامنے رکھ دیئے۔ دوستوں نے
جب پکجڑے کھاتے تو بہت تعریف کی۔

"یار! احمد! اس کا سارے باتیں تھیں میں بہت زیاد انتہا کر دے۔"

-10-

”اگر تم تو بت اچھے کہنے سے ملا سکتے ہو۔“

تھے کہ غم اکی جگہ

سید علی بن ابی طالب

www.english-test.net

”اب ہر امنا نے کوچھ ای کیا ہے میری زندگی میں۔“ وہ نامیدہ سماجی اب دے کر دوست کو دیکھنے لگا۔

دستیوں: ”پارام ایک سال سے توکری و موندرے ہو گرتھاڑے حب میمار توکری پر رشت اور غارش والے طازم ہو جاتے ہیں اور تم ابھی بھی توکری ہی و موندرے ہو گتے۔ اپنا کام کیوں جیسی شروع کرتے؟“ اس کی باخین کرسی از کی طرف محدود ہے لیکن احمد صاحب سے بچنے والے

”باد سے ہمارے کان کے ہمراں ایک ایسا غل والا لڑکا جسے بیٹا بنا کر جھوک رہا تھا۔ اب

ما شَاءَ اللَّهُ سَيْفَ الْمُؤْمِنِينَ وَمَا شَاءَ اللَّهُ سَيْفَ الْكُفَّارِ

”خدا بھی ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔“
 ”تم کب سے نوکری کی جگہ میں ہو گئے؟ اپنے کارڈ پارک کوں لگھ سوچا؟ کوئی بھی کام چھوڑنا ہوا اجس ہوچا تاری سبق پھوٹی ہوئی ہوتی ہے۔ تم اتنا کام لے کر چاہتے ہو۔ پہکڑا کارز کھو دا اللہ پر بھروسہ کھو۔ ہم سب بھی تھماری مدد کرنی گے ہو رامنگدی کی مدد بھی شامل خال ہو گی۔“

دوسٹ گی بات سن کر جہاں سب کے پھرے محل ائمہ دیس احمد کے پھرے اور
دل میں سکون سا اڑ آپ۔

نئے سال کے آغاز میں ہی اتنی پہلے امید ہات پر الحمد کا دل خوشی سے بھر گیا اور وہ اپنے رب کے حضور بجھدہ رہیز ہونے پہل دیا مس نے اسے راستہ دکھایا تھا اور ہر وقت گی ماہوی سے نیا نال کر اک امید کی کرن روشن کی تھی۔

مرخ سے آیا خط

عزیزان خیر



چاند پر ایک سرہنگہ شاداب تھا تھا۔ یہ قصبہ کافی پھوٹھا تھا اس لیے بہاں صرف بیس بھیگیں گے آباد تھے۔ اس جیسے کی ملڑی سوت میں جس سے آخری گمراہ، اس میں سے ائمہ، ہم مر پچھے لے کر جگل کی طرف رہا تو ہو گئے۔ طاہر، فراز اور دو بیس بھیجن بہت افکارے دست تھے۔ یا پانہ اور کاون جگل میں کرگزار تھے۔ وہ تجویں پچھے ہوئے مختلف مذہبی عادات پر باحتجاج کرتے رہے اور چند ہی مٹھوں بعد وہ جگل میں بھی کئے۔ جب سعوں والے ایک رہلات کے پیچے ہیچ گئے، پر نہ ان تجویں کا پرانا دوست تھا، اس لیے وہ تجویں جب بھی جگل آتے۔ اپنے اس دوست کے ساتھ چدی لے خود گزارتے۔ وہ تجویں درخت کے ساتھ یہی کئے پہنچتے تھے کہ اجسیں ہوا کو درخت کے اوپر کافی موجود ہے کہ کوئی رہلات کی نیازیں بدباریں رہی تھیں اسی وجہ سے انہوں نے نظر انداز کر دیا کیا۔ کوئی ہی بیکھڑہ ایک جیجہ رہلات سے پہنچ کر تھے۔ کچھ تھی اس تجویں پہنچ گئے۔

چون تھا۔ کچھ دیر وہ تجویں "چون" کو بہت فور سے بیکھڑ رہا اور چون اٹھیں۔ "تم کون، ہو؟" اٹھیں کا سچی ہوئی آواز ایش ہے۔ وہ تجویں کھڑے، ہے گے اس کی کھڑی کر رہا۔ وہ قدم پیچھے لے گئی، جسے اس کا سوکھ دے ساتھ ان پہنچائے ہائے جن۔

"یہ تھیں ہے اور کسی دوسرے سیارے سے آتا ہے، ہماری زمین کی پاسوں کے لیے۔" ظاہر سے چون کو فور سدید کھتھتے ہوئے کیا۔ یہ سنتھی ہی چون جس ان ہو گیا کہ وہ اس کے پار نہیں ایسا کیوں ہو چکا رہے ہیں۔

"یہراہم چون ہے۔ میں تمہارے پر وہی سیارے سے مرخ سے تہاری زمین کی سر کے لیے ہیا تھا، مگر رہات کو جب میں زمین کی حدود میں داخل ہوا تو میری اُزون ٹھیٹری خراب ہو گئی اور میں اس جگل میں گر کیا۔ جسیں مجھ سے دارے کی ضرورت نہیں۔" چون سے اپنا تو وہ تجویں جنم آگئی سے اسے دیکھتے گئے۔

"اوہ! چون ہم معافی چاہتے ہیں کہم نے تمہارے بارے میں غلط سوچا۔" فراز نے شرمدگی سے کہا۔

زمین کے پر وہی سیارے سے مرخ کے کروہو میں اپاٹک ایک چندار ازان ٹھیٹری نہوار جوئی۔ وہ بھل کی رفتار سے زمین کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اُزون ٹھیٹری کے اندر مرخ کا ایک پاشندہ رہا تھا تھا۔ وہ زمین کی سر کے لیے جا رہا تھا۔ اب تک مرخ کا کافی بھی اٹھیں زمین پر نہیں گیا تھا۔ "چون" وہ پرستا اٹھیں تھا جو اس توں کی دیباں میں جا رہا تھا۔ وہ اس توں کو دیکھنے والا سے مل کے لیے تھس بھی تھا اور اسے تھوڑا خوف اگی تھا کہ کہنے والے کوئی نقصان نہ پہنچا دے۔

چون کا قد تقریباً تین فٹ تھا اور اس کا سر کافی زیادہ لمبا تھا۔ اس کی دل کوں بڑی بڑی آنکھیں اور ایک بچوٹی سی ہاٹ تھی۔ اس کے کافی کافی لے اور چڑے تھے۔ اس کے دوست اندر کی طرف تھے اور دوست تھے ہی نہیں۔ اس کے پہنچنے سمجھ لے دیا تو وہ بڑے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے جس۔ اس کی چادر وہ سدی کی، اس کا سطح اور چند رہتی۔

چون کی آنکھوں کی چمک بڑھ کی تھی کیونکہ وہ زمین کے کروہو میں واپس ہونے کا تقدیز میں کیششیں کی جس سے اُزون ٹھیٹری کی رفتار بڑھ بھی تھی۔ اُزون ٹھیٹری ایک دکھ کلویزدی کی بیٹھ کی رفتار سے ہوئے ہوئے تھی۔ زمین سے زمین کی حدود میں واپس ہو گئی۔ زمینی رہت کے مطابق رات کے کیارہ دنچ پچھے تھے۔ زمین پر رہنے والے اس توں نے جب آسمان پر ایک بچھی ہوئی جیپی کو دیکھا تو اسیوں لے اسے نوڑا ہوا اڑا کر کوئی نہ کرو رہا۔

چون بھیزے ہی زمین کی حدود میں واپس ہوا تو جو اس کے دبایا اور کیششیں کی جگہ سے اُزون ٹھیٹری کی رفتار کا دے باہر ہو گئی۔ چون اُزون ٹھیٹری کو کھڑکیں کر کا رہا تھا مسلسل، واکے دباؤ کی وجہ سے اُزون ٹھیٹری کے پچھے ہے میں آگ لگ گئی تھی۔ تقریباً پچھی سو سو بھی اس کی اُزون ٹھیٹری زمین کے کی حصے میں کر کیں اس کے کر لے کی وجہ سے جو آواز پیدا ہوئی وہ کسی دھماکے سے کم نہ تھی۔ وہ ایک بچھے جگل میں کرنی تھی، اس لیے کسی انسان نکل اس کی آواز نہ پہنچ سکی۔



چیز۔ اس سبک کی وجہ سے نام بات ہے وہ یہ کہ یہاں تجہاز میتھے دکاروں
رہتے ہیں۔ ”چون نے پیارا گھر سے لپٹھنے کیا۔

”چون؟ کیا مردی پر سب سمجھا ہوا؟“ فراز نے پوچھا۔ ”مرد دوست چیز نہ
وافع تھا میں پانی اور نیچوں خوبصورت گاڑت، میں رات میں سخت سری اور دن میں سخت
کری جاتی ہے۔ میں یہ زندگی میں زیاد خوبصورت ہے۔“ ”چون نے بتا۔
”چون؟ تجہاز جب دل چاہئے تم سمجھ آئتے ہو۔ تجہاز دھکر چیز گے۔“

ظاہر نے کہا۔
”وہ ازانِ علیخانی میں طرکر کے زمین کے کی خوبصورت متناسقات کو کچھ کچھ تھا۔“
اب، ایس پانی پر رہا رہتے ہے۔ چون نے جگل میں ازانِ علیخانی کو پیچھے کھانا ادا دو دے
چاہوں اس میں سے لگل گے۔

”یہ سڑی میں زندگی کا سب سے اچھا نظر رہے۔ اب وقت آپ کا ہے کہ میں اپنے
سارے پروائیں جاؤں۔ تم سب اپنا بہت خیال رکھنا۔“ چون نے کہا تو اس کی حکیمی بر
آئی۔

”تم بھی حکیم اور تجہاز سے ساتھ جانا ہوں اور کسی بھول پا سکن کے۔“ ظاہر
نے کہا تو اولیں اور فراز نے ایسا تھا میں سر بلا دیا۔ اس کے بعد چون ازانِ علیخانی میں پیچا
اور دو دن کی تھا آہماں کی بندھوں میں گھم ہو گیا۔

اگلے اوار ڈب طاہر، فراز اور اولیں جگل میں گئے۔ ہاں ایک ناگانِ افغان چڑا
تھا۔ ظاہر نے اس کو پھینا اور کھوکھا۔ ناگانے میں ایک بھروسہ ایک تصویر اور تجہاز کی سرخ ٹھیک
تھی۔ ظاہر نے سب سے پیچے عادی کا اور اسے اور یہی آوازیں پڑھنا شروع کیا۔
”دوستو! میں اپنے سارے یہ بھائیوں کوں اور میں نے اپنے دوستوں کو بھی
تجہاز سے بارے میں بتا ہے۔ میں تم سب کو بیان بہت دا کرتا ہوں۔ میں حکیمی اپنی
ایک تصویر بھی رہا ہوں جس میں تجہاز ساتھ سے دوست بھی ہیں، اور میں تجہاز سے
لیے ایک جگہ ساتھ بھی بھیجی رہا ہوں۔ ایسے ہے حکیمی پسند آئے گا۔ میں جلد اپنے
دوستوں کے ساتھ تم سب مٹا دیں گے۔ پانی خیال رکھو۔“

ان تیوں کے پیارے دنی کی خوشی کے اڑاٹات، اٹھ بھر ہے تھے۔ ظاہر نے خدا پر دکر
فراز، اس تصویر بھائی اور اسے دیکھنے لگا۔ فراز اور اولیں اسی اس تصویر کو دیکھنے لگے۔ انہیں وہ
تصویر بہت پسند آئی اور اسے دیکھنے کے بعد ایہوں نے اس انہوں میں کو ملائی سے بہر
نکال کر دیکھا۔ یہ سچی مردی سارے کی تھی۔ وہ تیوں بہت خوش تھے اور انہیں وہ تجہاز کی
بہت پسند آیا۔ ایہوں نے فوراً اس خط، تصویر اور کسی کو سنجال کر رکھ دیا کیونکہ وہ تیوں چاہیے
کہ ان سے یہ چیزوں کیں گم ہو جائیں۔

”چون؟“ تجہاز نے خوش آمدید۔ ”ظاہر نے پیارا گھر سے لپٹھنے میں کیا۔ اس کے
بعد ان تیوں نے پانی پر رہی چون سے ماخموں والی اور ایک تعارف بھی کر دیا۔

”کیا تم بھری ازانِ علیخانی کو تجہیک کرنے میں مدد کر دے کے؟“ ”چون بولا۔
”ہاں کیوں نہیں۔“ تیوں نے ایک ساتھ کہا۔

”پہلا بہار ازانِ علیخانی کے پاس پہنچے ہیں۔“ چون نے کہا اور اس کے بعد وہ تیوں
اکے ساتھ بھیجے پہنچے گے۔ کیونکہ بہار، ازانِ علیخانی کے پاس موجود تھے۔

”اُس کو تجہیک کرنے کے لیے مجھے کچھ پانی پانی، پانی اور ایک شیخش کا بڑا بکھرہ
چاہیے۔“ چون نے ازانِ علیخانی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”میں بھری سے پانی ادا کروں۔“ اولیں بولا۔

”میرے گھر میں شیخش کا ایک بڑا بکھرہ موجود ہے، جس کی بھری میں ضرور دست بخیں
ہے، میں وہ ادا کروں۔“ ظاہر بولا۔

”تجہیک ہے تم تجہاز پر لے کر آؤ، رستے میں میں سکھوں۔ سلم کی مرمت کر لیتا
ہوں۔“ چون نے کہا اور وہ تیوں دوڑھے ہوئے چلے گئے۔

☆

پھر ہی دیر بعد وہ تیوں سمانا ہا پکھے تھے۔ اگرچہ چون اپنے ہی ازانِ علیخانی کو تجہیک
کرنا تو شاید اسے دو دن لگ جاتے، اس لیے ان تیوں دوستوں نے بھی ازانِ علیخانی
تجہیک کرنے میں اس کی مدد کی جا گئی۔ چون نے ان تیوں کو کھاد دیا تھا کہ کوئی جو
کہاں پر اور کیسے نکالنی ہے۔ اب، چاروں پانیوں پیسے دیا کہ ازانِ علیخانی کو تجہیک کر
رہے تھے۔ چاروں سکل کر کام کرنے سے کام بہت جلدی ختم ہو گیا۔ ازانِ علیخانی پہلے
کی طرح جب تک رہی تھی۔ چون اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔

”جسے بھر جیسی آری میں تجہاز کیسے بھر دیا کروں؟“ میں ساری زندگی تجہاز ای
اسمان فہیں بھول پاؤں گا۔“ چون نے سوچنا شروع کیا۔

”یہ بہار ارض تھی، چون!“ ظاہر نے کہا۔

”چھوڑ دیتا اب میں کمزور ہیں کی سر کرتے ہیں۔“ چون نے ازانِ علیخانی کی طرف
بڑھتے ہے کہا۔

”اے، اے! بہت حودا آئے گا۔“ اولیں نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ اس کے بعد
وہ پہاروں ازانِ علیخانی میں بیٹھ گئے اور چون نے ازانِ علیخانی کو ادا کا شروع کر دیا۔ چون
کے ساتھ ساتھ وہ تیوں بھی زمین کے خوبصورت نکالوں سے لطف افراہے تھے۔

”دوستو! تم بہت خوش قسمت ہو۔“ تم اپنے خوبصورت سیارے پر رہتے ہو، جہاں
پانی بھی ہے اور بزرگ بھی، پہاڑ بھی، سمندر بھی، اور تو اور یہاں ہر طرح کے موسم بھی



جگل میں اتنی خنکی ہوا اور بزرگ کی روشنی کپاں سے آری ہے؟ ابھی اسد ہے
جہاں دپر جان ہو کر ہر یہ سوچتا ہے اسے ایک آواز سنائی دی۔

”مگر ایسے جگل خنکا ہے، یہ روشنی بزرگ کی آمد پر اپنا جلوہ دکھارتی ہے۔“
اسد نے آواز کی سوت چڑھو ہو گز کرو یکجا چاہا جان دیاں کسی بھی ایسی رون کوں پا کر
حیثاں ہیں؟

”آپ کون ہیں؟ سامنے آ کر بات کریں۔“ اسد نے اپنے ٹوکرے پر قہوہ پا کر کہا
”میں سامنے نہیں آ سکتی اور کوئی نہیں آ سکتی یہ آپ کا جلد پہنچ جائے گا، آپ
اس بزرگ روشنی تک پہنچ جائیں، ہاتھ کی بھروسہ دیں سمجھائی جائے گی۔“

اتھاں کا اسد نے اہدا ہام لے کر قدم آگے بڑھا ہے۔ راتے میں اسے بہت
سے درخت بھی دکھائی دیے جو بہار کا موسم ہوئے کے باوجود اپنی شادابی کو ٹوکرے تھے۔ ایسا
گلہ قابی ہے جو ان ہی نزان ہوئے ناکام ہانے کے لیے روشنی کی بزرگی دکھار بھادی گئی ہو۔
اسد ہب بزرگ روشنی کے سرے پر پہنچا تو یکدم ہو روشنی سرگزگ کی روشنی میں داخل گئی۔

”اوی! تھا کیا ہوا؟ نائیں ہا کہا تی؟“ اسد جو بہت جے سے اوی کی گود میں سر
رکھ کر لینا پر جس کی کہانی سن رہا تھا، اوی اماں کو چپ، کچھ کر بے قراری سے بولتا۔

”آج کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ کل ہم یہاں سے یہ شروع کریں گے، ابھی
بھری دہلی کا نام ہو گیا ہے۔“ اوی اماں نے پیارے اسد کو کہا تھا، وہ کتنے کی وجہ تھا اس
کا مریضی پر رکھ کر لاٹھی لیتھے ہے اپنے کمرے میں جائے گی۔
اسد بھی دہلی کو چاہتے، دیکھتے من ب سوراہ سونے کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے
آکھیں بد کیں تو فراہی سا بھی گی۔

* * *

”رکور کو اسدارک جاؤ۔“

اسد کا دوست احمد اسے زور زور سے آوازیں دے کر وہ کتنے کی کوشش کر رہا تھا تھا
اسد اس کی آواز فراموش کیے اندھا ہند بھاگنا ہوا جگل کی طرف جا رہا تھا۔

”آج میں اس جگل کا راز ہاں کر رہی رہوں گا، جو نگھر روز خواب میں اپنی طرف
بدلتا ہے۔“ اسد نے خود سے کہا اور پہلے سے زیادہ تیز رفتاری سے بھاگنے لگا۔ مگر یہ کیا

آئیں!

لال محل



کری اور سامنے رکھی بیڑا جس پر لالہ قدم کے کھانے پینے کی اشیا پڑتی ہوئی تھیں۔ کری پر چیلنجی ایک لڑکی بڑے انداز سے کھانا کھاری تھی۔ اسد نے اس کے پاس جا کر سلام آئیا جس کے جواب میں لڑکی بولی۔

“تو تم ہو وہ شہزادے جو آزاد کرواؤ گے لاں محل کی تھی ختنے والی ملکہ کو؟”

"ہوں!" اسد نے جواب دینے کی بجائے بکار بھرتے پر اکٹا کیا تو ہن کی جملہ
وہیں

”اکیس سال اور ایک سو مروجع بے تبارے پاس اگر تم بھی جواب نہ دے پائے تو
کوئی بھی زادی کی لذکر کو آزاد چیز کرو پائے گا۔ تو تم چار ہو؟“
”پاس میں چار ہوں۔“
اس سے کہا۔

”وہ کون ہی محقق ہے؟ جو سب سے پہلے چار پاہوں پر چلتی ہے، یہ ہے ہو کر وہ پہلوں پر اور بڑھتے ہو کر تین پاہوں پر۔“

”انسان بھیں میں چارہ نگوں سے بھیجن کے بعد دو چارے نگوں پر اور بوز عالم کو رتھیں دو
نگوں اور ایک لاٹھی سے چڑا ہے۔“

ایک منٹ کے وقفے کے بعد اس نے جواب دیا تو ایک بھائی کا کہا ہوا اور سب صاف ہو گیا۔ اسد پہاڑ پر ہے خوناک سے کھڑی طرف مل جیتا۔ وہاں ہو جو دجن جو جان پکا تھا اس کی پیٹلی پیٹلی کا گھنگی جواب سن کر جان سے ہاتھ دھونیٹھی ہے اور ملتزرب میرا نامہ بھی آئے والا ہے انھوں کر پاہر کو بھانگا۔ اس نے اپنے پانچ ہاتھ کو مدد کے آگے لانا کر کچھ پڑھا اور اسد کی طرف آگ کا گواہ پہنچا۔ اسد نے چندی سے سورہ الاناس کا درود کرنا شروع کر دی جس سے جن کے کسی جادو کا اسد بے کوئی اثر نہ ہوا۔ اسد سورہ کا درود کرتا آگے بڑھتا گیا اور جن پہنچنے پہنچنے والے آگ کے خول میں گز کر قابو گیا۔

دیکھتے ہی دیکھتے شاہزاد پری سے بھی چاود کا اڑکٹم ہوا اور وہ بھی اپنی اصلی حالت میں آگئی۔ بہت بہت لٹکر چڑھا دے! ہم آپ کا یا احسان کسی نہیں بھولیں گے۔ ”پری لے لکھ کر کباہ اور بخوبیں لاالِ محل کی جانب روادہ ہو گئے۔ جہاں ان کے آنسی پہلے ہی لاالِ محل کو دیکھنے کی طرح سماں کیا تھا۔ سب پر یاں ان کی آمد پر بخوبیں کی پہنچ ہاتھ میں پکارے ہوا گت کے لیے کمزی تھیں۔ سب نے اسد کا ٹھیریہ ادا کیا اور ٹھکر پری زادے اسد کو ایک چھڑی دنی بھی پر تھن سوتھوں سے ستارے بننے ہوئے تھے۔ اسد کی خوشی کا کوئی خلاکا نہیں تھا۔ اس نے لاالِ محل کی خوشیاں بو جاوی تھیں۔

۱۰۔ احمد اسدنی از کا وفت ہو گیے۔ اُنکی آواز اسدنی کا آنکھ مکمل گئی۔

”کیا وہ خواب تھا؟“ اس نے سوچا مگر اپنے سامنے بیٹل پر پڑی وہ شہری پھری دیکھ کر اسے یقین آگیا وہ خواب نہیں تھا بلکہ وہ حقیقت میں لال محل کی سیر کر آپا تھا۔☆

"اول بھل میں خوش آمدی ٹھہراوے۔ آئیے آپ کا ہی انتظار تھا۔" ایک بہت فوہادورت پوری والی رنگ کا ہل لباس زیب تھا کیے، سر پر اول اور ستری رنگ کا تاج پہنے، ہاتھ میں چادر تی چڑی کچڑے تھیں اس کے آگے جنگ کر رہی۔

”پرس کی آمد ہو گئی ہے۔“ چلپی پری نے آن کی آن میں پیغمبر پرے والیں میں پھیلا دی۔ نیکلی پری نے جب یہ سنا تو اپنی کٹلے کھڑے والی فرماں سنبھالی اپنی ذرعی بحمد نے کے لیے تخت کی پارب بھاگی جہاں تک پری زاد تکہ لگائے آنکھیں بند کیے ہاں کے حلاستہ و کھجوری تھی۔

”کوئی نیلی پری اکیسے آتا ہوا؟“ ملکہ پری زادتے بندہ آنکھوں سے ہی سوال کیا۔
 ”بہرست مال ہاپھ آپ پر قرباتِ مداری بیواری ملکہ اشناز است کی آمد کی خوبی دلی ہوں۔“
 نیلی پری اپنی گروہ کو رول تو ملکہ پری زادتے کہا۔

”وقت شان کیے بغیر خود اے کو ہمارے سامنے لا جائے۔“ جب اس کو ملکہ پری زد کے سامنے لا بایا تو اس کے جسم سے پھونگ روشنی دیکھ کر اسکی آنکھیں پڑھیا گئیں۔
”آپ کو بیہاں بانے کے لیےچھے ہمارا بہت بڑا مقصد تھا پرانس، جو آپ کے علاوہ اور کوئی پورا نہیں کر سکتا تھا۔ ہماری بینی جو اس تخت کی الگی چالیں ہے، اس کی گشتنگی کے سلسلے میں آپ کو بیہاں لا بایا گیا ہے، وہ ایک شیخانی جن کی قید میں ہے۔“

مکر پری زادگی بات من کرا اسد نے پوچھا
”مگر میں تو بہت پچھوڑا ہوں جن کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔“
”بات پچھوڑنے پرے کی نہیں ہے شہزادے۔ جن کی قیاد سے ہمارے ہمدرد گوئے کو اس
وی رہا کر سکتا ہے جو شادی کے دس سال بعد پیدا ہوا ہو اور اس کے دس سال بعد بھی کوئی
بین بھائی یا بھائیں ہوا ہو۔ ہم بہت خر سے سے ایسے پچھے کوڈھوڑا رہے تھے۔ آپ کی آمد
کے بعد یہ دس سال ہم نے کیسے گزارے ہیں یہ ہم جانتے ہیں وہ ہمارا خدا وہاں تکنپے سے
پہلے راستے میں ایک لالکی سے آپ کی ملاقات ہو گئی جس کے سال کا بھی جواب دینے پر
ہی آپ اپنی منزل تک پہنچنے کے نہیں تھے آپ رست بھٹک جائیں گے۔ وہ لالکی بھی اسی
شیطان جن کی ساتھی ہے۔ یہ شر طاہے ماہن تکنپے کے لیے۔ ہتھاتے ہوئے مکر پری زادگی
آمد از تعریف کیلئے مگر اس نے جلدی عجیب خود را سارکر جن کے لئے کاراٹے کر کر نہیں گئی۔

اسد نے اندکا نام لے کر اجازت چاہی اور سفر پر روانہ ہوا۔ جنگل کی وہ جگہ تھی جس میں جنگی کر کی جنت کا گمان ہوا تھا تھا۔ آسمان کو پھوٹے ہوئے ہوئے درخت اور زمین پر بھی رنگ برتنے پھولوں کی بیٹیں بھرپوری پڑی تھیں۔ منکے منکے چینے پھل اور پھول ان درختوں پر لگے ہوئے تھے۔ اسد آکے بڑھتا کیا اور پھر جنگل کے پیوں نے اسے ایک عجیب و غریب قسم کا نثارہ دیکھنے کو ملا۔ درخت کے ایک تنے میں بڑا سوراخ تھا۔ ایک

نیا سال

ارسان اللہ خان

ہر آک نصف داری سے تھے بخوبی
کریں گے وہ کپڑوں پر اب اختری

جو اٹھے لگے تھے بہت دیر سے
سونرے دھن آنکھیں ملیں بخوبی سے

بخوبی کھیں جیں تو ناتی کھیں
کریں اب نہ ایاں پناہی کھیں

سونرے دھن آیا ہے ملے کر نوید
ایسی وقت ہوتا ہے جیسا کہ اب

امگی کوٹ کے کما کر تم کو فتح
پکھوئی روز میں پھر کرو گے حرب

نکش روز و شب کو زدرا بھی ٹھات
بھی کے جس دن تو کبھی کی بہرات

اگر تم کو ہے خوب نزارِ زکام
تو بہتر ہے مگر میں کرو تم آرام

سوچو! تم ماسک پہنو ضرور
تب ہی سب کھیں کے جھینیں ہشمور

رکھو اپنے ہاتھوں کو تم اتنا صاف
جزاائم تم سے کرس انحوں

محنت کی ہے رکھی جھینیں دیکھے بھال
کردا ہے بے شکن بیا اک دیال

اگر پھر ہے معمول پر اب حیات
مگر ہیں لو! ارسلان کی یہ بات

عقلی میں محنت ہے اور جان ہے
عقلی سنوا نصف ایمان ہے

نیا سال آیا ہے ملے کر نوید
ہر آک روز کو مولا کر دے تو حید

نیا سال امید کی ہے کرن
ہو خوبیوں میں ہر ایک بار بھگی

سوچو! تم خوب آگے بھو
تجھ سے پہنچیں سے پڑھو

خدا کا کریں حضر کیسے ادا
کردا ہی کی چانت کو ہے اب دیا

کہا دوسرستی کا آرام کا
کہ آیا ہے اب وقت پھر کام کا

پھوچو! آجا معمول ہے
تو کرتے جس ہم ہات اسکوں پر

میتوں سے مگر میں رہے صحیح دنام
بہت بھیتوں کا رہا اعتماد

بیو لاک ڈائی میں بس بھیں کوئ
بہت زندگانی میں آیا جھوڑ

ہوئی صاف اسکوں کی دھول ہے
کہ پھر کھل گی پھر اسکوں ہے

کے جلاں ہانے کی وجہ سمجھنیں آرہی؟ دعا کرو کہ ان کا جوان اچھا ہو وہ فتحی میں نہ ہوں
ورنہ تم سب کی شامت ہے؟" زین پری، مسکان پری اور شہری پری سے حاصل تھی۔
"چھ نجیں کس کی نظر لگ گئی ہمارے یادے پر جان و چند دن میں تی دیران سا
لگنے لگا ہے" شہری پری افسوسگی سے بولی۔

"مجھے تو لگتا ہے یہ ہیں کے جہات کی کوئی شарат ہے۔ ضرور انہوں نے کوئی
جادو کیا ہے۔ کوئی ایسا ستر یا جو لگا ہے کہ سارا پر جان بے راقی ہو گیا ہے" مسکان پری نے
اپنے خدشات کا انعام کیا۔

"باں شاید ایسا ہی کہہ ہو۔ جہات کی شarat ہو سکتی ہے۔ حد تھی تو برت کرتے
ہیں وہ ہمارے پر جان سے۔ اتنی خوبصورت، سرسرزہ شاداب بجکہ اور کچھ ہے بھی تو
نہیں۔" شہری پری بولی:

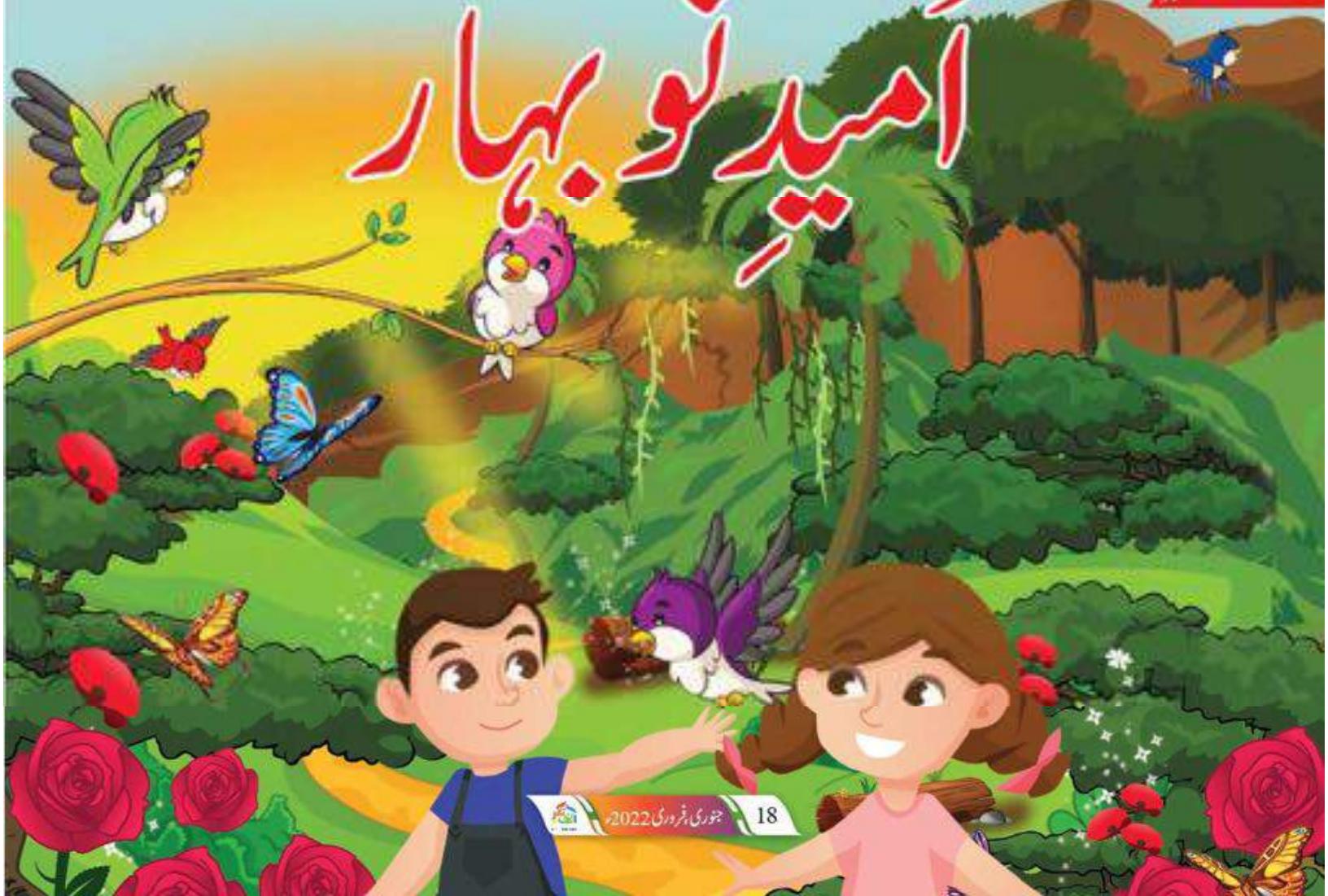
"چلو بھی میں چلتی ہوں تیار ہو جاؤں وہ ہمارے قلبے میں تھوڑا ہی وقت ہے۔" زین
پری شہری پری کی ہاتھ میں ہوتے کے بعد بولی۔
"بس، ہم لوک بھی جلدی سے تیار ہوتے ہیں۔ تھوڑا ہی وقت ہے" مسکان پری بھی
یہ کہتے ہوئے اٹھ گئی۔

پر جان میں بھی بھاگی تھی۔ جو کوئی بھاگ مدد میں لگا تھا۔ ملکہ پری نے بھائی
ٹھوڑے سب ہیں اُنگیں میں حاضر ہونے کا حکم دیا تھا۔ جو کوئی ایک دھرم سے پوچھ رہا
تھا کہ آخراں بھائی اجلاں کا اچا کم متصدی کیا ہے؟ پوچھ پریاں تو ذریحی رہی تھی کہ ٹھایہ
کوئی غلطی ہو گئی ہے جس وجہ سے ملکہ پری نے سب کو ان میں فوراً حاضر ہونے کا حکم دیا
ہے۔ مسکان پری کی مکارا بٹنا تھا تھی۔

"لگا ہے کوئی بہت ہوئی ہاتھ ہے، وہ اس طرح ملکہ پری نے بھی بھیں ہیں ہیں۔"
شہری پری مسکان پری کو فخر مددی سے کہہ رہی تھی۔ پر جان کے مالا مال سب کے مامے
جیں بھر بھی تم لوگ سوتھے ہو کر ملکہ مالیہ نے بھیں کہس ہا ہا ہے؟" زین پری نے کہا۔
"اجھی طرف تو جانتے ہیں سب کہ پر جان میں پچھلے پورہ دن سے ہائل کیا رہا
ہے۔ سارے بامات دیران ہاور ہے جیں پھر ہوں کی رنگت بھلکی پر رہی ہے۔ آشادوں کا
پانی پسے جس شفاف نہیں رہا۔ پانی کی رہا ہی اور بہادر میں بھی کی آگی ہے بیچے پانی کم ہو رہا
ہے پاٹھم ہونے والا ہے۔ پھر سوکھ رہے ہیں۔ بزرگیاں پہلے کی طرح اُنگیں رہی جو
اُنگ رہی جیں وہ اسکے سے ٹھرو ہیں۔ آسان ہر بھی ٹکا جاساندھرا ہے جیسے سورج لٹکنے کو
تیار ہو۔ پھول مر جمار ہے ہیں۔ پرندے بھی جوچھا نہ بھول گئے جیں اور تم لوگوں کو ملکہ پری

حاکم اطہر

اُمید نو بہار



سہر پرپی نے ملکہ پرپی سے کہا۔ ”طلسماتی آئینہ حاضر کیا جائے اور بھول گر دکھایا جائے“
ملکہ پرپی نے جانلی بجا کر حکم دیا۔ اسی لئے ایک پرپی طلسماںی آئینے کر حاضر ہو گئی۔ یہ سے
درہار کی نظریں طلسماںی آئینے پر جمعی تھی۔ طلسماںی آئینے میں بھول گر دکھائی دے رہا تھا۔
ہر سے بھرے ہائے کام کا مظہر تھی جس میں ایک لاکھا درخت کے پیچے کھڑا تھا جس میں ایک نوکری
نکلوے اور درخت کے اوپر ایک لاکھی چڑھ کر سب تو زور کرو کری میں پیچک رہی تھی۔

”شاہزادے گل احمدی کوہرہ بوری ہے“ امیر حمزہ بولا۔

”بس بھائی اور سوچ اور“ شاہزادے گل و جس سے چلائی۔ سارا درہار طلسماںی آئینے
میں یہ مظہر دکھر دکھا تھا۔ لاکھی کو کری میں دو آختری سبب ڈال کر چھڑا گکہ مار کر درخت سے
آٹھی اور اسہرہ صرہ سے تیہوں کی توکری پکڑی۔

ہائے کام کا مظہر بہت ہی کافی تھا۔ ہر اجرا ہائے درجگ رنگ کے پھول اور رنگ بر گی
آٹھی تھیں جو پورے ہائے میں آٹھی پھر رہی تھی۔ سب پر پاس پرپی دلچسپی سے طلسماںی
آئینے میں دیکھ رہی تھی۔

”کیا یہ دونوں اس سے کام و خود میں کے اور پرستان آنے کے لئے تیار
ہو گئیں کے“ ملکہ پرپی نے فرمادی سے پوچھا۔

”تھی ہاں ایسے دونوں بیچھے ہی پکام کر سکتے ہیں اور دونوں پرستان ضرور میں گئے“
ڈیجن پرپی نے یقین دہانی کروالی۔ ”لمحک ہے پھر انہیں پرستان لایا جائے اور خداں دے
کر پہنچا سے صعبان ہیں ان کی عاطرہ دارت میں کوئی کمی نہیں ہوتی چاہیے“ ملکہ پرپی
سارے درہار سے حاصل تھی۔

اجراں تھم ہون کا تھا۔ ازان والیں دی میں بکھارا دعا قاہرہ اور زمرہ جمیعی خود جاری تھی
شاہزادے گل اور امیر حمزہ کو لینے کے لیے۔ زمرہ پرپی بھبھ پھول گر دیکھی رات کا اندر ہمرا
مجھیں کا تھا۔ پرندے اپنے اپنے گھروں کو کوت رہے تھے خندی ہوا گئی پھل رہی تھی۔
زمرہ پرپی نے امیر حمزہ اور شاہزادے گل کے دروازے پر دھک دی، دونوں نے زمرہ پرپی
کی ساری باتیں بہت توبہ سے سنی اور پرستان جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ امیر حمزہ اور
شاہزادے گل نے اپنی اپنی سے پرستان جانے کی ایجاد تھی اور زمرہ پرپی کے ساتھ ازان
حالیں پر دیکھ گئے۔ چالیں ہوا میں بلند ہوا، آہان پر چکتے ہمارے دور میں پرچھوٹے
چھوٹے نظر آتے گئے۔ دونوں ہی چالیں پر دیکھنے اور گرد کے مظہر سے لطف انداز ہو رہے
تھے۔ زمرہ پرپی و دونوں کو مختلف بھجوں کے بارے میں بحثی بھی جاری تھی۔ پرستان سے
کچھ پہلے بحث کا علاقہ تھی آیا جو انہیں تھے میں ذرا باہم تھا۔ امیر حمزہ نے بہت خور سے

بحث کے شرکوں کی کھا اتھی جسے میں ہر چیز سیاہ چادر میں جبھی ہوئی تھی۔ تھوڑی ہی دری
میں پرستان آگیا۔ ازان قائم زمین پر اتر اتو بہت سی پریاں دا میں، بائیں قطار بنائے
ہاتھوں میں پھولوں کی پیسوں کے قبال اٹھائے کھڑی تھی جیسے ہی امیر حمزہ اور شاہزادے گل

ملکہ پرپی کے درہار میں سب سرگوشیاں کر رہے تھے۔ پرے درہار میں بھکی بھکی
آوازیں گوئی غریبی تھی۔ سب اپنے خدشات کا اٹھکر ایک درہرے کے کاؤن میں مند
ویچے کر رہے تھے، کہ اعلان ہو امکنہ عالیہ درہار تحریف اوری ہے۔ ایک دم سے سارے
درہار میں سنا ہا چھا گیا۔ سب پریاں ہمودب ہو کر جنہے گیس۔ جیسے ہی ملکہ پرپی درہار میں
ڈھل ہو گئی سب تھیسا کھڑی ہو گئی۔ ملکہ پرپی بڑی شان سے پہنچی ہوئی اپنے شاندار
تحت لکھ پہنچی۔ تحنت بے حد غریبیوں سے اور شاندار تھا۔ تحنت پر جنگ جنگ بھرے جلا سے تھے
جس سے رہشیاں پھوٹ رہی تھی۔ ملکہ پرپی بڑی دنیا کوست سے تحنت پر رہشیاں ہوئی۔
تحنت پر ڈھنڈ کر انہوں نے پرے درہار پر ایک نظر دہائی سب ہم سادھے ہیں تھے تھے۔
ملکہ پرپی کی نظریں چیز کی کوچھیں کر رہی تھیں۔ یہ ملکہ پرپی کی نظر و ہیں پرپی پر ہو کر نظر گئی۔
”ڈیجن پرپی اپنے شان کے حالات آپ کے سامنے ہیں“ ملکہ پرپی ڈیجن پرپی سے
ٹھاکر تھی۔ ڈیجن پرپی اپنی کری سے انکھ کھڑی ہوئی۔

”آپ سب جانتے ہیں کہ آہنہ آہن سب کچھ جسی کی طرف جا رہا ہے۔ کوئی
بھی جنگ جھیں نہیں۔ زمین بھر ہو رہی ہے۔ پھل سہریاں اکنے کم ہوتے جا رہے ہیں۔
آہنی روں اور بھجوں کا پانی بہت کم ہو گیا ہے اور دیکھ کر لکھا ہے بہت جلد ستم ہو جائے گا۔
اگر یہی حالات رہے تو بہت جلد پرستان کا وہ ختم ہو جائے گا اور ہمارے اس لحکا نے کا
ہام و شان بھی گیس۔ ہے گا۔ ڈیجن پرپی آپ بتائیے یہ سب کیوں ہو رہا ہے؟“ ملکہ پرپی
نے ڈیجن پرپی سے پوچھا۔

”بھگ لگتا ہے یہ جہات کی ساری اسی سے اور انہوں نے اس کوئی پاہد کیا ہے۔“ ڈیجن
پرپی با ادب کھڑی اپنے خیالات کا اٹھکار کر رہی تھی۔

”میں ڈیجن پرپی اپنی جا سوسی زمبا سے ساری تھیں کرو ہیکل ہوں جاتا کہ اس
میں کوئی بھی گھیں۔“ ملکہ پرپی نے بتایا۔

”اس میں کام کیا ہے؟ جو کچھ پرستان میں ہو رہا ہے اس کا پہ کیسے چلے گا؟“
ملکہ پرپی درہار میں موجود سب پریوں سے پوچھ رہی تھی۔

”ہمارے پاوسیں تو میں کام ہو چکے ہیں۔“ دنہنک جانتے
کہ پرستان میں یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے۔ ڈیجن پرپی بولی۔

”میں ایک ایسی جنگ جاتی ہوں جہاں کے لوگ ہماری مدد کر سکتے ہیں۔“ سہر پرپی
کھڑے ہو کر بولی۔

”پیاڑہ سہر پرپی! جلدی بتاؤ، دری کیسی؟“ ملکہ پرپی بھتھنی سے بولی۔

”ملکہ! عالیہ ادیا میں ایک سرہنہ دشاہ اب گاہی سے پہنچا گر جس کی ہوا میں ہازگی
ہے۔ پھول لکھے ہیں۔ جھرنے بہرے ہے ہیں۔ دہان دو، بہن بھانی ہیں، امیر حمزہ اور
شاہزادے گل وہ ہمارے اس میں کام ہتا کتے ہیں۔“ میں ان پھوٹوں کو پرستان لانا چاہیے“

کانے کے بعد وہ ملک پری کے دربار کی طرف روانہ ہوئے کہ ان کو بتائیں وہ عمل
اوسمی نے میں ناکام ہر ہے ہیں۔

راستے میں ایک بول کوئی ان کے سروں پر آزدی تھی۔

سرمیلی کوں تم بہت اچھا کاتی ہو۔ شائزے ملے کوئی کسر میلی آزادی تعریف کی۔

”پاہے پنجاب جو نظر آتا ہے وہ بہت آنکھیں“ کوئی ان کے کام کے قریب گلکھانی۔

اوہ نظر سے اگئی۔ امیر حمزہ اور شائزے ملے سرمیلی کوئی بات پر خود کرنے لگے اور ملک
پری کے دربار میں داخل ہوئے۔

”کوئی تو خوبی؟“ ملک پری بے عینی سے کفری ہو کر پوچھ دی تھی۔

”ہم عمل وحدت نے میں ناکام ہے ہیں۔ مگن ابھی میں نہیں جائے اگر آپ
میں اجازت دیں تو ایک تجویز ہے خارے پاس“ امیر حمزہ نے بات عمل کی۔

”باہجگی تا قیادے پنجاب ملک پری ہوئی۔

”آپ پر حسان میں اعلان کردیں کے ہم اپنی دیانتیں والیں پڑے گئے ہیں، اور ہم
ناکام ہوئے ہیں۔“ میں اجازت دے دیں کہ ہر طبقاتی انگوٹھی یعنی کرنا سب ہو چکیں
سب کی نکروں سے اوچھل ہو جائیں میں کوئی دیکھنے نکے۔ پھر زخمیتے ہیں اس کا عمل“
امیر حمزہ نے ساری بات تائی۔

”پاکل کی گی کے، میں ابھی اعلان کرواتی ہوں کہ امیر حمزہ اور شائزے ملے کوں واہیں
جادہ ہے ہیں“ ملک پری نے ہتھیں بھا کر شاید وزیر کو بلا یا اور سکھ نامہ باری کیا۔

تحویلی ہی دیر میں پورے پر حسان میں پنجاب ملک کی آگ کی طرح بھل گئی کے
امیر حمزہ اور شائزے ملے واہیں جادے ہیں پر حسان میں ہونے والے واقعات کا عمل
اوسمی نے میں ناکام ہوئے ہیں۔ اور امیر حمزہ اور شائزے ملے نے ملکی انگوٹھیاں
اپنے اپنے ہاتھوں میں ہمکاری اور رب کی نکروں سے اوچھل ہو گئے۔ دلوں وہ بارہے
پر حسان میں گھومنے لگے۔ اچاک ان کی تھریزی تو بزری پری باخوبیں کھرے کا ڈاکلے
انکی رہنماد ہو کر اور سارا گمراہ سارہ بھری کے گرے کے ساتھ پیچکہ ہوا۔

”سارہ پری کی سمجھی دیکھ دیتے ہیں۔“

”شاید نیم پری نے“ سبز پری پھنس دیا کروں۔

پچھیں کیا مدد ہے نیم پری کو؟“ سارہ پری اپنی جاہوئی پھری سے کھرا اعاب
کرتے ہوئے بولی۔ شائزے ملے اور امیر حمزہ ہیں پری کے گرد واہیں ہوئے۔

ذیں پری کے گھر طبقاتی انگوٹھی پہنچنے کی وجہ سے وہ سب کی نکروں سے اوچھل ہے
اور کوئی انہیں مبنیں دیکھ سکتا تھا۔

لنشیں پری پیٹھی تھی اور کھری تھی کہ:
”لنشیں پری پیٹھی تھی اور کھری تھی کہ:

ازن ہالیں سے آتے۔ پریاں اُن پر پھلوں کی پچاں پچھاڑ کرنے لگی۔ نیم پری نے
آگے بڑاہ کر شائزے ملے کو گلے لکھا۔ اور دلوں کو ملک پری کے دربار میں لے کر حاضر
ہوئی۔ ملک پری نے مسکراتے ہوئے ان کا استقبال کیا۔ امیر حمزہ اور شائزے ملے دربار
میں ہوئے۔

امیر حمزہ نے تھال سے ایک انگور انداخا دہ آدھا سیاہ قاب پھل یا تو آدمی سے یاہ تھا
تحویلے گلے ہوئے۔ ملک پری نے امیر حمزہ کو، بھکاری بھوپی۔

”ایسے ہی پھل اُگ رہے ہیں۔ یا اسے یا آدمی سے یاہ ہو جاتے ہیں یا گل سر
چلتے ہیں۔“

”کیا میں پر حسان میں سب مجذب جانے کی اجازت ہے؟“ شائزے ملے نے جال
کیا۔

”آپ سب مجذب جانکتے ہیں۔ میں ابھی حتم ہمہ جادی کر رہی ہوں کہ امیر حمزہ اور
شائزے ملے پر حسان میں سب مجذب آزاد گھوم سکتے ہیں۔ جس چیز با جگہ کے بارے میں انہیں
معلومات دکارہوں ان کو منیا کی جائیں۔ ملک پری نے حتم ہمہ جادی کر رہا۔ تھوڑی بھی دریں
دلوں پر حسان میں ملے کے ایک گھر کے باہر سے گزرتے ہوئے پنجاب اور سیانی ہی۔

وہ چھاپری کا کمر تھا۔ دروازے پر دھک دے کر دلوں بھن بھانی گھر کے اندر
واہیں ہوئے چھاپری بہت ہی پیارا یک بارہی تھی۔

”یہ کیک کس کے لئے ہے؟“ شائزے ملے نے پوچھا۔ نیم پری کی بھی کی ساگرہ
ہے اسی کے لئے ہے۔

”وہ اور یکھنے میں تھری دار گہرائے۔“ شائزے ملے نے کہا۔

”کھانے میں بھی تھری دار ہے پیاری لوزی“ چھاپری سکرتے ہوئے بولی۔
”دلوں بھن بھانی ہیں سے لگتے تو ساتھ تھارہ پری کی طری چادویں پنگھ بارہی تھی۔

”یہ کس لئے ہیں۔“ امیر حمزہ نے پوچھا۔

”نیم پری کی سمجھی شہزادی کے لئے۔“ تھارہ پری نے جواب دی۔

”پریاں تو سب بہوت پیارہ جنت سے رہتے ہیں بھانی دلت پرچھوں کو پانی دیتے
ہیں۔ تھند دینے سے بہت بڑی تھی ایک دہرے کو تھاں پھی دیتے ہیں۔“ پھر پر حسان
کے حالات دیتے کیوں ہیں؟“

”وہ بھج سے باہر ہے، جادو بھی جیں، جذات کا بھی، تھوڑیں بھرا بیسا کیا ہے؟“
ہمہ نکروں سے اوچھل ہے۔ امیر حمزہ سوچ رہا تھا پر کوئی سر اپا جھنگیں لگ، رہا تھا۔ رات
کو سب نیم پری کی بھی کی ساگرہ میں شامل ہے سب بہت خوش تھے۔ دھمہ دھام سے
سالکہ منانی تھی اور امیر حمزہ اور شائزے ملے بالکل ناکام تھے انہیں بالکل سمجھنیں آرہا تھا
پرستان کے حالات دن بدن خراب کیوں ہوتے جا رہے ہیں۔ پورے پرستان کا چکر

رسے تو چندی دن میں نہم ہو جائے گا اور ہمارا کوئی لحکا نہیں پہنچے گا۔ اب سب مل کر فیصلہ کر لیں کہ اپنے دلوں کو بھوت کیسے حسد بخش سے پاک کرنا ہے اور اپنے اس پرستی کو بچانا ہے یا ان راتیوں کے ساتھ ہی نہم ہو جائے گے۔ ملک پری بے حد کہ سے بول رہی تھی۔ سب پر یاں خاموش اور شرمدہ تھیں اور نظریں جھلی جھلی پرے دربار میں بنادیں تھیں۔ اخڑا جن پری نے اس خاموشی کو توڑا۔

"ملکہ! عالیہ ہم سب تجارتیں ان تمام راتیوں کو بچاؤ نے کے لیے ہم اپنے پرستی کو کچھ نہیں ہونے دیں گے۔" ذہین پری ایک ہزم سے بولی اور ہاتھی پر یوں نے بھی ذہین پری کی ہاں میں ہاں ملائی۔ اگلی ساری بہت راشن اور پھر دھرمی سب پرستی کے بہے باٹھ میں شیتھ تھے۔ اخیر حزہ اور شائزے ملک نے اپنی اپنی زندگی سے "اسید" دیوار کے قریب تھا اور سب پر یوں کے ہاتھوں میں دے دیئے۔ مکان پری نے مسکراہت کا چیز بولی۔ زمرہ پری نے قی کا سارا بھر کی نے روشنی کا ذہین پری نے احساس اور طمینہ کا ایک ہڈی اور جزو نے محبت کا شائزے ملک نے آن کا اور ملک پری نے سماں کا چیز بول دیئے ہیے اسی پری کے اور ملی برادر کر کے اسے یا۔ چ ایک ہڈی کی کھل احتیار کر کیا اور پوہا ایک ہڈی وہفت اور چاہوا بھر ایک ہڈی کا درود رکھتے ہیں گیا۔ پرستی کے بھول اور بارہ ملک گئے۔ سارا مظہر ایک ہڈی میں بدل گیا۔ سب پر یوں نے اخیر حزہ اور شائزے ملک کا حصہ ادا کیا۔ ملک پری نے اخیر حزہ اور شائزے ملک کو بہت سے تھاںک سے نوازا اور وہ دلوں سکراتے ہوئے ازان قلنی پر یونہ کر کی دیواری طرف رواد ہو گئے۔

بُل بُل کرتی آئیں چیزیں
خوب ہی شور پھائیں چیزیں

چھڑیاں

سید اشرف تھیوں

بھاگے آئیں سب نئے پھے
یعنی باجھو ن آئیں چیزیں

اخیر اُھر اُذکر بُچا
بُل اپنی جان پھائیں چیزیں

بھیسے ہی ہو جائے شام
وہیں سکر آجاییں چیزیں

سُن سویرے انھوں گر اترف
حمد اللہ کے گائیں چیزیں

"میں تو ساگرہ میں جاتی ہیں اس لیے بھلی گئی کہ ملکہ پری تھک ہاتھی تو اچھا نہیں ہو گا۔ میں بالکل پرندہ کیں کرتی دلوں میں بھی کو مفرود جیں دلوں۔" ذہین پری نفرت سے مغربے لپچے میں بول رہی تھی۔ اخیر حزہ اور شائزے ملک نے ایک دھرم سے طرف دیکھا معاشر اب ان کی سمجھو میں آئے تھا تھا۔ وہاں سے لکل کر دو پرستی کے باٹھ میں آپنی تھی۔ باٹھ میں کوئی کوک رہی تھی۔ تھلیاں مر جائے پھولوں کے کرداد اس تھیجی تھی۔ ایک تھی اور کریش نوٹے ملک کر ہاتھ پر آجھی۔ کہوں کے ملمساتی انگلیوں پہنچ کی وجہ سے صرف پرندے ہی انہیں دیکھ سکتے تھا اور کوئی نہیں۔

"پاری لاکی جب دل صاف نہ ہوں تو سب کوہ میلا ہو جاتا ہے۔" تھی ہات کر کے اڑاگی۔ دلوں بہن بہانی ملک پری کے دربار میں حاضر ہے۔ ملک پری نے پڑھوں اور اسیں ان کا اختیال کیا۔

"کچھ پڑھ پڑھ پڑھ پڑھ۔" ملک پری انہیں نیچے کا اٹارہ کرتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔
"تھی ہاں اسہ پڑھ پڑھ ملک گیا۔ پرستی میں لئے نہیں والے سب لوگوں کے دل سیاہ ہو چکے ہیں۔ سب بظاہر ایک دھرم سے محبت کا دم بھرتے ہیں لیکن اصل میں ایک دھرم سے ناصرف نفرت کرتے ہیں بلکہ حسد بھی کرتے ہیں، جھوٹ بھی کرتے ہیں۔ وہ جھوٹی بھوٹی برائیاں جو بھاہر نظریں آتی بہت ہی صیبا کف ہوئی جو اور زوال کا ہامٹ بھی ہیں۔ جب پرستی میں پاری محبت اور احساس تھا سب کو تھا اس پر نہیں تو آہستہ سب چیزیں بھی نہم ہو رہی ہیں۔" اخیر حزہ نے تفصیل دی۔

"اس سب کو لیک کرنے کے لیے ہم کی کر سکتے ہیں اخیر حزہ؟" ملک پری نے سوچل کیا۔

"ہمارے پاس جادوئی "آسید" تو بھار کے چیزیں۔" اخیر حزہ نے اور شائزے ملک نے اپنے بیٹے پر بندگی جادوئی زنبیل سے وہیں نکال کر ملک پری کو کھاتے۔

"ان بیکوں کا کامہ دھبی ہے جب پرستی میں لئے نہیں والے سب لوگ اپنے دل سال کر لیں اور پاری سچائی اور ایمانداری سے اپنے ہاتھوں سے دھچکوئیں۔" اخیر حزہ نے بات کھل کی۔ ملک پری گہری سوچ میں تھی۔ ہاتھ بھاکر ملک پری نے دھر کو جانا اور بیکاہی اجلاس طلب کیا۔ تھوڑی ہی دری میں ملک پری کے دربار میں سب ماطرستے۔

"یہ تو ہم سب جانتے ہیں کہ اسکے کام کا تجربہ بھی بیٹھا اچھا ہوتا ہے اور ہرے کام کا بھاک پرستی میں کچھ ایسی برائیاں گھر کر بھلی ہیں جو بھاہر نظریں آتی لیکن دل کو ساہ کرتی ہیں رون کو آؤ دہ کرتی ہیں دھیں جس بھوت، حسد، بھٹک، کین، احساس اور طمینہ کی کی۔" سب پر یوں کے رنگ قلچے تھے۔

"میں کسی کا نام نہیں اوسی کی یعنی آپ سب خود اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں کس کس کی بات کر رہی ہوں۔ پرستان آہستہ تباہی کی طرف جا رہا ہے یہی حالات



”اُس لیے کہ پرندے میرے دوست ہیں، وہ مجھ سے خطرہ محسوس نہیں کرتے۔“
ہا جس نے کہا۔

”اوے! اوے!“ تحریر میاں بولے۔

”خیر، میں تو تم سے ملتے آیا ہوں، تم نے پرسوں اسکول میں بتا تھا ان کو تمہارے پاس بہت ساری کہانیوں کی کہاںیں موجود ہیں۔ میں بھی پڑھوں گا، مجھے کہاںیں ہیں میں بہت شوق ہے۔“ تحریر میاں خوشی سے بولے۔

”ہاا! آؤ! میرے کمرے میں بچتے ہیں۔“ ہا جس نے اس کا ٹھوٹھا۔
.....

”مجھے بھی ہا جس کی طرح پر محسوس سے سے کرنی پا ہے۔“ ہا جس کے کمرے والیں آکر تحریر میاں کر کے گئیں میں بھی چاہی پڑھاں پڑھتے رہا رہے تھے۔

”کتنا اچھا گئے گا، جب میں پرندوں سے دوستی کروں گا، ان کے ساتھ کھلیوں گا۔“ تحریر میاں نہ ڈالتے۔

”مگر ان سے دوستی دیتی ہو گی کیسے؟“ انہوں نے سوچتے ہوئے سر کھوایا۔
”نہیں، نہیں، نہیں!“ انہوں نے سر اٹھا کر دوار پر بیٹھی اور گیت گا تی پڑھوایا کو دیکھا تو انہیں بے پناہ سرست محسوس ہوئی۔

آج اتوار کی بھٹکی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے تحریر میاں اپنے دوست ہا جس کے کمرے کے تھے، میسے انہوں نے انہوں کو دیکھا، کیا وہ بکھت ہیں کہ ہا جس مگر کے گھن میں کھڑا تھا۔ ہا جس کے آس پاس بہت سی چیزیں، الیاف زینتیں پڑھیں، ہاتھ پہنچنے میں صرف ہیں اور ہا جس ان سب کو داد دن کا دال رہا ہے۔ تحریر میاں کے لیے یہ تحریر جیسے تھی۔ انہیں یہ کچھ کہا اور بھی زیادہ جیسے تھے ہوئی کہ چیزیں، الیاف پھر کسی خوف کے لئے نہیں ہیں، انہیں ہا جس سے کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوں گا۔

”اوے! تحریر! آؤ! بھی اور آؤ!“ ہا جس نے دروازے کے پاس نہ کے تحریر میاں کو دیکھا تو خونگوار جیسے سماں تھا سے کامائے لگا۔ تحریر میاں چھرے پر چھائی جیسے کھڑا بہت میں تجدیں کرتے ہوئے ہا جس نے پاس پہنچا آئے تھر سارے پرندے اسے دیکھتے ہی اڑ گے۔

”چاڑ کیوں گئے؟“ تحریر نے پوچھا۔

”کیونکہ انہوں نے جھیس دیکھ لیا تھا اور تم سے خطرہ محسوس کر کے اڑ گئے ہیں۔“
ہا جس نے نہ کر رکھا۔

”تو تم بھی تو کب سے ان کے پاس ظہرے تھے جھیس دیکھ کر وہ کیوں نہیں اڑے؟ تم سے انہیں کوئی خطرہ محسوس کیوں نہیں ہوا؟“ تحریر میاں نے بھیجنے سے ایک ساتھ کوئی سوال کر دیے۔

تیر میزا اور پرندے

سلمان یوسف سعید

"پاری بڑا!" وہ بڑا کی طرف بڑھے۔

"بھوئے دیکھیں!" اور پھر پیغمبر سے ازگی ان کے سوال کا جواب دیے گھر۔
تحریز میاں دیکھتے رہ گئے۔

اب ایک لالی گھنی سے ازگی ہوئی اسی دلدار بھائی۔

"پاری لالی اونچے تم سے دوستی کرتی ہے۔" مجھے ہی وہ آگے بڑھے، لالی خطرہ
محسوس کرتے ہوئے بڑا کر گئی کوئی بندہ ان سے دوستی کرنے پر خامد نہیں تھا۔

"بھوئے تو کوئی بھی پرندوں سے دوستی نہیں کر دے۔" تحریز میاں رنجیدہ ہوتے گئے۔ فر
جھے چھے انہوں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور زور سے دن ٹھیک سورے ہاس کے گرد پڑتے

ہے۔ سب مہول ہاس اپنے "دوخوں" کے آگے دادا دادا لے میں مسرد تھا۔
تحریز کو دیکھتے ہی تمام پرندے دادا کا پھر ڈکڑتے ہیں تحریز میاں منہاتے گے۔

"لو بھی! تمہارے یہ دوست تمہارے اس دوست کو دیکھتے ہی ازگے۔" تحریز
میاں نے ہاس کو دیکھا۔

"ہاہا!" ہاس نہ کر پش دیا اور ہلا:

"بھی، وہ کسی بیٹھراویں صحن سے اترتے ہیں۔"

تحریز میاں بنکارہ ہم کر کبھی نہیں۔

"اچھا، میں تمہارے پاس ایک کام سے آیا ہوں۔"

"ہاں ہاں اتنا تو۔"

میں نے کل کوشش کی کہ ان سے دوستی ہو جائے مگر نہ ہو سکی۔

"کیسے کوشش کی جی؟"

تحریز میاں نے کل ول ساری بات ہادی ہنسنے شروع ہاں کوٹھی کا درود ہے۔

"ایسے دوستیں کرتے پرندوں سے!" ہاس بولا۔

"میر کس طرح کرتے ہیں؟" پوچھا گیا۔

"میں دوستیں سے آجی روشنی لے آں۔" ہاس مکن کی بات برٹھنے لگا۔

"کیوں، کیا ابھی ناٹھنیں کی تم نے؟ رکو پہلے نجھے تم پرندوں سے دوستی کرنا
سکتا ہے، بھر بھرے گر بھیں کے، وہاں صحیں آجی روشنی نہیں بلکہ پوری روشنی دوں گا،
ہر سے کھانا۔" تحریز میاں ایک سانس میں کہہ گئے۔

مکن کی جانب پڑھتا ہے جس زکما، اُسے دیکھا اور زور سے بٹھنے لگا۔

"میں آجی روشنی اپنے لیے نہیں لیتے چاہدے۔" ہاس نے بتایا۔

"میر کس کے لیے؟"

"تم دیکھتے جاؤ۔"

"اچھا!"

اور ہاں آجی روشنی لے آیا، پھر اس کے پھونے بھوئے کھوئے کیے اور تحریز
سے کہا۔

"تم اس کمرے میں پہلے جاؤ اور کمرے کی کھڑکی سے خلاڑ کرو۔" تحریز میاں
کمرے میں پہنچے گئے اور کھڑکی سے جھانکنے لگے۔

ہاں ان کے پھونے بھوئے کھوئے کیے دیا تھا۔ ہاں آئے
لگیں اور ہاس پلٹکیں۔

"اچھا تو ایسے کرتے ہیں پرندوں سے دوستی۔" کھڑکی سے باہر کا خلاڑ کرتے
تحریز میاں کو پہلے چاکیا تھا۔

ہاس نے سکراتے ہوئے کھڑکی سے جھانکنے تحریز میاں کو دیکھا اور اشارے
سے کھا لیا۔ تحریز میاں کے باہر آتے ہی پرندے اڑاگے۔

"پرندوں کو دانہ دلانا، کھلایا کرو، پانی پانی کرو تو وہ تمہارے دوست بن جائیں
گے۔" ہاس کی بات پر تحریز نے سر برداری۔

☆.....☆

اگے اواریج ہوتے ہی ہاس تحریز میاں کے گھر ان سے مٹے چلا آیا۔ دیکھا کہ
تحریز میاں گھنی میں کھڑے پرندوں کو دانہ دلانا اور روشنی کے پھونے بھوئے کھوئے دیں
رہے ہیں، پرندے ہرے سے چک رہے ہیں۔ مجھے ہی ہاس ان کے قریب آیا، سب
کے سب پرندے اڑاگے۔

"اوے، یہ تو ازگے!" ہاس بولا۔

"ہاں، کیونکہ یہ ہر سے دوست ہیں، تمہارے نہیں!"
تحریز میاں اور ہاس ایک ساتھ قیمتی کانے لگے۔

☆.....☆

خانہ کے عجیب

خانہ کوپری ہاس نے طرف کے سارے ہوٹل ہوہنے والے ہوٹل ہوہنے والے ہو۔

خانہ کوپری کے لیے سب سے پہلے ہاں ہوئے، اس کو دیکھنے والے ہو۔

آٹیلی سے پہلے خانہ کوپری حلقی ہوا۔

خانہ کوپری سب سے پہلے ہاں ہوئے، اس کو دیکھنے والے ہو۔

خانہ کوپری خانہ کوپری سے پہلے ہاں ہوئے، اس کو دیکھنے والے ہو۔

خانہ کوپری خانہ کوپری سے پہلے ہاں ہوئے، اس کو دیکھنے والے ہو۔

خانہ کوپری خانہ کوپری سے پہلے ہاں ہوئے، اس کو دیکھنے والے ہو۔

خانہ کوپری خانہ کوپری سے پہلے ہاں ہوئے، اس کو دیکھنے والے ہو۔

خانہ کوپری خانہ کوپری سے پہلے ہاں ہوئے، اس کو دیکھنے والے ہو۔

(ابوالاس)

روشن صبح

فرزین لہرا

سے اسلام آباد کا فرمازی میں مٹے کرنا ہے۔ کچھ احمدزادہ بھی بے جسم اخوند پوری نہیں ہو گی تو فرمازی میں ہو کیتے ہے کہ؟ پچھ کر کے سوچا۔ ”خود نے ڈپٹ کر کیل اپنے ڈپٹ بک لے لی۔ فخر نے ماہی سے خود کو بکھار دیکھا اور مگر کارخ کیا نہ ڈال کا پکت لکلا اور جھٹ پٹ پٹ ہو کر شوہر سوت سے ہٹ کے پیاسے ہیں انہیں کراپنے اور خود کے مشترک کمرے کا درم کیا، کرے میں، مال ہوتے ہی نہ اڑکی خوشبو مرے میں بھیل گئی، فخر نے نہ اڑ سے گھر ایسا اپنی لکھنے کی میر پر رکھا اور خود کری سمجھ کر بیٹھ گیا۔ آہت سن کر خود نے کیل سے سر پاہ کیا، تو اڑکی جان لیوا خوشبو اس کے تھنوں سے لگ رانی اور اگلے ہی لمحے وہ اپنی ندیوی آنکھیں فخر کے نہ ڈال پر ہمایے اس کے پاکل بہادری کری پر ٹھنگی ہوئی کہہ دی جو۔

”میں کب ہو گی؟“ خود نے بے ہالی سے سوچا اور کیل میں مدد پھیلایا، خود ادھر دیکھ کر اس کے بھائی فخر نے پوچھا۔ ”خند کس آری؟“ ”خود نے کیل کے اندر سے تی جا اپد عاصاب سمجھا۔ ”خند تو بہت آری ہے تھیں مل کا سوچ سوچ کر غصی کے مارے آنکھیں لگ ری۔“ فخر اپنے بچک سے اخوند کراں کے پاس آگئی اور کیل سمجھا۔ ”بائی اخند تو مجھے بھی نہیں آری، اور اب بھوک بھی لگ کر شروع ہو گئی ہے۔“ ایک تو فخر کا کیل سمجھنے اور بہر بہت بھوک کی راگئی سن کر خول حملہ ہی تو گئی۔ ”خدا تم تو رہنے ہی دو، میں کچھ بیکے احتساب اور ساز سے سات بے میں کر دیں۔



دوی چانہ جھے سے گپٹ کرتے ہوئے کر رہے تھے جھوڑی در بعده بھوک سے خفر کی آنکھ مکمل گئی۔

"ابو احمد کھانا کب کھائیں گے؟" خفر نے عالی لینے ہوئے سوال کیا، آواز سے خور کی آنکھ مکمل گئی اور اس کو بھی بھوک سانے لگی۔ ابوی نے بڑی مبارات سے مود کا نتے ہوئے جواب دیا۔

"میرا بھی تو من چار سوکھ کھیں رکن کے کام میں بھائیں ہوتے۔" خور در خفر نے پہنچنے والے سینکس کا چینا کھول لایا اور بھیں سوکھ کھانے لگے جیسے ہی پیکٹ ٹانہ بخواہوں کاڑی کی کھڑکی کا چیڈ۔ یعنی کرتے اور باہر برداںک پر پھیٹ دیجے، اسی طرح کھاتے پھیتے ہاتھ پا پہنچے یا ان انجیں رات کڑا تھی۔ ابوی نے پیڈھی ہٹل میں بیٹھ کر رہا تھا، ہوئی تھی، ہٹل کے کروں میں پہنچنے ہی سب تھے ہارے ہتروں پر فٹے گئے۔ اگلی رجھ مہان سے اسلام آماد کے لیے ہونا تھا، سب نے پھر سے خوبی کرنا شروع کیا اور کاڑی میں جا چکے۔ پھر بار بار کی طرح اس بار بھی جب خفر در خور پکھ کھاتے، راتے میں پکرا پہنچنے جاتے۔ ایک دوبارہ ابوی چانہ نے پیکٹ ہی سر زبان بھی کی تھیں دلوں کے کام پر بھوک نہ رکھی، سوتے چاگئے کھاتے پیچے پو پو، اتنا مدد ان آخر کار اسلام آماد کی حدود میں واٹل ہوا، جہاں بھوک کے پیچے خوشی سے دمک اٹھے، جس اُنکی ابو اور دادی چانہ نے بھی سکون کا ساس لیا۔ اسلام آمادہ ہٹھ خوب رہا، ہر اور صاف سخرا دکھانی دے رہا تھا۔ بھی بھی شفاف سر کیں اور سر کون کے کاروں پر لگے تھار در قہار درخت الگ بھی بھبھکھارے ہے تھے، خفر نے چاکیت کا پیکٹ کھول کر پیکیت من رکھا اور غافل پیکٹ کو ہواوں میں ازتے کے لیے کھڑکی کے باہر پھیٹ دیا۔ اچاک ہی ایک کاڑی جیزی سے ان کی کاڑی کا دستکاٹ کر کھڑکی ہو گئی، ابو نے جیزی سے ہر یک لگائے، ہر اڑج چجائے اور کاڑی ایک بھٹک سے رک گئی، سب کے سب سم سے گئے، آگے ادائی کاڑی سے ایک فونی اتر اور سرہد حادث کی گاڑی کے پاس آ کر شیش، ہملا، ابوی نے گاڑی کا شیش یعنی کا تو، فونی پیچک سا کیا۔

"احم! کیا یہ تم تی ہو؟" ابو چانہ ام من کر جان سے رو گئے اور یا کیک ان کی آنکھوں میں بھی شہادتی ورگی۔

"لیجید اور تم تو یہ تی ہو؟" ابوجوزی سے در دارہ کھول کر باہر گل آئے اور دلوں میں آپس میں خل کر ہو گئے دلوں بھیجن کے دست تھے۔ پیچے بھی یہ خفر دیکھ کر گاڑی سے باہر گل آئے، فونی ایک نیچلی بھرے اندراں ابوی سے کہا

"احم! تم سے یہ امید نہیں تھی، تمہاری گاڑی سے یہ چاکیت کا ریچ اڑا کھا کر ملتا ہے۔" کاڑی میں آن پہنچا۔ بچو! آپ آپ لوگ یہ پکھرا سڑک پر پھیٹتے آرہے ہو؟ آپ سکون جاتے ہیں کیا سکوں کو بھی ایسے ہی گذا کرتے ہیں؟ آپ کے انہوں تو ایسا نہیں کرتے تھے۔"

"وہاں کیا خوشبو ہے، بھوک تو بھی بھی لگ رہی ہے، ذرا بچھا ہا۔" خفر نے بے تھاں جا رہی بھرے ہڑاڑات سے خوار کھوڑا۔

"ہمیں اُپر تھے جس مد کرنی ہیں، جب پوچھا لامیں کر دیا اور اب پچھائے کو کہدی ہیں، آپ کا پچھا لانے احتیجت سے ہے۔"

خوارے خوشابدی سکرہت ہیرے پر سچاتے ہوئے کہا:

"ابس ایک سے دلچسپی لون گی پاک۔" یہ کہ کرس سے پہلے کہ خفر کو کی جواب دے پاتا خوار نے پیالہ اپنے قفسہ میں لے لیا اور جسے ہڑے تھے جسی بھر کر دوڑا منہ میں بھر نے گی، خفر نے باغی سے جیزی سے خالی ہوتے پیالے کو دیکھا اور خود کھڑے ہو کر ہٹلات سے جیسیں کاٹ کیت اڑاتے ہوئے فیصلہ کی ادازیں کیں۔

"جب پیالہ خالی ہو جائے تو خود بھی بھی میں رکھو دیا، جیسی تھیں جاؤں گا رکھے۔" خود نے اٹھت میں سرہدیا اور تو اڑکھانے میں آگی رہی، پیالہ خالی کر کے خود نے سکون کا سانس لیا اور مکان کا رائے کیا، ہملا کا تھار دیکھ کر بے ساختہ دانت پیٹے گی۔

"یہ خفر بھی ہے، ذرا بھل جیسیں اس کو دوڑا جسکا خالی پیکٹ ہی سیں تھیں جاؤں گا رکھو دیا ہے۔" وہ بڑھاتے ہوئے پکن صاف کر کے کمرے میں، اسی ہٹلی تو جیسیں کا خالی پیکٹ فرش پر پڑا وکھ کرنے سے بہت خصد آیا۔

"خفر جیسیں ہے، اسکی صاف سفناقی کا خیال تھیں، خالی پیکٹ کوڑے دان میں کھوں گیں؛ انتے؟" خفر نے باتی کی بات سن کر لایا وہی سے جواب دیا۔

"چھاہا! آکھدہ جیساں رکھوں گا۔" خوارے اپنے خسر پر ختم دراز ہوتے ہوئے کہا "تمہرے باری یہی کہنے ہو تھا را پکھوں گیں، وہ سکتے۔" پکھوں دیں دلوں بھیں بھائی پاکا خرسوی گئے اور کمرے میں خاموشی چھاکی۔

چیل پانچ بجے سے ہی خفر میں کہا گئی شروع ہو گئی، اسی اسی خوار خفر اور دادی ہم سیت سب کے سب ہی کرامی سے اسلام آماد کے لیے نکتے دالے تھے، سب سے زادہ خوشی اور باتھوڑے نکھاتے دالی ہاتھ گی پیچی کے پیسے سرہد گاڑی میں ہی میں ہونا تھا، وہ نے کہا تھا کہ وہ گاڑی پاچا جیسی گے، اسی آگے بھیسیں گی اور خوار، خفر اپنی دادی کے سہرا بھیجیں لے پھر ہوں گے، سب کو کہ پہلے سے ہی میں کر لیا گی تھا۔ اسکی تھی سے بڑا تھی کہ سیکت اور وہ چیزیں ساتھ رکھنی ہیں جو گاڑی میں بنے دلت بھوک کے دلت کام آئیں، خفر اور خوار وہی ہی بھوک کے پکے تھے، انہوں نے اپنے کمان پیٹنے کی ساری چیزوں لی تھی۔ خفر کاروہ وقت آئی گیا، جب سب نے ہونا تھا گان لٹکے سے پہلے سب نے پورا گھر سینہ دیا، تھکے سے سفناقی کی تاک کہ جب گھر دیں آجیں تو گھر پہنچا دیتا ہے۔

کاڑی ہموار استوں پر تیزی سے بھاگی جاری تھی، پہلے تو خوار اور خفر دیکھی سے باہر تیزی سے بدلتے مناظر کو دیکھتے ہے لیکن پھر جلدی انہیں نیند نے آیا۔ اسی لئے اور



ذرانم ہولو

رخشدہ بیک



"کیون مجھ سے دے گئے اچھش اور درود۔"

مالیہ بھنی میں تھی۔ غرمان اور شایان کے لڑنے کی آوازیں کراور بھوں کے کمرے میں راسی ہوتی۔ کمرے کا حال اتر تھا، دھوں بھائی ایک درمرے سے حکم کھا لازمی میں کھلتے۔ جبکہ اب اس نامہ بگاتے سے بے پرواہ ہواں یہ لذت بھر بھیتیں میں صرف جی۔ مالیہ کا قرآن حکوم کر رہا کہا۔

"کس جا ایس کی تھا شکار کیا رہا ہے؟" مالیہ نے دستیں رکھ کر سخن لائے ہوئے دھوں کو ایک درمرے سے الگ کرتے ہوئے ایک نئے مکانی کا وہ اسہب پر دلی، ہوا بھی بھی لایا۔ اب وہ بھنی کا وہ سماں اور بھائیوں کو دیکھ رہی تھی۔

"اتی بھائی اتنے سبزی کا رلے لی اور مجھے دہنس مجھی دے رہے۔" شایان نے روٹے ہوئے سماں سے ٹکڑہ کیا۔

"غمان یہ کی طریقہ ہے جو ہے بھائی سے اس طرح کا سلسلہ کرتے ہیں؟ ایکہ آپ لے اس کا کھلوا لے پڑی اونی سے اس بری طرح لا رہے ہیں۔"

"اتی میں نے کھلیہ تھا تو ایس۔ اس میں ایس کیا ہوا کہ یہ اچھش رہنے پڑ گی؟" میں کھل کر وہ اس کو دیتا۔ "غمان نے بے پرواہی سے کامنے اپنائے اور شایان کی کار رہ سے زمین پر پھیک کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ رہ رہے بھیکھنے کی وجہ سے ہو چکے تھے۔ شایان اس کی حالت دیکھ کر مزید زور سے روٹے گا۔ لائب دوبارہ اپنے موبائل

"اُف یہ سے اپنا یا لاؤ جنگ کا کیا حال ہا کہا ہے تم تو گوس نے؟"

مالیہ بھنی پر بڑی کمر میں داخل ہوئی تو کمر کی اہمیت نے اسے پکار کر کھوایا۔ پھر سے کمر میں چند جگہ سماں، سکھنے کی لائیں، دشمنوں پیشے پڑے تھے۔ جب کہ لاؤ جنگ کی حالت سب سے غرب تھی پاروس جاہب بھرے کھنڈ اور کھانے کی تھیں، مالیہ نہایت پہنچ کر پہنچ پڑے۔

کھنڈ کے سامنے تھے۔ سماں تھیں پیچے بھی اسی طرح لیئے رکھوتے تھیں پیچے بھی اسی طرح کے سامنے تھے۔ مالیہ کی اسی اور دلکشی کا سامنے ملا۔

مالیہ کمرے میں بھی اور کپڑے پر بدل کر کمر کو سینے میں مشغول ہو گئی۔ اس وقت بھنی تھنچ بھنی میں سے کسی نے بھنی اس کی مدد کر دی۔ اس نے اُن کر فی، اسی پندرہ کو ایسا اور انہیں موٹے کی تھیں کرتے ہوئے خود بھنی کی کھدیر کے لئے اس تپر دار ہو گئی۔

اس کے تھوڑے میں کچھ عرصہ پیچے کا مختصرہ ہوش ہو گی۔ جب کہ کمر میں داخل ہوئی تھی تو تھنچ بھنچے اسے ادب سے ملام کرتے تھے۔ غرمان بھنڈاں کے لیے بھاگ کر بانی اتا اور لائب بھائیوں کی بھیجاں ایسے تھے جیسی کو درست کرنے کی ہر عملکن کا مشش کرتی۔ اگریں خالی رہنا تھا کہ اسی بھنی آئیں گی، تو تم اس اپنے کھنڈ کریں جس سے وہ ناداش ہوں۔ کمر اپ کے بھائیوں سے وہ کچھ تھی کہ تھنچ میں سے وہ احساس فتح ہو چکا تھا، بلکہ ایک بے جس قسم ہے کہ دلکار ہو چکے تھے۔

"یہ رابہ، میں تمہیں بیس دوں گا۔"

میں تھن ہو جی تھی۔ حال کا تو سب دیکھ کر بدل کر کوئی نہ لگا۔ وہ حیرت زدہ کفری پہن کا روپیہ نکھل رکھی۔

”وہ کیون؟“ نعمان اور شایان نے تم آواز ہو کر سوال کیا۔

”ابس ایک سری ادا کے آپ کے لیے۔“

تمارہ نے کھوں میں ہی اندازہ کر لیا تھا کہ پہن کے دینے میں کجا کامب سی ہے۔ اسکوں مستحق بنتے اور پہن کے روزمرہ کے معموں میں بہت بڑی طرح جائز بنتا تھا۔ پہلے وہ پاندھی سے اٹھاں جاتے تھے، اس کے بعد شام میں بخشن۔ وہ پھر میں قرآن پاک پڑھانے کے لیے قری ساحب آتے تھے، تو پہن کے پاس وہ اتر، عائل کے لئے ہائی تکس پچھتا تھا، اس کے بعد اب جب سے کہہ دنے پہن ہیں جوں ہر چیز زندگی کو جاہل کیتی جائیں۔ کھوں کی بخشش نے پہن کی زندگیوں پر سب سے زیادہ اثر دالتا تھا۔ غالباً اور ماہد صاحب قرآن طرس اپنے دفعہ درودات بوجاتے تھے، بجھ پہن کو کوئی بھی ثابت سرگرمی پسند نہیں تھی۔ الا اُنہیں مہماں اور پھرور حمادیے کے تھے جس میں کم وہ دنی والوں کا فکار پئے اب بدتریز اور بے جس دھوستے چاہے تھے۔

وہ دھوستے ہالے اُن دیکھا کر رہی تھی، تارہ نے پھر دلوں میں بھاپ لی تھی۔
مالی دیکھ رہی تھی کہ پہن پئے تارہ کے ساتھ بچکے رہا اسے میں صرف رہنے کے تھے۔
دیکھا تو وہاں موجود بھی زمین میں کیا رہا اس بھلی باری تھیں جن میں تارہ نے کچھ مروی پڑے رہا تھا۔ اب پہن پئے اپنے لگائے ہوں کی تھیں جن سے دیکھ بھال میں مشغول تھے کیونکہ تارہ نے کہا تھا کہ جس کا پو اس سے پہلے انکے لفک آیا اسے انعام ملے گا۔ تارہ اور بھی پکوچھہ پکیے پکیے کیا چاہے تھا۔

ہاتھے کے ایک کمن میں لکھی کے تھے تھا اس کی وجہ سے اس کی وجہ تارہ کی مدد سے نعمان اور شایان نے مل کر بنا یا تھا۔ پہنے دن میں یک مکمل اور بانٹے وہت میں زمین سے ہری ہری کوئی جھاکھتی تھی جس۔ اب تارہ نے پہن میں اس کے تھاں تھیم کیے جو کہ انھوں نے کر سا اور پہنل تھے جس میں ذہن، جنکو، پہن کی دنیا، تھم و تذہب، ہم و قرآن، پھر اور کوئی کمی تھی۔ اس کے بعد تارہ نے پہن کے تھاں تھیم کیے جو کہ اس کے بعد تارہ نے پہنل تھے جس میں ذہن، جنکو، پہن کی دنیا، تھم و تذہب، ہم و قرآن، پھر اور کوئی کمی تھی۔ اس کے بعد تارہ نے پہنل تھے جس میں ذہن، جنکو، پہن کی دنیا، تھم و تذہب، ہم و قرآن، پھر اور کوئی کمی تھی۔ اس کے بعد تارہ نے پہنل تھے جس میں ذہن، جنکو، پہن کی دنیا، تھم و تذہب، ہم و قرآن، پھر اور کوئی کمی تھی۔

اب طالب دیکھ رہی تھی کہ وہ پچھے ہو رہا تھا۔ سوت پڑے تھے اور مہماں میں کم از کم زیادہ تر وقت یہ دلوں اور کتابوں میں گھن رہنے لگے تھے۔ وہ سختی اور کافی بھی ہو رہی تھی۔
زاری تھی جو رہ وقت طاری رہنے لگی تھی۔ اس کے علاوہ تارہ نے ایک قدم اور آگے بڑھا یا اور پہن میں کہانی لکھنے کا ایک مقابلہ کر کھو دیا۔ جس میں ایک کوئی مقابلہ بھی شامل تھا۔ اب تو

”میرے اس انجھ سے کہاں کہا ہوئی، یا ان سب کو کیا ہو گیا ہے؟ پہلے تو یا یہ نہ تھے۔“ وہ سرپاکے کمرے میں بیٹھی صورت حال پر لے جائی تھی۔

مالی کہ سے اس پوکا آوازیں دے رہی تھی۔ اسے تجزیہ خارجی اور بالکل بھی اتنا نہیں چاہتا تھا۔

”لا اپنے ہری جان! لگھا ایک کپ پاٹے بنا دو، سرپاکے بھٹک دو ہے۔“ وہ کی پہلی انجھ سے کہ بھی تھی، بگرہو، اچھا اتنی بکر بھر سے اپنے فون میں لگن ہے جاتا۔ تارہ کے ساتھ پکو اوس پلے کے ہلکے کوہے گیا ہب اس کی تیزیت غرب تھی تو جھوٹ پتے کتنی ال جمیں سے اس کے پاس پہنچنے اس کا سرد ہاڑ ہے تھے۔ اپنے بھت چاہے بنا کر سے دی تھی اور جب بھک اس کا بخار اڑائیں گیا، وہ پہن کئے قلندر ہے تھے۔ یہ سوچ کر اور لائپک کارروائی کیتھے ہوئے اس کی آنکھیں بیک گئیں۔

پہن چوں پئے بہت تجزیہوار تھے۔ بکرا بکرا ہو رہا تھا، وہ بکھر لگن پاری تھی۔ اس سے کو اسے ہی بھانہا تھا اور کیسے یہ ہے موئی بھی تھی۔

”لا اپنے نعمان، شایان! آپ کی دوست اور بیاری خالہ کھوں کے لئے ہمارے ساتھ بنتے آرہی ہیں۔“

”یاچھ میں اتنی اکار و خال آرہی ہیں؟“ پہن چوں نے تم آواز ہو کر بچھ جعل۔

”بالکل تارہ خال آرہی ہیں۔ مجھے ہندی ہے آپ پہن چوں تجزیہ سے رہ جائیں گے۔“

”اوے، اوے! ہم تو خوب ہرے کریں گے۔“ نعمان نے بہتر سے بچھا بچھ لگاتے ہوئے شایان کو بیانہ دکھا دیا۔ ”نعمان اپنے کیا بد تجزیہ ہے؟“

”اوے اتنی پیشہ بس اپنے ہی ہر بات پر رہتا تھا۔“

”نعمان! چھوٹے بھائی سے بات کرنے کا کوئی سر طریقہ ہے اور پیشہ کیا ہے؟“ نعمان کے تارہ کے لئے تھتھے سے نعمان کو تھا اس کیا بگرہو، وہ اپنی بیکھنے میں لگن ہے کہا تھا۔
مالی، تارہ کو صورتہ مالی سے آگاہ کر بھی تھی اور جو اسے اٹلی دی تھی کہ وہ پہن کو ضرر بھائے گی۔ وہ سرپاکے مالی بھڑک سے دیکھ آگئی تو تارہ پہن کے تھر سے میں بھی تھی اور پچھے صد خوش تھے۔ تارہ سے دیکھ بھی تو خوب تھی۔ ساری جب سے چاہے باتے گئی تھی، اس کے اور پہن کے درمیان لا صد بڑھ سا گی اور پیچے ریپنی ہر بات اس سے کہتے اور اس کی بات مانتے تھے۔ بکر تارہ کے گروہی بھی اسی پیٹے بھی دی گرفتاری سے ہو رہا تھا۔ یہ کچھ کر تارہ کو بہت خوبی ہوئی اور وہ ملکھنی کی تارہ کے کلک گئی۔

”تارہ خال آپ ہمارے لیے کیا تھے لالی ہیں؟“ لائپکے لاؤسے تارے کے میں پانہیں ڈالتے ہوئے سوال کیا۔

تھا۔ جس میں عالیہ کے بچوں بچوں کے ساتھ ساتھ تھے کہ انہی بہت سے پچھلے تھے تھا۔ بکھر ان کے ساتھ کافی بچوں کی تھیں بھی شریک تھیں۔ بچوں کا ذوق، شوق، لذت، لذت اور خواجم بچوں کے لئے تھا اسکی تھی اسی تھی۔ وہ عذر کرنے والے تھیں کہ تارہ کے اس اقدام نے ان کے بچوں میں کافی بچوں سے محبت اور انسیت کا خوبیہ پہ ایجاد رہے وہ بے حد شدت ہے۔ اس سے پچھے اپنے ماحول اور اقدام سے جڑ رہے ہیں اور ان میں کتاب سے محبت کا خوبیہ پیدا رہا ہے۔

عالیہ نے بھی سکھلیا تھا کہ جو کام اس کی، اس کی کر سکتی، وہ تارہ کی قبیلے کے کر سکھلیا اس کا مضمون ڈینوں کو درست رش پر دانے کی ضرورت تھی۔ لیکن "اور تم ہو تو یہ میں یہی دوڑنے رہ جائے سے تارہ سے حوال کریں۔" آپا یہ چار ۲۳ آپ بھی کر سکتی ہیں۔ "تارہ میں خیر سکھ رہتے ہیں، کافی کو جواب دیا۔

لئے ایک پوچھا دو مر

اب پھر سے پچھے اپنا رنگ بخرا کریں گے۔ میری دلکلی ٹھنڈیاں دوسرا پوچھل کی طرح خوب صورت ہو گئیں گے۔ پھر بھوپر بھی پچھل اکیس کے ہمراں نوشبو پھیلا دیا گا۔

.....

اسکول کا کام ٹھم کر کے اس نے کافی بھی چندی اور پھر وہ ہو گیا۔ آج عمر نے سونے سے پہلے بیکٹ استعمال نہیں کیا۔ سچ اسکول جاتے ہوئے اس کی اندر ایک مرد پھر اس سر جھانے ہوئے پوچھے پڑی۔ پھر سونپتے ہو آگے بڑھ گیا۔ آج اس نے نیت اچھا دیا تھا۔ جس میں مارکس بھی پورے تھے۔

گھر جاتے ہوئے وہ خوش تھا کہ اب وہ نیب پر کھلے گا۔ اپاک اسے فاقہ بھائی سے کیا گیا، وہ دوڑ آگئا۔

گھر آنے کے بعد اس نے کھانا کھا اور پانی کا بچ بھرتے ہی وہ ہرگز میں آ گیا۔ بھاگتے ہوئے پوچھے کے پاس پہنچا اور اس پوچھے کو پانی دیا۔

میڈ استھان کرنے کی وجہ سے اس کے پاس بہت سادھت تھا۔ اب اسے کچھ نہیں آری تھی وہ کیا کرے۔ پڑھتے کے لیے اس نے شام کا وقت طے کر دیا اس لیے وہ بکھر میں اپنی ماں کے پاس آ گیا تاکہ ان کی مدد کر سکے۔

بھر پڑتے مہا کے ساتھ مہر نکالتے ہوئے اس نے مہا کو فاقہ بھائی کے ساتھ یہ دعے سے تھقیل تیار۔ "تین اتم پوچھلے والے عمر بن جاؤ گے۔"

مالا۔ تے۔ مگر اتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اب تم دل سے پڑھو گے۔ مجھے بارہ تھیں کہناں چھے گا۔"

عمر اور ماں ایک ساتھ کرادیے۔ فاقہ بھائی نے جوتی امید اسے دی تھی وہ اس کی آنکھوں میں بھی جگدا تھا۔ نظر آری تھی۔ ☆

اب نھاں اور شایان کے ساتھ ساتھ آس پوچھل کے بچوں کا شوق بھی دیکھنے والا تھا۔ تمام پیچے نہیں تھے مٹھو باتی کہاں چڑھے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ کہاں کھنکھنے کے شوق میں کہاں چڑھے تھے تاکہ کافی بھی کہاں لکھے تھے۔

عالیہ یہ سب تھرست سے دیکھ رہی تھی۔ بچوں کے مدیہ میں تھرست اگلیز تھرستی آری تھی۔ اب پہلے کی طرح پیچے اس کے گردانے پر بھاگ کر اس کا استھان کرتے اور اسے پانی لا کر رہی۔ آجس کے لاریل بھرے بھی تھے جسے کے برداروں کے تھے۔

"بیدا اتم نے ان پر کیا چاہا، کر دیا کہ یہ کہہ توں میں یہ سحر کے؟ میں تو کہاں سمجھ کر تھک گی تھی۔" پیچے پہنچنے والے میں مگر تھے۔ جب پانے پیتے ہوئے عالیہ نے دوڑنے رہ جائے تھا تارہ سے حوال کر دیا۔ آپا یہ چار ۲۳ آپ بھی کر سکتی ہیں۔ "تارہ میں خیر سکھ رہتے ہیں، کافی کو جواب دیا۔

"وہ کیسے؟" عالیہ نے تھرست سے حوال کیا۔

"میری بھی آپا یہ تاکیں آپ نے بھی سوچا کر پیٹے جو وفات اسکھل اور نہیں۔ پارہ دیگر بڑھنے میں گزارتے تھے۔ اب اس وقت یہاں استھان کر رہے ہیں؟" "اُرے! یہ کیا بات کی تھی نہ؟ بھی تو آن لائن پر تھا۔ اس نے تھرست کے جس بند پارے کی بھی آن لائن کا تکسی سلے رہے ہیں۔"

"آپا! آپ نے آن لائن پر حائل کے لیے بچوں کے باتوں میں ہوا اس فون کے دے دیے تھے۔ بھی کہنے کی وجہ پر جو ہر ہے ہیں اور ہاتھی سارے وقت، وہ اس فون کا کیا استھان کرتے ہیں؟"

"کی مطلب چار ۲۳؟"

"بھیں آپا! امیں نے اتنے دن میں وقت کیے ہے کہ اسکول کی نئتھی میں دوبار آن لائن کا تکسی ہوتی ہے۔ جن میں بچوں کو ہوم ورک دے دیا جاتا ہے۔ سارے کی تھیں میں وہ وقت پر حاکر چاہنے پڑھ رہتی ہے۔ یہی حال کو چلک کا ہے۔ آج سے کچھ کی کافی وہ بھکی مستقل ہیں۔ اب آپ سمجھیں، پہلے یہ آنکھوں پر تھے تھا اس سے مل کر گھر روانہ ہو گئے۔ باقی وقت وہ کیا کر رہے ہیں۔ آپ نے تھوڑی 23 تھیں ہا اب اس کے پاس کرنے کے لیے بھوپالی خیں ہو گا تو پھر وہ توڑی تھی وہی موبائل، اور کہیوں زگیں اور ٹھیکن دیتا کی طرف سمجھدے ہوں گے۔"

"تم درست کہ رہی ہو، میں نے نہ تو بھی ان ہاتھ پر بھوکیا اور نہیں اگلیں کوئی ثابت اور سخت مدد سرگرمی کی طرف رفت کیا۔ لانا ہر وقت کی ذات اپنے سے پیٹے گھر سے بھوگے ہو رہیں ہیں تھاں کریں رہی۔ بچوں بھجتے ساتھی موجہ ہے۔"

عالیہ نے ترندگی اور تاسف سے چھوٹی بہن کو دیکھ لے راضی کو تھا کہ اعتراف کیا۔ پھٹک برآمدے میں آج بچوں کے درمیان کافی سنانے اور معلومات عامہ کا مقابلہ

اس لیے کہ تمام بچوں نے اپنے والوں کے ساتھ مل کر اس اٹھت کا پروگرام جو کیا ہوا تھا کہ دادا اور بیوی کی رات کو زار اور نما اتفاقات میں سے ایک نا احتساباً کرنے کے۔ دادا کو بہت شفیق و محبت کرنے والے تھے۔ وہ کیسے اپنے بچوں پر اپنی کی بات دو کر سکتے تھے۔ وہ بچوں پر کوئی خرچ سے یہ سلسلہ بیان ڈالا اور بچوں کا دادا ایک سماں یہ مجتبی دن بن گیا۔

جب تمام کمزون آپس میں بات چیت کر رہے تھے جب تھی دادا کو کرسے میں داخل ہوئے اور سب بچوں کے پڑھے پر مسکراہت آگئی کہ اب انعامدار کی گھریلوں ختم ہو گی۔ دادا ایک دوسری بیان میں رکھی اپنی کرسی پر جیڑھ گئے تو پہلے ہی ان کے گرد اپنے اپنے گدے سمسمتے گول دار کرہا کرہا بیان ہو گئے۔ اس سے پہلے کہ دادا ایک بچہ پر پوچھا جائے والا سوال درہ راستے۔ اس سال انہم نے فرمایا کہ۔

”دادا ایک اپنے اپنے تھام پاہم مکمل کر کے کروہ میئنے کے بعد وہ شور کے آئیں جیس۔ جس آپ جلدی سے کوئی بہت ذرا زادہ نما اتفاق نہادیں۔“

ملی نے جدیدی جلدی اپنے اسکول بستہ میں پور کے ہم فیصل کے معماں لے لائیں
کہ یاں رسمیں اور اپنے ستر کی چادر جہازی۔ اس کے باوجود تجزی سے جل، سے تھے اور تھر
بادر پار گھری کی طرف دوڑ رہی تھی۔ کمرہ سینئے کے قواریں اس نے فیصل خانے کی طرف
قدم بڑھائے۔ تھس کاٹیں کھوا اور سکون سے دھوکر کرنے لگا۔ یہ دہ دا حصہ کام تھا جو اس نے
امینان سے کیا تھا۔ مدد پوچھ کر اسٹ اور پٹھاند کرنے کے بعد کمرے پر ایک ہوڈای
خفر التے اور سمتیں پیچ کر جے ہوئے دہا جوں گلیں گئیں۔

جب مل کرے سے نکل کرگر کے ہمیانی حصے میں بنتے ہوئے ہال میں پہنچا تو
دہان پہلے سے ہٹ لشکت لگ جکھی۔ ہالمیں پر موٹی چادر تھی جسی ہوتی تھی، اس پر پھر لے
چکے گئے رکے ہوئے تھے اور کلب کا بھی اہتمام تھا۔ اس کے دوچھارے ہمالی میں
اور آہم بھی اپنی اپنی جگہ پر بیٹھنے ہوئے تھے اور تایاڑا دبکن بھائی ڈاکٹر اور جزو بھی آپکے
تحت۔ ملی جزو کے رابر میں پہنچ گیا۔

”وادا ابو جنگ اے ابھی تک؟“ می نے کہل پاؤں پر دلتے ہوئے ہزوں سے
ہال کیا۔

"تمس افاظِ ابھی وادا ایکے کرے میں دیکھ کر آئی تھی، وہ نمازِ چڑھ رہے تھے۔" صدیق نے عملی کی بات کا جواب دیا۔

آن بیٹھ کی رات تھی۔ تمام پھوس کی پسندیدہ رات۔ پورا بخوبی اس رات کا
انکار رہتا تھا۔ جملہ کیوں؟

وہ کون تھا؟



تھی پر بیٹھے ہوئے مجھ کا حقیقی بیاس لگ رہی تھی۔ لیکن اس پیچے پر نظر پڑتے ہی میں سب بھول کرنا تھا۔ ”باں؟“ میرے مذہب سے خود بخوبی دکھان۔

وہ پچھا اٹھا اور کمرے کے کوئے کی طرف چلا گیا۔ وہ کوئی بھری نظر میں کے سامنے نہیں تھا۔ میں نے آگے جوکر دیکھا تو پچھے میں سے پانی انکل رہا تھا۔ مجھے اپنی آنکھوں پر بھینٹن لگیں آئی۔ شروع میں جب میں نے کمرے کو دیکھا تو وہ باں پکونیں تھا، میرا بھلکا کیاں سے تھی؟

”پڑھن لیجس ہو گو میم اچھیں بھی سب کھو آجائے گا۔“ اس نے پانی کا پوچھا۔ میرن چاہب ہو جاتے ہوئے کہا۔ پھر بھرا پک در جنکا کا۔ یہ پچھے میری سوچ کیسے چڑھ رہا تھا۔ جو میرے ہن میں ہوتا تھا وہ اسے ہو بھجو رہا تھا۔ ”تم اس خالی کمرے میں کیسے رہتے ہو؟“ میں نے پانی کا پوچھا اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے پوچھا۔

”خالی کمرہ؟؟ کرو خالی کب ہے؟“ اس نے حیرت سے کہا۔ یہ دیکھو یہاں چاہر پانی ہے، یہاں الماری ہے، یہاں چھوٹا یہاں ہے اور یہ چھوٹا سا ہیئت ہے جہاں میں اپنی کتابیں دیکھو رہ کھا ہوں۔“

میری آنکھیں حیرت سے پھکی کی پھکی رہ گئی۔ وہ پچھے جہاں جہاں اشارة کر رہا تھا، وہاں وہ چیزیں نظر آتی جا رہی تھیں۔ جیسے وہ پہلے سے موجود ہوں اور میں نے پہلے بند آنکھوں سے وہ کمرہ خالی دیکھا ہوا۔ اور اب اس کمرے میں جیسے زندگی آپدھ ہو گئی ہو۔ مجھے پہنچ گیجھ لگ رہا تھا، کچھ کڑبڑھر جھی اور پکھو نکھو ہو رہا تھا۔ میرا خوف بڑھتا چڑھ رہا تھا، میری بیاس ختم ہو چکی تھی اور دیکھ اب اس کے ہاتھ کا دایا ہوا پانی پینے کو دل کر رہا تھا۔ ”لا اؤ پیال و اپنی کردہ نگاہیں کر دیں کہ تمہاری بیاس بھکھی ہے۔“ ایک بار بھر اس نے میرا دکن پر ٹھیک ہوا تھا۔

پیال، اپنی کرتے ہوئے میری انکھیں اس کی انکھیوں سے مس ہوئی۔ جب آپ کے جسم کو کوئی چیز پھینتی بے ذقد رہی تو خود پر اپ اس کا لمس محسوس کرتے ہیں۔ لیکن مجھے اس پیچے کا لمس محسوس نہ کر دیا، جیسے اس نے چھوٹا ہی نہ ہو۔ یہ دل تھا جب مجھے کہہ آگیا کہ میں بہت غلط جگہ کھڑا ہوں۔ میرے قدم منوں بھادری ہو گئے تھے۔ میں وہاں سے بھاگ جانا چاہتا تھا لیکن میرے پاؤں پر اس تھوڑیں دے رہے تھے۔ پانچھس کہاں سے ہر سے ہوں سے آئت اکھری کی جگلی آیت ادا ہوئی اور اسی لئے میں نے اتنے قدموں پر چھٹا شروع کر دیا۔ ان پہلے پانچھس میں پانچا اور سیخی سے بھاگنے لگا۔ بھاگنے ہوئے لاٹھھوڑی خود پر پیچے پٹ کر دیکھا تو وہ باں بلا کا کتنا چاہا۔ ن کوئی پیچے، ن کوئی زندگی کے آپر۔ کروہ اسی طرح جائے لگے تالے سے بند تھا۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ میں مغل سے میدان تک پہنچا اور لڑ کھڑا کر گر گیا۔ میں بے ہوش ہو چکا تھا۔ اس کے بعد مجھے کچھ یاد نہیں۔

کے ہاتھوں بہت بڑے ہادیں کے دہانے پر آکھڑا ہوں گا۔ جنوری کی خست مردی کا دن قدر، میں جس جگہ پت تھا رہو کر اسکھل پہنچا۔ مغل کا دن ہونے کی وجہ سے آج پر قضاہ یعنی قتل کا ہوتا تھا۔ میری ہی جماعت کو شروع کے تین چھوٹے کے ختم ہوتے کا انتقال رہتا تھا۔ قدر انشاد کر کے تیر سے ہی یہ کے ختم ہونے کی تھیں بھی بھی اور اس پیچے برقراری کے ساتھ اسکھل کے دہمان بننے میدان کی طرف بھاگے۔ لیکن وہاں پہنچ کر رہا چلا کر اماں سے دروازہ کے سر جو ہدف تھیں آئے۔ حموزی مایوسی ہوئی پھر یہ ہوچ کر خوشی ہوئی کہ آزادی ہے، چلا جائی خوب کھلیں گے۔

پہنچا ہاتھ اپنے گرڈ پہا کر اپنی پانڈ کا گیم بھیٹے لگا تھے۔ مردی کے ہاتھ آپ فراز درست میں نہیں آتے، میکو سے ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے میں فراہی گیم سے آٹ ہو گیا۔ فٹے سے تھی پر کرچڑکی، سانس بھول رہا تھا، خفتہ اڑاہاتھ کی باری میں بیت کر دکھا دیں گا۔ اسی فٹے اور گھن کی بھلی بھلی کلیت میں بھری نظر گوام کے اس دروازے پر پڑی (جہ بیٹھ بذریتھا تھا) گم سے گم میں نے اسے بھوٹ بند دکھا دیا تھا۔ اور میری نظر وہیں رک گئی۔ وہ گوام میدان کے ختم ہونے کے بعد باسکیں باحث یہ ایک چھوٹی سی راہداری پر چڑھتا تھا۔ وہاں صرف وہی ایک کرہ تھا جسے گوام کا نام دیا ہوا تھا۔ اس طرف کسی کا آنا جانا نہیں کہا۔ کیونکہ اس گوام کے پارے میں بہت ساری کیا جائیں مشہور تھی۔ وہاں سے کسی استاد کام کرنے والی آپیا گاڑ کا بھی بھی گز نہیں ہوتا تھا تو ہم پہنچے وہاں سے کیسے گزرتے۔

لیکن آپ اس گوام کا دروازہ مکھلا ہوا تھا۔ ن صرف مکھلا تھا بلکہ دروازے کے ساتھ کمرے کے اندر اسکھل یہ چقارم میں ایک پیچے گی بیٹھا ہوا تھا۔ جوں ہی میری نظر اس پیچے پر پڑی اسی وقت پیچے نے بھی مجھے سر اٹھ کر دیکھا۔ جیسے اسے پاں پال گیا ہو کوئی اسے دکھ کر دیا ہے۔ تھیس کے مارے میرے قدم خود بخون پیچے کی جانب بڑھ گئے۔ وہ پیچے گئے لٹک گیا ہادی سے دکھ رہا تھا۔ ایک مٹا تھی تو قوت تھی تو مجھے پیچے کی جانب بھکھ رہی تھی اور میں نے بھی پیچے کے پاؤں رک کر ہیدم لایا۔ کندہ اسیع نیکارم، نگلے ہاؤں، بکھرے ہاں، چھرے پر بیگبی دی رہی۔ اس پیچے کی حالت دیکھ کر مجھے پکھو خوف آیا۔ میں نے کمرے کے اندر جا گئی پھر اپنے پیچے نے میرا دام لے کر جا ہب کیا۔

”میم میم اکھی بھیں پہاں کرے میں۔“ میں نے چوک کر اسے دیکھا۔ اس کمرے میں واقعی پکھو نہیں تھا۔ دروازے پر پڑا تالا ہو جا لوں سے اما ہوتا تھا، ناہب تھا۔ جیسے یہ کہہ کی بندھی نہ ہوا ہو۔

”جیسیں میرا دام کیسے پتا؟“ میں پوچھنے لگی تھا۔

”مِمِ حَلَّتِ حَلَّتِ حَلَّكَ كَمْ كَمْ كَمْ كَمْ كَمْ“ اس نے میرے سوال کوئی ان سنی کرتے ہوئے پھر مجھے سے سوال کیا۔

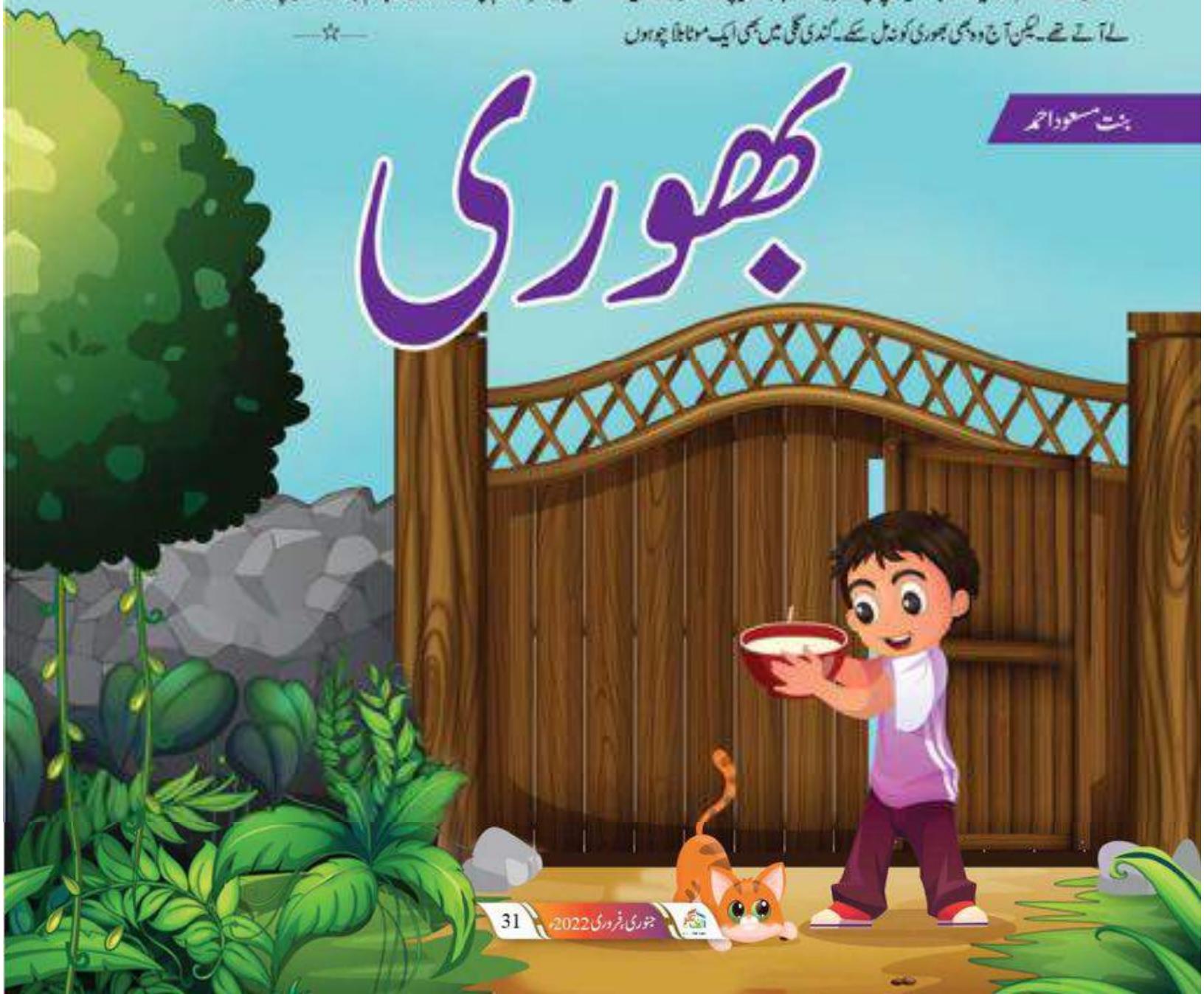
کی خاک می بینا تھا۔ انوچتے ہی گلی کے بخراں جاتا وہ موندا اس پر بھپٹنے کو تیر رہتا۔ بھوری افسر دہی باہر صفائی کے باہر آئے کا انداز کرنے لگی۔ تھوڑی دری بعد باہر جاتے باہر آ کر سامان بیٹ کیا اور کری رکھا کہ باہر ہی جائے گے۔ وہ جلدی سے ان کے ہی دن میں باکر بیٹھ گئی۔ وہ موہاں میں اتنے بکن تھے ایک سمجھی ہی جان کو باکل ہی تھکر انداز کر گئے۔ پھر گاہک آنے لگے تو وہ اپنے کام میں بخت گئے۔ شام و صبح گلی اور تار کی پر بھلا نے لگی، بھوری بایوسی ہو کر آنکھیں موندے بیٹ گئی۔ اپنے ایک ساری جذبی کے پاس آ کر بڑی زور سے جھوکا دوڑ کے مارے اچھل کر ہوا گی۔ کئے کو اپنے جیچھے آتے بخت کرنا تو کہ اوسان خطا ہو گئے۔ وہ اور جو بھائے گلی ساری سختی اور تھہست کیدم کا فور ہو گئی۔ کئے کو جانتے کیا آفت آگئی تھی جو۔ اس کے جیچھے ہی چڑیا تھا۔ وہ سختی دو کال آتی تھی۔ وہ بھائے بھائے آن درائی میں مطمئن ہو رہے تھے اور کان پیٹ سے آتی گلزاری آؤ اور پر اشہارت سے اسے دور کیا جلدی سے تالا کھول کر شتر اٹھایا۔ پھر گلی کا پچھا دوڑ اڑ کوکل کر اندر کھس گئے۔ انکو ہوتا ہے تھا کہ باہر جاتے ہی پچھے مری کے گلپڑے دیپے اس کے لیے لے آتے تھے۔ تھیں آج وہ بھوری کو دل لے کے۔ اندھی گلی میں ایک ایک موندا ہاپوں

بھوری اس ان بہت بھوکی تھی اس لیے وہ سرتی مڑک کتارے بیٹھی تھی۔ مجھ کی واحد گوشت کی دکان بند پری تھی اور مرغی والا بھی جانے کو ہر چاہی تھا۔ وہ آنکھیں موندے ڈھال بیٹھی تھی۔ وہ بار وادھ دالے کی دکان کے پاس صومعی صورت ہا کر چکر گاہکی مرجاں ہے جو ہندو دو دھارے کو زرابی ہیں اس پر ترس آتا ہو۔ بھوری کو باکل نظر انداز کر کے وہ ایک کے بعد ایک کا کب نشانہ اڑا۔ بھوری کا کھو دی روت پیشا شاد بھکر رہی پھر تھک ہا کر دلکش اپنی چکر ہے آتی لمحی۔ وہ بکن سمجھ کی دکان بھٹکے کا انداز کرنے لگی۔ وہ پھر ڈھلانے والے دوڑ سے باہر بھیا نظر آیا۔ وہ خوشی سے انداز بھیج دی۔ اس کی نظر پر سے سے شاپ پر تھی جس میں مسالے و مرغی کے ٹکڑے تھے اور کان پیٹ سے آتی گلزاری آؤ اور پر۔ باہر بھیا آن درائی میں مطمئن ہو رہے تھے جب تک اس کو سخیر دیکھتے ہی پاؤں کے اشہارت سے اسے دور کیا جلدی سے تالا کھول کر شتر اٹھایا۔ پھر گلی کا پچھا دوڑ اڑ کوکل کر اندر کھس گئے۔ انکو ہوتا ہے تھا کہ باہر جاتے ہی پچھے مری کے گلپڑے دیپے اس کے لیے لے آتے تھے۔ تھیں آج وہ بھوری کو دل لے کے۔ اندھی گلی میں ایک ایک موندا ہاپوں

— ۲ —

بنت مسعوداً احمد

بھوری



بڑی پیاری لگ رہی تھی۔ وہ اسے پانچا بیتا تھا مگر داں کی بات بھی اپنیک تھی کہ کسی کو قید نہیں۔ کھانا جھاٹکیں۔

"اٹھ کرے اس بھوری تھی کو ہمارا مگر پسند آ جائے وہ دوستے پاس ہی رک جائے۔" وہ دل ہی دل میں دعا کرتا اندر چلا آیا۔ مجھ اٹھ کر بھوری اور فائزہ دوستے کی اپنی مراد پاپکے تھے۔ بھوری کو آنکھ سکھتے ہی وہ دوستہ میرا گیا تھا جو وہ حیرے سے فتح فتح کر کے نی کی تھی۔ جب فائزہ اس کے لیے دھرمی ہار یا یا بھوری کر دے دیتا تو تھکر سے وہ اس کے ہاتھ پانے لگی۔ یونہاں اور بھوری کے درمیان وہ تی کا رشتہ بن گی اور وہ فائزہ کے گرد بنتے گی۔

"امس! یہ بکھیں۔" دو اُنکیں اپنے ساتھ ہمراں میں لے آیا تھا۔ اس کا کہنا تھا جہاں ایک حلی کا پچھہ مرپڑا رہے۔ وہ ایک لاٹھی چھوٹی تھی۔ جو مری نہ تھی مگر شاید کمزوری کے باعث ہے ہوش بزی تھی۔ وہ جلدی سے ایک پولی میں دو دھاواں دوسری میں یا انی لے آئیں۔ پھر لے جوچ کی مدد سے انہوں نے تھوڑا بیانی در بھر دو دھاٹ کے مت میں دلائیا ہوا مگر کامیاب نہ ہو گئی۔ وہ دھوں پیا بیس وچھیں رکھ کر اٹھ کر گزی ہو گئی۔

"ماں کیا یہ مرگتی سے؟" فائزہ کو اٹھوٹیں ہوئی۔

”میں یہ زندہ ہے مگر شاید یہ خدا میں ہے۔ جب اتنے کی تدبی سے لگی۔ چلواب
حمد چلو۔“

”لہس؟ کیا میں اس کو گھر کے اندر بھیں لے سکتا؟“ وہ رونے دل میں بھتی خواہل کا
انجمند کیا۔

”میں یہی جان ابھی ذرا سبکر رہا سے اٹھے وہ۔ سہر یہ چھوٹی لیلی تو، فیصلہ کرے گی کہ اسے بیال رہنا ہے یا پچھلے جاؤ ہے۔ میا اسے زبان جاتور کو ایسے باہد کرنا بھی نہ سمجھتا۔“

"نیک سے ماں!" وہ من را کر بولا۔ فائز کو یہ بھروسی رکھتے والی چھوٹی سی تھی

فوجی اونلائیں

"جنابی ایک حلی رکھا کہرے کے لیے سارا کپڑا اُس میں پھیک دو، کوئی اسکی مشکل بات نہیں۔" پھر انہوں نے غصہ کا با تھوڑتھوڑتے ہوئے کہا:

بیٹا، قطرہ و قطرو دریا جاتا ہے، آپ نہ صرف خود کجران پہنچیں گے اپنے دوست، احباب کو بھی اس کی تھن کریں، وہ وقت، وہ نہیں جب، ہمارا ملن صاف سحرِ حکایت، حکایت، کوئی سے گا، یہ کہ کرفتی، انکل خدکڑے ہوتے اور سب سے مصروف کرتے گا زی میں پا ہیں۔

ایسا بھی گاہی میں چینچی شرمندی، اور بچھتا، اس سی کے چیزوں سے میں تھا۔

اسلام آہا و میں چار دن رہئے کے بعد ان ان سب کی کراچی رہائی تھی، تھوڑا درخت
ن پہلے کی طرح بہت سا زانٹے کا سامان اپنے اپنے حصیوں میں بھر لیا تھا۔ اس باسیوں
لے یاد سے کچھ اونٹ کرنے کی بڑی تحدیباں بھی رکھتی تھیں۔ اب ان کی بھروسہ آگیا تھا کہ
صرف اپنا گھر کر کرہی صاف نہیں رکھا یا کہ اس حکم کو صاف رکھنے کی وجہ اور بھی
یہاں کے باسیوں کی ہی ہے۔ پہنچان کی زندگی میں ایک تینی "روشنیں" لے کر آیا تھا اور
دھمات سمجھا گیا تھا جو شاید یہ لوگ ساری زندگی نہ سمجھ پاتے۔

روشن صبح

غزیٰ اکل خواہ اور خضر کے ہاس سخنیوں کے مل جانے کے اور زندگی سے کہتے گے۔

二十一

فہرست کتب: احمد شاکر

کارچہ

۱۰

وَمِنْ أَعْلَمِ الْأَعْلَمَ بِالْأَعْلَمِ لِلْأَعْلَمِ

وَالْمُؤْمِنُونَ إِذَا قُرِئُوا إِذَا قُرِئُوا قَالُوا هُنَّا مُؤْمِنُونَ

کے مطابق اسی سلسلہ کا ایک بڑا حصہ

بچہ، بیوی، مم مے بڑی سخون اور رانگوں سے

لے جائیں گے۔

نولے نے کلاساف لرتے ہوئے کہا:

بیوں کا مکھاڑی بنا اور پاکستان کے لیے وہ کامنڈوں کا اعلیٰ خواب تھا۔ سیر کی زبان ایک سیخی گھر تھی۔ سالوں جس کمر میں وہ پہر کو کام کے لیے جایا کرتی تھی وہاں سیر کی
ایک ہم مرلا کار دیان تھا۔ اس کمر کی تاریخیں ایک مریاں گھر تھیں جو توکردن کو کام کی میشیں
جسیں انسان سمجھتی تھی۔ دیاں کے والدگھلے دل کے والد تھے۔ انکو گھر سے زیادہ
چیزوں پہلوں کے لیے لاتے۔ دیاں اور اس کے بھائیوں کی صورت کی ہوتی تھی کہو
چیزوں اکٹھاں صاف کوں جانا کرتی تھی۔ ایسے ہی ایک دن سکریں میں معمولی نقص
ہونے کے بعد شہر سیر کوں گیا۔ سیر ویسے ایک جو دن کو شققیں بیس تھا۔ وہ تو کچھ
کوئے اپنے تھا جو کہیں بھی کب کے جنمیں پا تھا۔ پکر ہوں سے وہ اس کوشش میں
چکر کرے کہو دیا رہی۔ فٹ بال کلب میں آئیں میں جائے۔ اس کے پھر اس
کے لیے کافی کوشش کر کے اسے کپ میں داخل داوا دیا تھا۔ سیر بہت خوش تھا مگر اس
سال کو اس بات میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ اسے صرف پڑھا کے یہ افسر دیا تھا۔

تجھی وجہ سے میں کسی کو مند و کھانے کے لائق نہیں رہی۔ سالوں ماں کی خجل اور
زبان ایک سیخی رہا۔ سے سیر کی خجل لے رہی تھی۔ اس پر وہ کے لوگ اپنی بھتوں سے
چھاک کے سیر کی ذرا گست بینے دیکھ دے تھے۔ گھر ت کی بات یہ تھی کہ 15 سال سیر اپنے
آپ کو ماں سے چھانے کی کوئی کوشش نہیں کر رہا تھا۔ وہ چپ چاپ کی وہی کی طرح دیں
سے مار کر ماں پا تھا۔ اس کی آنکھوں میں البتہ آنسو تھا اور بے چینی۔

سیر بیوی میں رہنے 1996ء کی بہت زیاد کا تھا اس کے استاد کچھ تھے کہ سیر کی
ذہانت کے حساب سے اس کا رنک بہتر، سیر ہوں چاہیے تھا۔ بات صرف عدم قبولی
تھی۔ اس بات کے بعد یہ تھی کہ سیر کی تمام ترقیوں کی طرف تھی اور سکھل بھی کوئی مام سکھل
نہیں۔ فٹ بال۔ جس میں بھارت حاصل کرنے کے لیے شدید مہلت کرتی چلتی ہے۔ سیر
کے والد کا اس کے بھین میں ہی انتقال ہو گیا تھا اور اس کی والدہ اپنے پہلوں کا پیٹ پاک
کے لیے لوگوں کے گروں میں کام کرتی تھی۔ غربت کے باوجود سیر ایک بہت اچھا
مکھاڑی تھا۔ سکول کے بعد وہ جھنوں آراؤنڈ میں پر پھس کر رہتا۔ فٹ بال کا اندر پھل

روزینہ کیسر خان

گرتے ہیں شہسوار، ہی



میں راج کر رہا تھا۔ ماں کے بار بار کہنے کے بعد سیر نے بڑی سے پکھوائے لیے اور جلدی سے سونے کے لیے ریت گیا۔ سب گمراہ تھے ہوتے تھے۔ جلدی گرفتاری میں پہنچے گئے۔ اس نے دیوار کی طرف کروٹ لی اور چادر میں نیب آن کر لیا۔ کافی درجہ ہے اس کا تھا اور وہاں آنکھ حاصل ہوتے تو قہاں نے میرا ادا کے بارے میں درسی معلومات حاصل کرنی شروع کر دی۔ میرا ادا ایک غرب گھر میں پہنچ کر آتی ہے میں کہن خواں ایکھوں کے خواب سے بڑھا گئی، کامیابی کی اتنی بلند ہیں پہنچ کر آتی ہے میں کہن تھیں۔ انہی خیالات میں ایک بعد ایک تھیں کہتے رہتے ہیت گئی۔ غرے کافی کھنے پڑے سونے کی وجہ سے سکول کے لیے اتنا کسی خوب سے کہنا تھا اس نے پہنچ کر اس کی کہنے والی سکول میں میرا ادا سرہنہ اور سستی پڑھائی۔ وہ پہنچ کر سکس کے دوہاں بھی سیر کافی تھا پہنچ کر سکول میں میرا ادا سرہنہ اور سستی پڑھائی۔ وہ پہنچ کر سکس کے دوہاں بھی سیر کافی تھا تھا۔ کوئی کوئی پار پار کی بھاڑکے پا جو دوہاں کی خاص اٹھتے گے۔ میرا ادا سرہنہ اس کے لئے بھیں کے بعد اس کا گھرہ بھیں جانے کو دل بھیں کر رہا تھا۔ گھرہ بھیں اس نے سب سے بد تیزی کی۔ ماں صالح ہجرت سے سیر کی بھرا تیزی دیکھی رہ گئی۔

وہ مرے دن رایان کی اپنی نسلی صفاتیں بھی تو اخشار کی۔
صالح ایکھوں میں آنسو گئے۔ رایان کی اپنی گھر اگئی۔

”آج فردا کیا ہے۔ کچھ پڑھ پڑے؟“

”ایں باتی سیر نے پر بیان کر دیا ہے۔ اسے جتوں سے سکول بھی ہوں گرا اس کا دھیان پر عالی سے زیادہ فہرست بال میں لگتا ہے۔ اسی لیے اس کا تیزی بھی ہو گیا ہے۔“ ادا صالح نے پھٹک دن کا جراحتی۔

”وقت بال کھلیتے میں کیا خرابی ہے اگر وہ اس میں کامیاب ہو گی تو تمہارے دن مل جائیں گے۔“ رایان کی اپنی تھدی سے کہا۔

”کامیاب کیسے ہو گا۔ کوچ کھاتے ہو وہ اور بھل کھلا گا۔“ اپنی ہدیگاری کا عال آپ کے سامنے چیز باتی پیچے پاؤں یا اسے اٹھی تھا کھا دیں؟“ رایان کی اپنی نے سب مادت فوراً سیر کے لیے اسافر قم فیض تھاںی اور منہل سلمانیار۔ تم اپنی پھوٹی پھوٹی باقیوں پر گھبرا لیا ہست کر دیا۔ ادا صالح نے انکھیں بھری نظر میں کوئی سکھاں نہیں کے کھانے کا سلسلہ تھاں ہو کیا کمر بھانے کیوں ہو پہنچ میں بیکہتہ اسے دنیا کی مظاہرہ کرنے لگا۔ رایان کے نہ اونٹے انھیں اسے پہنچ بھاندی ہے تھے کہ نہ صرف سیر بلکہ پڑھا گھر اچھا کھانا کھا رہا تھا سارے بچوں کی سوت بھر بھری تھی سیر کے کامیابی سے مدد ہے۔ میدان میں کوچ ہاؤٹھی تھا اور کالا اس میں استاد افغان صالح اپنے کام سے اتنا تھا کہ آتی تھی کہ جب کوچ نے گھر آئے اس سے بات کی تو وہ اس کا منہ دیکھی رہ گئی۔

کوچ سیر کوئم سے نکال رہا تھا۔

شے۔ میں لیکہ وقت تھی کہ بہرائی میں بننے کے لیے جو خدا پاچے ہوتی ہے، سیر کے اس سے باہر تھی۔ لوگوں کے گمراہ کچھ کھانا کھا کے فٹ بال جیسے سکیل کے لیے ضروری تو اپنی حاصل کرنا ہاں تکن تھا کوچ سیر کے گرتے دینے کے لئے جلا ہونے کا درجہ بیساہ بہرائی اور دوسرے نہیں۔ اسکی ایک دوسری سکیل کے بعد گھر بھیج کے، سیر کی اڑی کے ہالم میں بوہیدہ دیوار سے تیک کے چھانی کے شکنونچ رہا تھا کہ اپا اس کی نظر برہرائی میں رنجوں کے رہ جانے پر والی سے سکھے بیٹ پڑھا۔ بے حدیتی میں اس نے نیب اپنے کسی مخدود جگہ رکھنی کوٹھی کی۔ باہم تکنے سے نیب آن ہو گیا۔ ماں رایان کا دا ادا نہیں کیا ہوا اپنی گھر پاوس Paus ہوا۔ بہرائی، سیر نے نامہ دنیا سے پہنچا تو اسکے لیکے پر بھروسہ سید کیا تو وہ میں ایک بزرگ دہرے کو دن ڈال دیتے ہیں۔ سیر کی جگہ اڑی جیسے ایک دن اون پھر ہو گئی۔ اس نے برقت رفتاری سے قاف کا دار پختا اس کے پہنچ پر گھوسنے سید کیا تو وہ رنج میں اگر پڑا اور سیر کو پہنچاں گے۔ سیر کو ایک دن وہ گم بہت اپجا کا، اس کے لئے کافی کھنے اسی لیکم کو کھیلتے گزرا گئے دہرے دن کاکب تھا کے پہنچا کر کوچ کے گرد تھی ہو گئی۔ پہنچ کیسل بھوگی بہت سے سیر نے فراریان کے گرد جانے کی خانی رایان کے گرد اس کے ڈھنڈے آئے ہوئے تھے۔ وہ جب بھی آتے رایان اور اس کے بھن بھائیوں کی مدد ہو جاتی۔ ڈھنڈے کی آمد کے ساتھ ہی رایان جو کہ دیے ہیں پڑے دل وہ اپنے کیکم ساتھ ہائی ہیں چاہا۔ سیر نے جب اس سے نیب میں ہر یہ گھر ڈاون ادا کرنے کی خواہش خاہیر کی تو اس نے دنیا کی مظاہرہ کر تھے ہوئے۔ گھر ڈاون ادا کی ساتھی بیٹہ کا لیکج بھی آن کر دیا۔ ”اس کی ضرورت نہیں ہے دیوان“ سیر کوچہ کھل گیا۔ ”ضرورت کیوں نہیں ہے؟ صالح ماں کو بھی بھی بھی مجھ کرہ ڈھنڈے اسے“ whatsapp

”ہم پاٹکل پاٹس سے گزرنی رایان کی اپنی نسلی تھیں۔“

”صالح کا سوبائیکل کافی پر آتا ہو گیا ہے۔ اکتوبر میں ضرورت کے وقت بندھتا ہے۔ اس لیب میں احمد بھی ڈاول ہو رہا ہے۔“ وہ یہ کہ کے اپنے والد کے کرے کی طرف بڑا گھنگی۔ ”تو اب تم اس پر اپنی وہی بھی دیکھ سکتے ہو۔“ یو یو سارے شہر بھی جمل جائیں گے۔ تم ڈار غریغ وقت میں مشہور فٹ ہارز کی تھیک بیکھ کے اپنا کھل بھر کر سکتے ہوں۔“ رایان نے خود گوارنائز میں نیب سیر کو تھاںیا۔ جاتے ہوئے اس کا چاپ جو بھی لے جائے میں جسیں دینے ہوں گیا تھا۔“ گھر بھی کے سب سے پہلے اس نے ریجنی کے مشہور کھازی میہر ڈاون کا گم ڈالا۔ میہر ڈاون کا ماحلاں کی سکیل، اس کی مظاہرہ تھیک اور لوگوں کی آسمان کو پھینتی تھیں، سیر جیسے خود اس گراونڈ میں موجود تھا۔ سیر ادا کا بال پر کھڑا اور اس کا بال کوکول پوسٹ کے پاس پیٹھ کے پیچھے ہٹ کے پلک بھیختے میں آئے جائے کوں کر دینے نے سیر کو محور کر لیا۔ میرا ادا اپنے سازھے پانچ لٹ کے قد کے ساتھ گراونڈ کر دینے کے لیے جو خدا پاچے ہوتی ہے،“ 34

”بھوٹ بولار بائے روڈنگ ائھنے ہوئے۔“ نانا جان سالڈیلیش میں آگئی۔

”اے ہوتے دسادی۔ تم اپنی باتی کے پاس جاؤ۔“ نانا جان نے زمی سے صادر کو دہان سے بٹایا۔ وہ سیر کو بھوٹنی دہان سے بھی گئی۔

”مگر پہ کیا کرتے ہو؟“

”بھوٹ دی پڑھائی کرتا ہوں اور۔۔۔ بیب پرفت بال کے شارکھاڑیوں کے تھیں، بچتا ہوں، اس کے پارے میں مھلوٹ اکٹھی کرتا ہوں۔“ نانا جان مکان کی جگہ تھی گئے۔

”کتنے کھنے؟“

”بھی دو۔ بھی تین اور بھی۔“ سیر ایسے بول رہا تھا ہیئت نوادے کی آنکھیں اندرا رہوں ہے کہ وہ بھگی دیج سکریں پر خلریں بھانے بیٹھا رہتا تھا۔

”جیک ہے کل؟“ تھے ہوئے وہ بیب لے آئیں دیکھوں کا کونے تھیں دیکھنے ہو۔ سیر نے سر بلاپا اور دہان سے سر پر جو رنگ کے بھاگا۔ اس کے جانے کے بعد نانا جان نے صادر سے پا پچھ پکھی تپڑے پھاڑ کرفت بال بیڑا دیکھنے کے بعد وہ ساری رات کا رون دہ دھرمے گزد دیکھنے میں مشغول رہتا تھا۔ دھرمے دن بھر بیخ بیب کے جسپ نانا جان کے سامنے چلتا ہوا تو انھوں نے بیب اس کے ہاتھ سے لے کے سامنے نکل پر کھوئی۔

”سیر جانا ہرے پاس بھی بات کرنے کا وقت نہیں ہے اور تم بھی جلدی میں گئے ہو۔ تھاڑے پاس ہو راستے ہیں۔ تھاڑی مان سے بھری ہاتھ ہو گئی۔ درکشاپ والے راجو کو زکون کی ضرورت ہے۔ سکول اور فٹ بال دلوں اس وقت تمہارے لئے ہے کاراں۔ تم دہان روکے کام سکھو اور دہان کے لئے وہ پیٹھے تھاڑے۔“ سیر کا بکا بکا نانا جان کو دیکھا رہا گیا۔ بے لکھ پڑھائی میں اس کا حصہ نہیں فاکٹر سکول بھوڑ ہے؟ یہ تو اس نے بھی سوچا بھی نہیں تھا اور فٹ بال تو اس کی زندگی تھی۔ وہ طیوری تھے چڑے کے ساتھ۔ بھی ہے؟ جان اور بھگی دہان کو دیکھا رہا۔

”مگر اس نہیں۔“ دھرمے راستے کے پارے میں بھی اُس لو۔ پھر فتحدا کر۔“ سیر نے نانا جان کی طرف دکھا دی۔

”دھرمے راستے ہے کہ یہ بیب تم سیرے پاس پھوڑ جاؤ ہے۔ کاس کا پہلا سماں نیست اور کلب کا بھی یہ طے کرے گا تم؟ سندھ درکشاپ جاؤ گے یا سکول؟“

”آپ بیب، کھلیں۔“ سیر نے بھوٹی سے ہواب دیا۔

”شہزادی اسچھے پوری اسید جو کرم یہی فیصلہ کرو گے نانا جان نے الجینان سے کہا۔ آن سے آپ رات ۹ بجے سوچیں گے اور ۱۱ بجے اُجیں کے۔“ نانا جان یہ زندگی کہتے تو سیر جان چکا تھا زندگی کی زار نے کاطری قاب کیا ہوئے۔

شروع شروع میں تو کوچ آگے گراونڈ میں داخل بھی نہیں ہونے دے رہے تھے

”مگر اس کا بہت خیال رکھتی ہوں۔ اللہ بھولا کرے بھری باتی کا، اس کو میں دو دھمکن سب کھلانی ہوں۔“ کوچ جس ان سالاں صادر کی باقیں سکھا رہا۔

”میدان میں تو ماں کل قوج نہیں دے دے۔ ہر وقت ایچے انداز میں گم صدمہ کے بھاگتا ہے لگنا ہی نہیں یہ وہ پرداز سیرے“ سکول سے پر سون ٹھکبٹ آئی جسی توہیں نے سوچا کھلیں کی پر بکھس کی جس سے دھیون نہیں دے دے۔ مگر آپ کہہ ہے جس بھاگ بھی وہی حال ہے تو یہ دکھ کر کیا رہا ہے آخر کوئی جسیں دیگر قوج نہیں آگیں ہمہ سے پہنچ پر، ایک آخری موقع دیج دے؟ اماں سلطنتی منصب کرنے پر کوچ کا دل بھیج گیا۔ سلطنت اماں اور کوچ کی تمام تر کوششوں کے پاہ ہو دیکھ کر ساتھ دیدی اور کلب بزرگ کا بھی بد گیا۔ سیر کا کھلیں ایسا تھا یہ پانچ سال کا پیغمبلی بارکیل رہا۔ باقی نہیں نے اچھا کیا لیکن سیرے کے ہاتھ بہبھی بال آئی۔ ہاتھ کھاری اسے دھمکن سے بالی مٹریں بال کے لے گئے۔ اماں صادر نے سوچا شاندار دھمکن توہی پڑھائی میں لگائے کا گرد جدیدی ان امیدوں پر بھی پانچ بھرگی۔ سیر کا اس میں میل ہو گیا تھا۔ اماں صادر کو یہ اس کی ساری عمری کیا تی اٹ گئی ہو۔ سیر کی جنم کے پانچی ہوتی ہوئی دوسرا دن رایان کی ایمی کو رو رو کے ساری باتیں ناٹتے ہوئے کر رہے ہیں نانا جان آگئے۔

”سکول کے بعد سارا دن دیکھا کرتا ہے؟ کیا بھلے کے لڑکوں کے ساتھ آوارہ کر دی کرتا ہے؟“ انہوں نے سمجھی گی سے سوال کیا۔

”دھمکن صاحب تھی، وہ تو مگرے باہر قدہ میکن لگھا۔“

”اچھا۔“ نانا جان نے پہ سوچ انداز میں سطیدہ راقی دلائی میں الگیاں پھیڑیں۔ ”کل لے کر آنا ہرے پاس آتے ہے۔“ نانا جان کئے ہوئے نماز کے لیے انھوں کلے ہوئے۔ دھرمے دن سیرے دن بھی ۷۰ آتے کے لیے بالکل راضی نہیں تھا۔ وہ جان ناٹتے ہو جان بودھاں پہ جھیں گے ان کا جواب دے لیں گے پاسے کا گمراہ کے سامنے اس کی ایک سیلی۔ بھکے کو جھوٹا اور پنجی نظر کے ساتھ دو۔ نانا جان کے سامنے چھٹیں ہوں۔

”کوں جیاں؟“ احمد تو سوچ رہے تھے کہ اس دفعتہ تمہارا استھان بڑا تھا کے ساتھ کرہے گے کوئی توہر دہانی تو نہیں۔“ سیر جو ۶۰ قلی ٹھوڑی دا اسکے لیے تیرہ دہانے کی آنکھوں پر جان کے کرام لپھے پر تھیں رہ گیا۔

”کھلیں سے دل اسکا اسی حق توہی پڑھائی اچھی کر لیتے؟“ سیر کی آنکھوں میں آنسو آئے گے۔ ”میں نے محنت کی جسی نانا جان۔

”تو پھر نہیں پاری کیوں؟“

”پڑھنیں۔“

”روزانہ پر بکھس لئے کھنے کرتے تھے۔“ نانا جان نے سمجھی گی سے سوال کیا۔

”ترپیار دوزی کرتا تھا۔“



نیل محلوں

سیدہ افراء ابیاز

زبان و انتکاں تک دبایا تھا۔ ڈاکٹر کامران رات شہر کے آسمان پر بیکھ پھیکھ تھا۔ ملک کے بڑے بڑے فیضی ویں سیکٹر ان کا انترویو کرنا چاہ رہے تھے۔ کچھ دنوں بعد وہ ایک بڑے فیضی میں محلوں کے ہاں خوشی موجود تھے۔

"وہ بھیں، یہ جو سبھی ایجاد ہے، یہ جس کی بروس کی صفت کا نتیجہ ہے۔ یہ ایجاد سماں سخن کی دیباں میں تبدیل چاہیجی ہے۔ بہت سے لوگوں کو تو اسی سخن یعنی اُنہیں آرہا ہے کہ اپنا ہوا ملکا ہے، ایک یہ حق ہے ایسا ہو یا نہ ہے۔ تی بان ایسیں نے ایک ایسا مجہب، غریب محلوں جو اس کیا ہے سخن کے پھر قدرے اگر آپ تو حوزہ سے پانی میں وال کرنی ہیں تو یعنی سخن کے لیے عالیہ ہو جائیں گے اور کوئی آپ کو کچھ نہیں سکتا۔ بہت جلد ہم اس محلوں کو بڑے یوائے پر بھی جو اکریں گے، اونتھا اور آج میں اس محلوں کا اپنے اور تحریر کرنے والا ہوں۔" یہ کہتے ہی ڈاکٹر کامران نے لایج ٹوکرے دوڑاں میںے محلوں کے پکھو قظرے حوزہ سے سے پانی میں اور وہ محلوں تی دیا۔ محلوں پینتے ہی ڈاکٹر کامران سب کی ظروں سے ادھیس ہو کے۔ حوزہ سی دری میں انہوں نے میرے رکھا کاس اٹھایا۔

کاس میں ہوا میں رکا ہوا تھا۔ سب ڈر گئے۔ ڈاکٹر کامران بولے:

یہ ایک بیبارڈی کا مظہر تھا۔ ہر طرف لائف ریگ کے محلوں رکھے تھے اور ہے تھے۔ کہن پہنچو ہب و غرب سے آلات بھی رکھے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر کامران ماں گرد، اسکب پر بیکھے ہوئے تھے۔ وہ اپنے کام میں بہت سمجھ کر تھے جس کا اندازہ وہ ان کے چہرے سے بھی کیا جا سکتا تھا۔ اپنے ہب و زور سے پیچے۔

"آخرا کار آج وہ دن آئی گیا جس کا مجھے بے صبری سے انتکاہ تھا۔ میں نے بہت سال اس دن کا انتکاہ کیا ہے، اور آج یہ بھرے ہاتھوں میں ہے۔ یہ سبھی سالوں کی سخت کا بھل ہے۔" پر غصہ کامران کے ہاتھوں میں ٹیکے گئے۔ جس کا مجہب سا محلوں تھا ہے، وہ غصہ سے دیکھ دے ہے تھا۔ یہ بچا دس سالہ کی دیباں میں تبدیل پا سکتی ہے۔ آج سخن جو کوئی نہ کر سکا وہ آج انہیں نے کر دیا تھا۔ انہوں نے آج اپنی ٹاپیت ثابت کر دی تھی۔ ڈاکٹر کامران تو انہیسے ہواں میں ازر ہے تھے۔ خوشی ان سے سنجائے اپنے سچھل رہی تھی۔

انگے دن ملک کے تمام اخباروں میں ایک ہی خبر کا چچہ ہو رہا تھا۔ لوگوں کو کسی طرح یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ آخرا کار بات ہی ایسی تھی۔ جو بھی سنتا

پڑے گا۔ ”پس کر ڈاکٹر کامران کا خون نکل ہو گیا۔ ان کا سارا ہجاد یا سب ہو گی۔ انہیں اپنا جانا جان سے زیادہ عزیز تھا۔ ان کے بیٹے کی جان سے زیادہ جنگی پکی بھی نہیں تھیں۔“

ہارے ہوئے لپچے میں ہے لے۔
”میں جاتا ہوں جیسیں وہ محلوں کیاں ہے۔“ باس مسکرا کر۔

”یہ ہوتی ہے بات۔“ ڈاکٹر کامران کو باس نے سمجھوں سے آزاد کیا اور اپنے ساتھ کار میں مٹا کیا۔ بھروسہ ان کے گرفتار طرف روان ہو گئے۔ ڈاکٹر کامران اور پاس ڈاکٹر صاحب کے پیارے میں واپس ہوئے۔ ڈاکٹر کامران نے بند کے دبے سے سکریں اٹھایا تو ایک لاال رنگ کا ہن نظر آنے لگا۔ اسیوں نے ٹھنڈا دباؤ کیا۔ باس ٹھنڈے کے بعد، یہاں ملاؤں میں جو دھارہ تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے گلوول ہاس کے ہاتھ میں دست دیا۔ باس سکر دے گئے۔ آخراں کا خواب بروچہ رہا ہو گیا تھا۔ اسی وقت ان کا آنھ سال جا اڑاں کر کے میں واپس ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے اسے آنھوں ہی آنھوں میں اشارہ کیا۔ تو وہ کر کے سے چلا گیا۔ باس نے ڈاکٹر کامران کو پار پری چانے سے پانی لانے کا کہا جا کر وہ اسے پی کر جیک کر سکے۔ ڈاکٹر کامران پکن سے پانی لینے پڑے گئے۔ وہ فراہی پانی لے کر واپس آ کرے۔ باس پیتے ہی محلوں کے قدر سے پانی میں ڈالنے لگا تو ڈاکٹر کامران نے زور سے ہاتھ ناکار۔ جنکی پریں پچھا چور ہو گئی سارا محلوں زمین پر گر کیا۔ باس بکا بکا رہ گیا۔ اسی وقت پیلس سوپاں کا سائز بجا اور پیلس کرنے کے اندر واپس ہوئی۔ لیکن جب تک در بوجی جسی ہاس نے ڈاکٹر کامران پر کوئی چادری تھی۔ ڈاکٹر کامران نہ اکر رہیں پڑے گئے۔ پیلس نے ڈاکٹر کامران کو اپنی پیشہ اور باس کو حضرتی لکھا دی۔ ڈاکٹر نے انہیں بجائے کی بہت کوشش کی تھیں وہ جان کی بازی مبارکے۔ آنھ سال اڑاں زور زور سے دنے لگا۔ ڈاکٹر کامران کا اشارہ مٹے پیلس نے پیلس کو کمال کر دی تھی۔ تھا ان کے گرفتار کے برابر قرب تھا اس لے پیلس فوراً بچ کی تھی۔ اب اڑاں کی آنھوں میں ایک چاہو نہ تھا۔

چھپیں سال بعد

اڑاں نے بار باری میں کام کرنے میں مصروف تھا۔ اپنے باپ کی موت کے بعد اس نے ملزم کر لیا تھا کہ جس ایجاد کو چاہتے چھاتے اس کے باپ نے جان کی بازی بار باری تھی، وہ اس کو اپنے ہی رائیگاں نہیں جانے۔ مگر اس نے بہت محنت کے بعد اس نئی محلوں کا غار میں ڈھونڈ لیا تھا۔ وہ اس نئی محلوں کو مت سے بنا کر ملک کی بھالی کے لیے کام کر رہا تھا۔ وہ اتنی آسانی سے بار باری میں لکھا تھا۔ وہ ایک بار بھروسہ نے اس کام کو پاٹھکیل بک پہنچانا چاہتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ کامیابی اس کے قدم پر چوئے گی۔*

”میں ہوں ڈاکٹر کامران!“ اپنے لوگوں کی نظر میں سے اس جملے میں کوئی بھی سکھ بھون۔ ”ڈاکٹر کامران نے اسی بیوی میں اپنی ایجاد کا کام میاپ تحریر کیا۔ محلوں کے گھون دوبارہ پیٹھے رہے وہ سب کے سامنے ظاہر ہو گئے تھے۔ ان کی ایجاد نے تجدید بیان کیا تھا۔

”ہاں ایسا ہم کا ماہیں کب سر اچھا ہو ہے؟“ بیوی نے باس سے بچھا توہاں والا پیچ کا مہم بھاگ سر اچھا مہم دیا گے۔ باہر لکھ سب پکھیں چان کے طبق سر اچھا مہم دیا گی۔ ذرا ہی مطلیب بکھر پڑ کر رکھتی ہے۔ باس کی بات سن کر بیوی نے اپنے میں گردان پلاڑی۔

بریکنگ نیوز:

”اہم آپ کو آج کی ہزار اور اہم خبر دے رہے ہیں۔ ملک کے مایباڑ سامنے میں ڈاکٹر کامران کو خواہ کر رہا گیا ہے۔ ان کو اپنے گرفتار کے اندر سے خواہ کیا گیا ہے۔ پہلیں جعل انجین ڈھونڈنے میں مصروف ہے۔ پہلیں کامیاب ہے کہ ان کی ایجاد کی وجہ سے شاید انہیں ملک و خان عذا مر نے خواہ کر رہا ہے۔“

یہ خبر اس کرپارستہ ملک میں محلی پیغامی تھی۔ ظاہر ہے ڈاکٹر کامران کا افواہ کی مہموں بات تھوڑی تھی۔

”میں کہاں ہوں۔“ ڈاکٹر کامران کو ہوش آیا تو وہ ایک بڑے ہاں نما کمرے میں ایک کری پر بھٹے میٹھے تھے۔ ان کے سامنے کرہ پھرے والا باس بیٹھا ہوا تھا۔ ڈاکٹر کامران کو سارا اعماقہ ایک ہی لئے ہی بھجا گیا۔

”جبار اے لے سی بھتر ہو گا کہ میں ہتا دو کہ وہ محلوں تم نے کہاں رکھا ہے، ورنہ تم تھبڑا وہ جڑ کریں گے کہ جباری روچ کا کاپ جائے گی۔“ باس نے بھروسہ انداز سے سکراتے ہوئے کہا اس کے دھرمے ہاٹھوں میں پھول ہوا۔

”تم لوگ چاہے مجھے ماری کیوں نہ ڈالوں ہم میں جھیں بھی نہیں ہتا ہوں گا کہ وہ محلوں کہاں رکھا ہے۔ میں اسے اپنے ملک کی بھالی کی لیے استعمال کر رہا چاہتا ہوں۔ میں اسے تم بھیجیے ملک و خان حاضر کے ہوں گے۔“ ڈاکٹر کامران نے چھان بھیجے۔ ضبوط ہے میں کہا۔
باس مکریا اور یوں:

”جبار ایک آنھ سال جتنا بھی بھی ہے؟ کیا ہام بے اس کا؟ باس اڑاں، وہ بر اس اسکل میں پڑھتا ہے۔ کیوں نہ ہم اسے اغوا کر لیں؟ پھر تو تمہیں اس ایجاد کا پتہ بتانا ہے۔

چچا خواہ خواہ اور جگو میاں

چچا خواہ خواہ نے جھگڑا چھڑ روایا

عائشہ اطہر

وہ سرہ شام میں چچا خواہ کو اولیاف میں سمجھے کرم لفاف کے ہرے لے رہے تھے اور باہر گئیں میاں چلا رہا تھا۔

”چچا خواہ پر جگو“ جگو میاں کے قیچی کی آواز پر چچا خواہ کو اور زور سے پہنچ کرم لفاف میں ہزیدہ دیکھ گئے۔ جگو میاں مسلسل چلا رہا تھا۔

”چچا خواہ پر جکو“ جگو میاں جاتا تھا کہ پیچا جا کر ہے جس اور جان و بھر کرنیں اندر ہے۔ چچا خواہ کو اتنی خذل میں لفاف سے نکلنے پر کسی قیمت تیندیگی نہ تھی۔



تحویلی ہی دری میں پورے گھر میں طلوے کی خوبیوں کیلی ہوئی تھی۔

”چچا طلوہ“ جگو میاں بھر سے چلا یا اور اپنی بیٹھتی سے اڑتا ہوا سیدھا چچا خواہ خواہ کے لفاف پر آیا۔

”اُھر پیچا طلوہ کماں“ جکو بھر سے بولا اب کے پیچائے اپنا سرگھی لفاف میں گھسالیا۔ بہر چارہ آپا بھیں۔

”جگو میاں اطلوہ کھالو“ جگو میاں واپس اڑتا ہوا گھن میں آیا۔ اور مزرے سے حلوا کھانے لگا۔ جگو میاں نے چچا خواہ خواہ کو بلانے کا ارادہ ترک کر دیا اور طلوے سے بھر پور انصاف کرنے لگا۔

تجزیٰ تھی دری میں باہر گلی سے چینٹنے پلانے کی آوازیں آنے لگیں۔

"چیاڑاں! جگو میاں نے شور چاڑا۔

"ٹراٹی! پچا خواہ کو اونے خاف آتا راہ پر میں کی طرح بیدے سے چھاٹاں گئی۔" کس کی لڑائی؟" پچا باہر گلی میں بھاگے جگو میاں پھاکے کھدے سے پر بینچ پچے تھے۔ باہر گلی میں "پچے ایک دوسرے کو خوب مار دے تھا اور اپنے گروں کی کھڑکیوں پر کھڑی ان کی ماں بھی چادری تھی۔ پچا خواہ کو اونے دوں پھوں کو اگ کرنے کی کوشش کی تھرہ، مگر وہ بھر ایک دوسرے پر بل پڑے۔



"ارے ایت بھی جا لاؤ" پچا خواہ کو اونے، خواہ خواہ بھڑک رہے تھے کہ جو نے پچے کو خوب پیٹ دیا تھا۔

"آئی اڑ کو نا اپنے پیچے کو" پچا خواہ کو اونے کھڑکی سے لٹکی پیچے کی ماں سے بو لے۔

"آئی کے کہا؟" پیچے کی ماں بولی۔ "تصیس ہی کہا؟" دوسرے پیچے کی ماں بھیں کے بولی۔

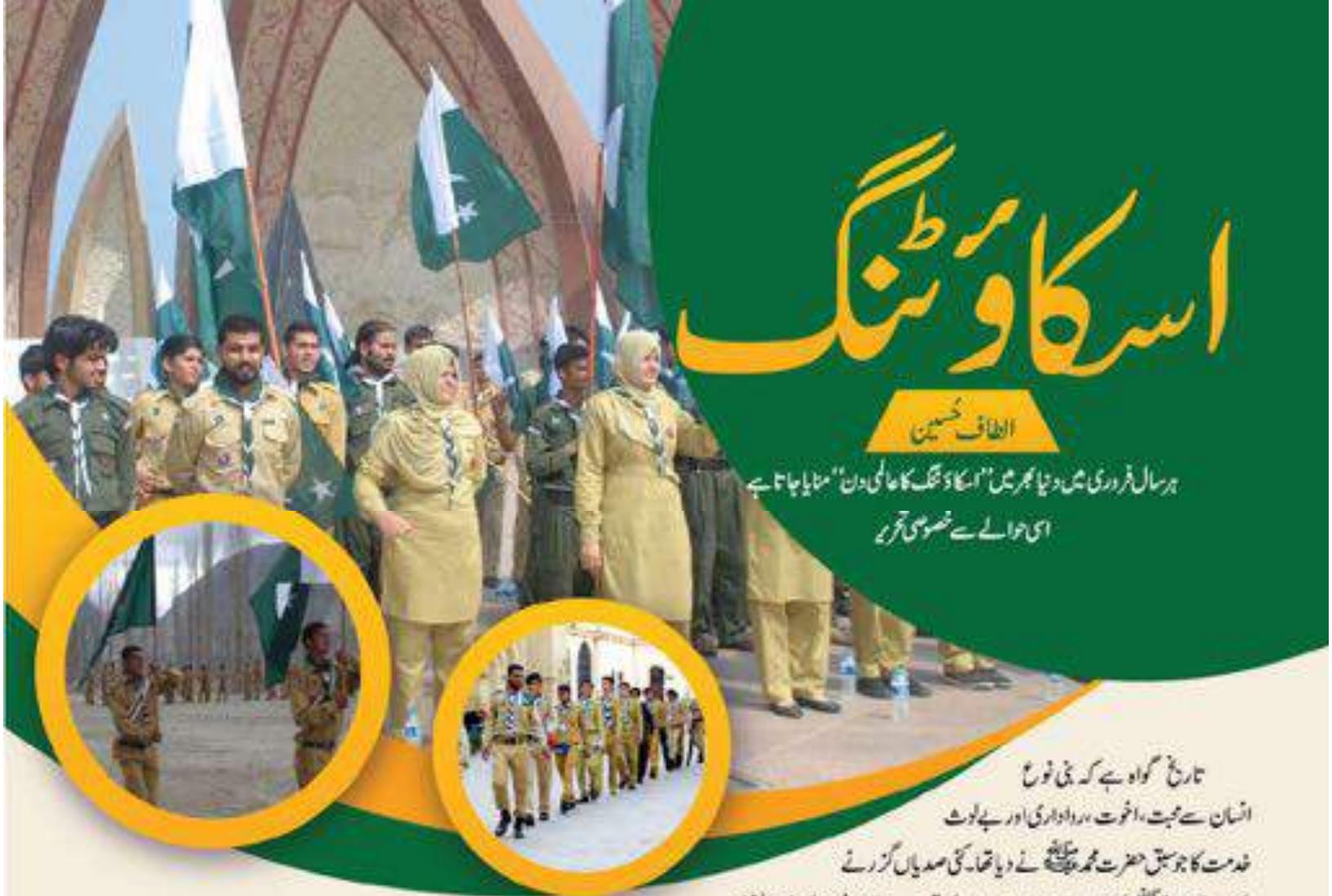
"آپ دوؤں آئیماں ہیں۔ وہی کہوں گا تا۔" پچا خواہ کو اونے بولے۔

"ہمیں آئی بولار کوڈ رام نے کے لئے باہر آنا،" آئی چالائی۔ سب نے مل کر پچا خواہ مخواہ کو خوب پیٹا۔ "پچا! کی پٹائی پچا کی پٹائی..... جگو میاں شور چاتے گھر کو بھاگے۔ بادا بادا.....

اسکاؤنٹ

الطاں حسین

ہر سال فروری میں دنیا بھر میں "اسکاؤنٹ کا عالمی دن" منایا جاتا ہے
اسی دن سے خصوصی تری



تاریخ گواہ ہے کہ نئی نوع
انسان سے بہت اخوت، رہاواری اور بے اوث
خدمت کا ہر سبق حضرت محمد ﷺ نے دعا تھا۔ کمی صدیاں گزرنے

کے بعد آپ ﷺ کے ان ہی زیارتی اصولوں کے تحت برطانوی فوج کے ایک لفڑیت
جزل رہت ہیدن پاول نے "اسکاؤنٹ" کے ہم سے ایک عظیم سے معارف کرائی۔
راہست ہیدن پاول 22 فروری 1857ء کو لندن کے ایک قصبہ "گلیل" میں پیدا
ہوئے۔ ان کے والد آکسفورد یونیورسٹی میں پروفیسر تھے۔ ابھی ہیدن پاول کی عمر تین
سال تھی کہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ 1870ء میں انہیں لندن کے چارٹر ہاؤس میں
والٹل کردا ہاگیا۔ 1876ء میں (انہیں سال کی عمر میں) پاکر ہاؤس کا آخری انتظامیان پاں
کیا اور اس کے بعد انہوں نے بلوڈ "سب لفڑیت" برطانوی فوج میں کیش ماحصل کیا۔
اور ان کی ایجادی تھیاتی ہندوستان میں کی گئی۔ 1833ء میں انہیں اعلیٰ جنگی خدمات کی
قیمت پر کیش کے عمدہ پر اور 1899ء میں کرگل کے عمدہ پر ترقی دی گئی۔ ان ہی ٹھنڈ
افریقہ کے علاست بہت زیادہ خراب ہو گئے۔ حکومت برطانیہ نے اپنی فوج میتوںی افریقہ
روانہ کی جس میں کرگل رہت ہیدن پاول بھی شامل تھے۔ کرگل رہت ہیدن پاول نے
دو فتحی دستیں (جن کی جمیع نظری ساتھی) کی مدد سے پانچ مریخ میں رستے میں
پہنچے ہوئے افسوس "میٹ سٹگ" کے دفعہ کا آنا رکیا۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ گرگل رہت ہیدن پاول نے دیکھا کہ ایک سائل سوارچہ
گولیوں کی بوچھاڑ کے درمیان سے باحفاظت نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ ان کی حریت کی

ایجھا نہیں رہی۔ انہوں نے اس پیچے کو اپنے قریب بنا کر پوچھا "کیا صیہن گولیوں کے
بوچھاڑ کے درمیان سے نکلتے ہوئے انہیں کیا؟"
"خیں! کیونکہ میں اپنی حفاظت کا طریقہ جانتا ہوں۔ میں جب اس مقام پر پہنچا تو
میں تے اپنی سائیکل کی رفتار جو کہ جس کی وجہ سے کوئی گولی مجھے تھاں نہیں پہنچا سکی۔"
کرگل رہت ہیدن پاول اس سات سالہ بہادر پیٹھے کے جو اُت مندانہ جواب
سے بہت جذبہ ہوئے اور اسے شاہزادی۔ اس حکم ان کی واقع نے ان کے دل و ماغہ
گھبراڑ جھوڑا تھا۔ 18 میں 1900 کو ان کی مدد کے لیے برطانیہ سے ہزار ہم فوجی دستے
چونی افریقہ پہنچ گئے۔ 1901ء میں انہوں نے کافی غور کرنے کے بعد اسکاؤنٹ کے
حوالے سے ایک کتاب "اینڈن اسکاؤنٹ" (Aids to Scouting) لکھی۔ جسے
اس کی اہمیت کے عینی نظر برطانوی اسکولوں میں بطور اساتھ شاہی کر دیا گیا۔ پھر عرصہ
بعد کرگل رہت ہیدن پاول کو برطانیہ واپس بدلایا گیا۔ جب کرگل رہت ہیدن پاول نے
ڈھن و اپنی پہنچہ تو اسکول کے چھوٹے نے ان کا الہاماں اختیال کیا اور اسکاؤنٹ عظیم کے قیام
کی نواہیں ظاہر گئیں۔ 1907ء میں انہوں نے اسکاؤنٹ عظیم کی بنیاد رکھ دی۔

انسانیت کی فلاں و بہبود، اتحاد، امن اور قدرتی آفات میں پھنسنے لوگوں کی ہر مکمل

میں کسی بھی سیاسی جلسے اور سیاسی جلوسوں میں شرکت نہیں کر سکتا کیونکہ اس تحریک کا کسی بھی سیاسی جماعت سے کسی طرح کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

معاشرے میں اسکاؤٹ جو قابل قدور خدمات انجام دیتے ہیں وہ کسی سے وحی نہیں نہیں، سیالب ہو یا لزول، جنگ ہو یا اس بخوبی تحریک، وہی امر اس با خداوت ہوں یا کسی اور اس کی جانب سے چلا جائے والی ہم ہوزنگی کے ہر معاملے میں اسکاؤٹ اپنی بہتر خلائق خدمات فراہم کرنے میں آگے کھلائی رہتے ہیں۔

اسکاؤٹنگ کی پیادہ و مدد اور اسکاؤٹ قوانین پر ہے۔ ہر اسکاؤٹ کو کیسے گئے و مدد اور دفعہ کردہ قوانین کی حق سے پابندی کرنا ہوتا ہے۔ اسکاؤٹ ایک غیر سیاسی اور غیر فرضی تحریک ہے جس کا مقصد اپنے کو اسکاؤٹ کے درمیان ترتیب دے کر ایک نہایت اپنے انسان کے ساتھی میں احترام ہوتا ہے اور اسے دارالحریم ہوتا ہے۔ اسکاؤٹ کی تربیت اپنے افراد کو ترقی سے سرگرمیوں میں بھی مدد ملتی ہے۔

اسکاؤٹ وعدہ:

اسکاؤٹ تحریک میں شامل ہوئے والا ہر اسکاؤٹ درج ذیل تمام نکات پر مشتمل و مدد کرتا ہے۔ جو اسکاؤٹ یہ و مدد کر لیتا ہے وہ اسکاؤٹ کو بیکار اور اسکاؤٹنگ کا شخصی اچھتوال کر سکتا ہے۔

1. میں اپنا اپنے ملک کے بناۓ ہوئے قانون کی پابندی کر دوں گا۔
2. میں اپنا اپنے ملک کا وفادار ہوں گا۔

3. میں لوگوں کی خدمت کروں گا خواہ ان کا تعلق کسی بھی مذہب اور قوم سے ہو۔ یہ یہ ہے کہ جب کوئی اسکاؤٹ اپنا مخصوص سلام کرتا ہے تو اپنے دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی پر انکو خوار کر کر نہیں، انکیاں باتھے پر رکھتا ہے۔ اس کی خاص وجہ اسی و مدد کی بیسی تھیں ہوتی ہیں۔ جن کی وہ قدم قدم پر تجوہ یہ کرتا ہے۔

اسکاؤٹنگ کے قوانین:

1. اسکاؤٹ اپنے گھر والدین اور ملک کا وفادار ہے گا۔
2. اسکاؤٹ ہر کسی سے خاش اخلاقی سے ہٹلے گا۔
3. ہر شخص کی ہاتھیاز مدد کرے گا۔
4. اسکاؤٹ زندگی میں ہٹلے گا۔ اسے والی ہر مشکل کا ختم ہو شان سے مقابلہ کرے گا۔
5. اسکاؤٹ کتابیت شماری اپنائے گا۔
6. اسکاؤٹ اپنی حصیت کو قابل اتناو بنائے گا۔
7. اسکاؤٹ فطرات میں بڑوی کا مظاہرہ نہیں کرے گا۔
8. اسکاؤٹ جانوروں کے ساتھ بھی اپنے طریقے سے پیش آئے گا۔

ہر اسکاؤٹ تحریک کے بنیادی مقاصد قرار پائے۔ اسی سال اگست (1907ء) میں انہوں نے اسکاؤٹنگ کا سب سے پہلا (جگہ باتی) کمپ برطانیہ کے ایک جزو سے "براؤن ہی" نیں قائم کیا۔ جس میں 24 نوجوان نے شرکت کی۔ اسکاؤٹوں کے اس اجتماع کو "بجوری" کہا ہے مدد میا گیا۔

اس کے بعد آہستہ اسکاؤٹ تحریک کا داڑہ کا روسیج ہوئے گا۔ 1910ء میں رابرٹ پہنچن پاؤں علیحدہ لفٹننٹ جنرل فوج سے ریچارڈ ہے اور اس کے بعد انہوں نے اپنی قائم ترقیات اسکاؤٹ تحریک کی ترقی پر مرکوز کر دی۔ اسی سال بریٹنی پاک و بند میں اسکاؤٹ تحریک کی شاخ قائم ہوئی جس کا صوبائی بیوی کوادر والٹن کمپ (لارڈ) میں تھا جنگ فوجنگ پیش کروالا (مری۔ راہ پانڈی) کی پیارا جوں میں قائم کیا گیا۔ 1912ء میں رابرٹ پہنچن پاؤں نے اسکاؤٹ تحریک کو پری دیاں ہمارف کرانے کی غرض سے تمام ممالک کا پہلا عالمی (الماں اتحاد) (ولڈ بجوری) انہوں کے ایک مقام "اوپیٹا" میں منعقد ہوئے جس میں ایس ساری دنیا کا "وی چیف آف اسکاؤٹس" نیمیم کیا گیا۔ 1917ء میں رابرٹ پہنچن پاؤں کے یادیں اس کے باوجود وہ اپنی قائم کردہ حکیم کے کاموں میں مصروف رہے۔ 8 نومبر 1941ء کو رابرٹ پہنچن پاؤں دنیا سے رخصت ہوئے گیں اپنے یتیم بھوتوں کا ایک ایسا سلسلہ چھوڑ گئے جو آج بھی جا رہی ہے۔ ہر سال 22 فروری (ان کے یوم بیٹا ایش) کو اسکاؤٹ کے یادی "ان" کے خود پر منیا جاتا ہے۔ دنیا کے جس ملک میں بھی اسکاؤٹ حکیم ہم تم پہاڑ میں اس ایسا دست غصہ کو ملام ہٹلی کیا جاتا ہے۔

14 اگست 1947ء کو جب پاکستان کا قیام عمل میں آتا تو اس وقت تھا ہندوستان کا اسکاؤٹ و مسٹر فرانس میں منعقد ہوئے والی چھٹی اسکاؤٹ جبوري میں شریک تھا۔ اس میں مسلمان اسکاؤٹ بھی شامل تھے۔ جب ایس قیام پاکستان کی خوشی بیانی گئی تو انہوں نے جبوري ایکٹامی سے ہاتھ دے اچھتی لینے کے بعد اپنے ملک (پاکستان) کا پرچم لہانے کا فیصلہ کیا اور راتوں رات متنی گرل گاہیز کی مدد سے قومی پرچم چڑا کیا گیا اور 14 اگست 1947ء کی بھی یہ پرچم بجوری میدان میں دنیا کے دیگر ممالک کے پرچموں کے ساتھ پہنچا گیا۔

قیام پاکستان کے بعد اس ملک خداواد میں بھی اسکاؤٹنگ کی پہنچ و اسی اور 22 سپتمبر 1947ء کو پاکستان کے گورنر جنرل ہائی ایئٹھ مولی جان پاکستان کے پہلے چیف اسکاؤٹ مقرر ہوئے۔

اسکاؤٹنگ دنیا بھر کے ٹیکس اور نوجوانوں کی پہنچ و تحریک ہے۔ اسکاؤٹنگ اگرچہ مذہبی تحریک نہیں ہے بلکہ اس میں شامل ہونے والے ہر اسکاؤٹ کو ہر حالت میں اپنے مذہب کی تعلیمات کا پابند رہنا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی بھی اسکاؤٹ یو نیفارم

کے سکے

سینئر کلاس اسکاؤٹ:

خذرائٹ کے بعد اسکا دنوں کی اگلی منزل "سینیٹر کلاس اسکاراٹ" ہوتی ہے۔ جس سکن پتچئے کے لیے انہیں مندرجہ ذیل مرامل سے گزرنا ہوتا ہے۔

فرست کاس اسکاٹ:

ہر ایک اڈ کا مقصود فرست کاس (دینہ اول) اسکا ذمہ بننا ہوتا ہے کیونکہ سکھیہ کاس ایک اڈ کو دینہ اور ایک اڈ تصور کیا جاتا ہے۔

پاکستانی اور سلمان اسکاڈٹ کا وعدہ:

پاکستان میں سماجی اور مذہبی ماحول کے مطابق اسکا وہ تجھ کی تحلیل کی جاتی ہے۔ ایک پاکستانی اور مسلمان اسکا ذات کے "اسکا ذات وحدہ" کا متن یہ ہے:

(i) میں اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے عالم کرہ فرائض
باشدی انجام دوں گا۔

(ii) لوگوں کی خدمت کر دیں گا خواہ ان کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو۔

(iii) اسکا اٹ تو انہیں کی یا بندی میں اپنی بھرپوری کو شکل کر دیں گا۔

پاکستان میں "لٹر لک اسکاؤٹ" کو "انجودیچ" کا نام دیا گیا ہے جبکہ "جکڑہ کاس اسکاؤٹ" کو "حکمیں چ" اور "فرست کاس اسکاؤٹ" کو "یقین چ" کا نام دیا گیا ہے۔ اور یہاں پاکستان کے پہلے چیف اسکاؤٹ ڈاکٹر محمد علی جناح کے مشہور زمانہ قول "انقدر حکم اور یقین" سے انہی کے گئے ہیں۔

قائد اعظم اسکاؤٹ

جو اسکا ذہت یہ تینوں حق حاصل کر لیتا ہے وہ "قائد اعظم اسکا ذہت" کہلاتا ہے۔ "قائد اعظم اسکا ذہت" کو ہمارے ملک میں اسکا ذہنگ کا نقطہ عروج قرار دیا گیا ہے۔ اس درجے میں کامیابی حاصل کرنے والا ہاشمور ہو جاتا ہے وہیں اسکا ذہنگ کے تمام مراحل کی تجدی اور احتجان کے ہامٹ اس کی ذات میں پھیلی، ذات اور بصرہ جوں، ظہور، بدل و انتقال، جوصل مندی، جرات مندی، دو، احمدی، ہم جوئی، بحد کردار، تدبیرت طلاق، اخراج انسانیت و تحریر و تجسس اپنی خصوصیات پیہما ہو جاتی ہیں اور "اسکا ذہنگ" ہر اسکا ذہت سے ان ہی خصوصیات کا تھانٹا کرتی ہے۔ اس طرح ایک عام سمازہ اسکا ذہنگ کی تربیت مکمل کرنے کے بعد اپنے ملک کا ایک لپٹھا ہمہن بن کر اپنے ہم وطنوں کو شہریت کی تعلیم و تربیت دنے میں مصروف ہو جاتا ہے۔ ☆

۹۔ اسکا ذہت ایسے والدین، اسکا ذہت ماں بڑا اور پھر والدین کے علمکم کی تجھیل کرے گا۔

10۔ اسکا وقت قول مغل اور کرواریں یا کینزرہ ہو گا۔

11- اپنے مذہب کی طرف سے عائد کردہ تمام فرائض احسن طریقے سے انعام دے گا
ان کی انعاموں میں کسی قسم کی کوئی کوئی تعلیمی صورت کرے گا۔

12۔ چرا سکا ڈٹ سب اس کا ڈنلوں کو اپنا ایجادی سمجھے گا۔

نوت: یہ اخین گیارہ سال سے زائد عمر کے دکانوں پر لاگو ہوتے ہیں۔

اسکاؤٹ میں اسکاؤٹ کی تعلیم دینے والے اسائد، اسکاؤٹوں کی سیدھیہ اور
قدیمی طریقے کی طرح رہتے ہیں جبکہ انہیں اس طریقے سے تعلیم دینے چیز کہ ہر
اسکاؤٹ کو اس بات کا اپنے طرزِ علم ہو جاتا ہے کہ ہو باقی اسے سکھائی جا رہی ہیں زندگی
میں ہر قدم پر اس کا واسطہ ان باتوں سے چڑھا کر جو کہ دن بہار میں کوئی ہے دھیان
اور شوق کے ساتھ سمجھتا ہے تاکہ روزمرہ زندگی میں کسی موقع پر بھی اسے شرمدی کا سامنا
نہ کرنا پڑے۔ ایک اسکاؤٹ اپنی تعلیم (اسکاؤٹ) کی عزت کو ہوئی نظر رکھتا ہے اور ایسا
کوئی عمل نہیں کرتا جس سے لوگوں کو اس پر یا اس کی تعلیم پر اپنی آنکھیں کو موقع نہ ہے۔

ارکان و نگرانی

درکاڑوں کی تحریم کو تین حصوں میں تحریم کیا گیا ہے اور ہر حصہ میں شالیں پہنے اور تو جراثموں کی نفیا سے کے میں مطابق ترقیتی سرگرمیاں تکمیلیں دی جاتی ہیں۔

اسکاؤنٹ کا پہلا حصہ "کب اسکاؤنٹ" (CUB SCOUT) کہلاتے ہے۔ اس میں 7 سے 10 سال بچ کی عمر کے بچوں کو شامل کیا جاتا ہے۔

دوسرا حصہ "بڑائے اسکا دٹ" کہلاتا ہے۔ اس میں 11 سے 16 سال تک کی عمر کے نئے نئے شاہل ہوتے ہیں۔ اسکا دٹ ماضی، پڑاول یعنی روزگار ترقیات کے دن ہے اور پڑاول یعنی اپنے "پڑاول" میں شاہل اسکا دٹ کی ترقیات کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔

تمرا حصہ "رذ و را کاؤٹ" کھلاتا ہے۔ اس میں 17 سے 25 سال تک کی عمر کے نوجوانوں کو شامل کیا جاتا ہے۔ ماحول اسکا ٹنک کی کامیابی میں اہم کردار ادا کرتا ہے اور یہ ماحول یا قاعدہ مخصوصہ بندی کے تحت یہاں کیا جاتا ہے۔ اس میں ایسی تھام سرگرمیاں شامل ہوتی ہیں جو تم جوئی اور فطرت کے میں مطابق ہوں۔ اس کے علاوہ اسکا ٹنک کے قریب اور گروپس میں مختلف کمپیان ٹکھیل دی جاتی ہیں جن میں اسکا ٹنکوں کے والدین کو مشاورت کی فرض سے شامل کیا جاتا ہے۔

مکارہ

”ٹنڈر فٹ“ (Tender Foot) کے امتحانات میں جو لڑکا کامیابی حاصل کرتا ہے وہ اسکاؤٹ وردی اور اسکاؤٹ ”ٹنڈر فٹ بیچ“ پہنچ سکتا ہے اور خود کو ”اسکاؤٹ“

کوئی بھری تھوڑی سی مدد کر دے تو میں پہلے جیسا ہو سکتا ہوں۔ جب بھرے پتے ہوں اور مجھ پر خوب صورت اور خوشود ریخول کھلے ہوں۔ میں گھن اپنے ساتھی ہو دوں کی طرح خندی ہوں میں سکون سے جھومنا پا سکتا ہوں۔

سرد اوازیں نے شہر کو گھریلی تھی جس کی مدد سے سردی کی شدت میں اشناز ہو گیا تھا۔ جری کی جیبوں میں با تحدی اے لندھوں پر بیک لٹکائے وہ بے زاری ٹکل ہائے اسکول چا رہا تھا۔ خندی ہوا جب من پر آ کر کنگن تو عمر کا نصف ہزیر ہزیر چا رہا تھا۔

مرے سے بعد اسکول چانے کی روشنی میں اور پھر اتنی ضھر میں اسکول چانا اپ مفلح قدر گرفتگی لختے ہی اسے راک پر اسکول چانے پر نظر آئے۔ اپنے دوست کو دیکھنے والے اس کے پاس چالا گیا تاکہ اسکول تک چانے کا انتہا کر کر 2 آسان گھنے۔

آن اردو کے نجھر سے اپنی ملنے والے نیمیت میں اس کے نہر کم تھے۔ جس پر نجھنے اسے اپنی والدہ کے ہندھ کے رہانے کو کھا تھا۔ گرفتار سے اسکول چانے سرعت بخاتی اور اس اسکول سے گروہ بھی آتے ہوئے اس کا عصف اور الجھن اور زیادہ تھی۔ ہما کو ایسے دکھانا بھتی ماں کی ذات کھانا اور جن جھلوک، پنچھا لونتی۔

گرفتاری گلی میں داخل ہوتے اس کی نظر ایک پاؤ سے پر پڑی، دو گلاب کا پاؤ تھا جس پر کوئی پھول نہیں تھا۔ جب کہ اسی کیاری میں لگے گلاب کے درسے پاؤ سے تر ہادا زہ نظر آ رہے تھے۔ ان پر چند پھول بھی کھلے ہوئے تھے۔ پھولوں پاؤ دوں کو دیکھنے والے یاد آیا اردو کی نجھر نے اسے سڑاکے طور پر ایک کہانی گرفتار سے پڑنے کے لیے دی تھی۔ پڑنے کا سوچتے ہی اس کا دھیان پھولوں سے بٹا اور وہ گرفتاری طرف میل دیا۔

.....*

میں ایک اس پاؤ ہوں۔ جس میں تو ہائی نہیں ہے۔ بھرے کچھے ہزار پچھے میں اور جو باقی ہیں وہ پلے ہو رہے ہیں۔ سیبری ہاڑک نہیں اسکلی ہوتی ہیں۔

سردی کی وجہ سے نہ دھپ آتی ہے اور نہ پانی جس سے میں اپنا کھانا بنا سکوں۔ اگر

ایک پودا اور عمر

فخرِ تخلیل



آجیں۔ عمر کو تھس پر ہی خدا آنے لگا۔ براسانہ باتے وہ مرنے پر بیٹھ کیا۔

” عمر بڑا لو۔ ”

” نماں یو ٹھے کچھ نہیں آرہا۔ ”

” دیکھو اگر قاتی آگاپے تو ان سے کچھ اوجا کر۔ کھاں میں کچے پڑھنے ہو کر گرا کر کچھ کچھ نہیں آتا۔ ”

” جار بادھوں نا۔ ” براسانہ بنا کر وہ بڑا۔

—

” قاتی بھائی ایسا تھا مشکل کیوں ہے؟ ”

” تمودا سامنگل گھا بے ٹکان ہب تم یہ کرتے جاؤ گے تو بہت انتہے سے کچھ آجائے گا ہمیرا آسان ہو جائے گا۔ ”

مکراتے ہوئے قاتی بھائی ہر سے سوال سے کچھائے گے۔

” ہمیری قاتی بھائی! ” یہیں وہ فاموں ہوئے عمر نے اپنی کتاب بند کر دی۔

” میں ہر ایک بار اس کو ہر سے سامنے پہنچ کر مل کرو۔ ”

” ہی! ” وہ بولا۔ کتاب ہر سے کھو لئے گرد جیسی ہیں جیسیں۔

” عمر اب تھسیں پڑھائی اپنی بھائی میں کیسی کمی کیا؟ ”

قاتی بہت نام سے عمر کی بے زاری دیکھ رہا تھا۔

” باکل! قاتی قاتی بھائی! اوہ قاتی بھائی! ابہت زیادہ وقت گلابے چڑھنے میں۔ ”

” میں عمر پر سے بخیر تو کوئی کمی گئی ہے جیسی بڑھ پاتا۔ ”

” وہ بچہ گز میں زیادہ حمد آتا ہے۔ ہم ایک بول کر لیں تو اگلے میں سچی جاتے ہیں۔ اسکوں میں تو یہ اسال ہم ایک ہی کھاں میں پڑھنے رہے ہیں۔ ”

” اگر اخراج رالگا ہے پڑھنا تو ایک کام کرو۔ تمودا سے دن ویسے گز چھوڑ کر

” ہمرے ٹھپپ کام کرو۔ ”

” کیے؟ ”

” یہے با غایبی کرو، کتب بینی کرو اور ایسے یہ کچھ کام۔ میں تمودا سے دن کے لیے

ٹھیک استعمال مت کرو۔ وہ وہ؟ ”

” ایک ہے۔ کوشش کروں گا۔ ”

” شباش! ” قاتی بھائی ہو لے۔

مرنے والیں کر کے لایاں کہیں اور اپنے گمراہ آگیں۔

—

آج یہ انتظارِ حُمُم ہو گیا ہے۔ وہ نخاچا پچاپنے کھر سے پانی ایک برلن میں ڈال کر لایا۔ اس نے مجھے اور مجھ سے درپکھ دسرے پوچھ دسرے پوچھ دیا۔

کافی دریکھیتے کے بعد وہ گھر واپس آگیا۔ ماما کو دیکھتے ہی اسے میقص کا کام یاد

بیقہ صفحہ نمبر: 28

کتاب کھو لئے ہوئے وہ باہر صرفے پر بیٹھ گیا تاکہ کہ مہا سے دیکھ سکی۔ میقص کی کتاب وہ اب بھی نہیں لایا تھا اس کے باحصہ میں کہاںی والی کتاب تھی جو اسے اردو کے لیے نہ دی تھی۔

ہری گلی میں ایک پورہ تھا۔ وہ جوہا ساہے لیکن سب کی مدد کرتا ہے۔ وہ اپنی جھٹ پر نجھے پر بھومن کے لیے پانی بھی رکھتا ہے۔ وہ اپنے گھر کے سب بچوں کو روزانہ پالی دیتا ہے۔ مجھے انعام ہے کہ اس کی قوبہ بھر پر اسے گی اور وہ مجھے پانی دے گا۔ ہری میں بھی ہواں کے ساتھ ہو جوں گا۔ مجھ پر بھی رنگ بر لگتے چھوپاں ہوں گے اور پس پر بھرے پاس رک کر مجھے دیکھیں گے۔ مجھ سے کچھ فاستے پر لگے پوچھے سردى کی شدت کو برداشت کر رہے ہیں اور اب بھی تر دنارہ ہیں لیکن ہری ساری طاقت ختم ہو گئی میں مردی کو اپنے برداشت نہیں کر پا رہا۔

” پانچیں پھر نے کیسی کہاںی پڑھنے کے لیے دے دی ہے۔ اس سے اچھا ہے میں باہر جا کر سکیں لوں۔ ” کتاب بند کرتے وہ اخواں اور کن میں مہا کے پاس گیا۔

” مادا۔ میں تھوڑی دیر باہر کیلئے پڑا جاؤں؟ ”

” تی اپنے جائیں لیکن وہیں آ کر پڑھنا بھی ہے اور جانے سے پہلے فاز کر لیں۔ ” انہوں نے عمر کو باہر جانے کی اجازت دے دی لیکن پھر بھی اسے نماز پڑھنے کا تھا نہ بھولیں۔ وہ کوشش کرتی تھی کہ ہر وقت اسے کھنچ ریں تاکہ وہ پڑھائی کی طرف ای طرح سے راغب ہو جائے جیسے پہلے تحد جماعت میں بھیڑ اول آئے والا ہمراہ ڈاؤن میں پڑھائی سے دور ہو گیا۔

وہ گھر سے باہر آیا تو سامنے سارے پنج کرکٹ کھیل رہے تھے۔ وہ بھی ان کر پاس چلا گیا۔ اپنی وہ سب کھیل رہے تھے۔ جب بھی میں قاتی بھائی آئے۔ ان کے باحصہ میں اب بھی لایا ہیں تھیں۔ قاتی بھائی نے ہر دو میں ہاپ کیا تھا اور ساری بھی نے ایک ہمرے کو مغلیکھا لی تھی۔ سب لوگ اپنی پند کرتے تھے کہ کہہ دہ ہر کسی کی مدد کرتے تھے۔ گلی کے پیچے ان کے زیادہ پڑھنے پر اپنی ” قاتی قاتی بھائی ” کہتے تھے۔ کسی پچ کو پڑھنے میں مسئلہ ہوتا تو اس کی اپنی اسے جلدی سے قاتی بھائی کے پاس بھیج دیتی۔ عمر بھی شوچتا تھا وہ بھی بڑا ہو کر قاتی بھائی جسما بنے گا اس لیے وہ بھیڑ پڑھ رہتا تھا لیکن ڈاؤن میں اسے معلوم ہوا کہ پڑھائی سے الگ ویسے ہمیری دنیا بھی ہے جس میں جائیں تو دن گزرنے کا پایا نہ چلتے۔

کافی دریکھیتے کے بعد وہ گھر واپس آگیا۔ ماما کو دیکھتے ہی اسے میقص کا کام یاد

جوری فروری 2022 44

دوران کرنے میں داخل ہوا تو یہ دیکھ کر دروازے پریٹھی کر رہا تھا کہ اس کے پیچے کا دیلوں ہاتھ جس میں پہلی تھی، کتاب کے درمیں صفحیں درکت کر رہا ہے۔ وہ دربے پا اس ان کے پاس آگئا۔ کھڑا ہوا دیلوں ہاتھ میں درجہ دلیں مبارک لگھ رہا تھا:

”اخْرُ سَاحِبُّ، كَبِرْ سَلِيمُّ، أَكْبَرْ سَلِيمُّ، أَصْنَعُ الْأَنْوَارِيُّ سَهْرَادُوكَلِيُّ مَنْهِيُّ۔“
”کیا کہاں ہے؟“ سلیم نے اپنے دل میں سوچا۔

دیکھنے والے اب کھنڈ کر دیا کیونکہ سلیم نے کافیں کافیں موجہ دی کہ اس دلایا تھا۔ اخْرُ سَاحِبُّ نے کتاب بند کرتے ہوئے پری طرف دیکھا اور چند لمحوں بعد کہا ”میرا خیال ہے سہردار ہوں گی ہے اس لئے تم چاکر سیر کر دیں۔ یہ تباری محنت کے لیے ہے۔“

”جی ہاں، میں جا رہا ہوں۔ تحریزی دیجی میں واپس آ جاؤں گا۔“ پھر ہم نظر کے اس مضمون کے بارے میں لکھنگوں کے جوکل اخبار میں آیا تھا۔ سلیم نے کتاب کو آختے ہوئے کہا۔ کتاب کو قفل میں دبائے وہ سیر کرنے لگا کیا تھا جلدی ہو اجھے پڑے گی جو اپنے ساتھ گرد و خبار بھی لائی تھی۔ اس نے ایک پانچ گاہ، ڈھونڈنی اور کتاب کو محل کر لیا۔ کتاب کے ہر سطح پر پکھن کر کہا تھا۔ یون علمم ہذا تھا کہ یہ کتاب بدل کر کیا ہے۔ اس نے مضمون کیا کہ کابینتی صفوی کی کھاتی بعد والے مضمون سے فرق رکھنے لگا تھا جاری تھی۔ کھاتی میں روانی اور جگہ بہت ملا ہوئی تھی۔ اس سے یہ صاف تینجا ۲۰۱۷ قاں ان کی کھاتی بتدریج بھر رہی تھی۔ ہاتھ میں لمحوں بر گز بھی تھی۔

اخْرُ سَاحِبُّ نے چھین مال کے ہوئے تو آنکھوں کی روشنی سے عزم ہو گئے۔

پھر انہوں نے اپنی دہات اور حفت کی بدھ دلت انگلیوں کے ذریعہ نول کر پڑتے میں مبارک حاصل کر لی۔ ان کے پھٹنے کی حس بڑی بیڑی تھی۔ وہ اپنی انگلیوں کو پھول پر پھیر کر بڑی آسانی سے ہاتھ پھٹے کر کے کوئی سا پھول ہے۔ پھول ساگر کر کے بھی ہاتھ پھٹے کر کے کس پھول کی خوشبو ہے۔ ان کی سرگھٹنے کی سب سی جیہت انگلیز خوب رہتے ہیں۔ جب بھی ان کے اور اخْرُ سَاحِبُّ کے درمیان قحطیات کا حلم ہو اور میں نے اخْرُ سَاحِبُّ کے ہاتھ کے کھٹکے ہوئے خلود دیکھے تو میں حیران رہ گیا۔ کھٹکتے دلت لاکھوں کے درمیان کس طرح ملابس قاطل پھروڑا کیا تھا۔ اخْرُ سَاحِبُّ نے ہاتھ کر کر اخْرُ سَاحِبُّ کے ہاتھ میں لٹکنے والوں کے رہن پکڑا دیے جائیں تو وہ فوراً ایسا دین گے کہ ان کے لئے بھی کیا کیا ہیں۔ ان کے بڑے بھائی اکبر کا ایک جیسا لٹکنے والا بھرپور بھی بھیب دفریب انسان تھا۔ اس نے جرمی کی ایک یونہ خوشی سے اعلیٰ تعلیم میں شامل کرنے کے بعد لٹکنے والوں پر لازم تھا۔ پھر وہ جھیق کی غرض سے ۵ سال تک دیبا کے بہت سے ملاقوں کا پکڑنا تارہ۔ وہ اپنے سکر فری خالد کے سامنے ایک بلکہ میں درجہ تھا۔

وہ یہاں اپنے چھار راتیں دلان تھا۔ وہ دن بھی کچھی ایک درمیں سے بہت کم نہ ہے۔ اس کی وجہہ بھی مصروفیت تھی جو ہر ہفت تھیں۔ ایک دن کا وہ کہے کہ اخْرُ سَاحِبُّ نہ میں لیتے اگرے ہوئے عوف کی تھوڑی کتاب پڑھ رہے تھے۔ ان کے باہم ہاتھی انگلیاں کتاب پر درکت کر رہی تھیں۔ ان دونوں سلیم بھی ان کے ہاں آیا ہوا تھا۔ وہ اس

آمان اللہ تیر شوکت

پُر اسرار ہاتھ



لہیاں تھے۔ ”میں بھر خوب دکھر رہا تھا۔ کہا عرب اور دوڑا خوب تھا۔ میں اُجھے ہوئے دلی کے بخدرات میں بھر رہا تھا۔ سلمم تم بھی نہیں سماحتھے۔ سلمم اسی جسم اسی سے آگہ کرنا چاہتا ہوں۔ اپنے لیے صحیح راستے کا اتحاب کرو۔ وہ سلوں کے اتحاب میں بھی قطعیت کرنا۔ قائدے میں رو گے۔ اتحاب میں بے رشی برتنی تو پہنچتا وغیرے تمہارے دل کا۔ ”؟ ”بھروسہ کھانے نہ گے۔ ان کی باتِ مکمل نہ ہوئی تھی جیسیں باحباب بھی لکھ رہا تھا۔

”کافی در بھوگی ہے تم نے بہت باتیں کی ہیں۔ کیون سلمم تمہارا کیا فیصل ہے؟“
لگکھ دز سلمم دلیں چلا گیا۔ اس نے سلوں کی کسی سارے چالاتے اُسے نہ دیا بلکہ کہے ہوئے زندگی سے مایا کا بیٹے دلائل اہم از میں تمہارا کیا تھا۔ ”وہاں اختر صاحب افقال کر گے۔ سلمم نے صحیح کا اپنی رائحتیا تو یہ حاشیہ میں اپنے پیچا کی خاتمہ کر کر اس کے ہاتھ سے اخبار پھوٹ گیا۔ اس نے فراپکڑے جملیں کیے اور دلیں گاڑی کا لکٹ کیا کر سیدھا اختر صاحب کے گمراہ پہنچا۔ جھیڑ و ٹھیں سے فرائش ہو کر وہ پیچا کے دلکش سلامن صاحب سے ملا۔ انہوں نے تباکہ کیا کہ لامبریں میں چند ذاتی خطوط پڑے ہیں۔ ایک پنڈا پہنچی ہے جس میں شاید پوپا نہ ہے جو بھوک کے مارتے ہو رہا۔ مکمل رہا۔
”جلدی جائیں کہن، وہ اندر ہی منزہ جائے۔“

”اچھا میں اسی چاکر دکھتا ہوں آپ فخر کریں۔“ سلمم نے جلدی سے کہا۔
لامبریں میں چاکر اس نے ملازم کو کافی لائے کے لیے کہا اور سماحتھی تاکہ یہ کسی دوسرے ملازم کو کافی جیچ لائے کے لیے کہو دے جس سے اُب کھولا جائے۔ تھوڑی دیر بعد کافی اور زخم آگئے۔ کافی بینے کے وہاں سلمم ذمہ کا بڑے غور سے چاہڑہ لیتا رہا۔ پھر اس نے زخم سے دیکھنے کے لئے اکھاڑے لیے لیکن دیکھنے کو وہ جس نہیں دیا اور اس پر ایک سوئی کتاب رکھوئی تاکہ بچوں ہو جائے۔ پھر وہ بخوبی لیئے چلا گی جس میں اُسے بند کر سکے۔ تھوڑی دیر میں وہ اپس آتا تو فرش کے سماحتھی جیچ کے زور دزد سے ٹکرانے کی آوازیں اُسے بیخیں ہو گیا کہ چڑھا اپنے سے باہر نکل آیا۔ اپنے اور اپنے نام اپ ہے۔ لہاچنے والے کس طرف ہے اُسے کیسے ہمہ دیا جائے۔

سلمم نے کہرے میں دلیں ہو کر جو ہے کو حاصل کیا۔ کہاں کے پیچھے نکلا۔ جس کسی بھی دل کا کتاب اُسی کو بھی دکھل لیتا۔ لیکن چند مدد سلمم نے فیصلہ کیا کہ وہ کوئی کتاب لے کر خاموشی سے پڑھنے لے گا۔ اس دوڑاں دل سے چوہ بے کے پھرے جانے کا خوف دوڑو جائے گا۔ اس لیے وہ شروع ہاہر آئے گا۔ اسی وہ کتاب کے پیچے ہی ”خفر“
خاکر کرے کی تکلی بھی گی اور سیرھیوں پر دیکھی وہی آوازیں آئے لیکن۔ شاید چوہا سیرھیوں پر چڑھ کیا ہے۔ لیکن بھی کیوں پہنچی؟ سلمم دروازے کے قریب سوچ بورڈ کے پاس گیا۔ سوچ آف تھا۔ سلمم نے اُسے آن کیا اور سیرھیوں کی طرف دوڑا مگر بے سود۔

اختر صاحب کے آٹھی بند میں سلمم نے اپنے پیچا سے اجازت چاہی اور سہر کے دلکش میں بھر آئے کا وعہ کر کے چلا گیا۔ حسب وہ دلکش کے باں آیا تو یہ کچھ کرائے بہت انسوں نہ اک اس کے پیچا کافی کھرو رہے گے ہیں۔ ”وہ سروں سے پر حوات اور خود لکھنے کے بجائے بولجے بیانت ہے سنے والا کوئی لیتا۔ اس مرجد سلمم کو اپنے ضمیف پیچا کی ایک نئی خوبی دیکھنے کا انتہا ہے۔ اختر صاحب بستر میں سو رہے تھے لیکن ان کے دلکش پاہجھے یہی مہربانی سے باسیں ہاتھی کو کچھ رکھا تھا۔ سلمم کو شرکت سے بھی۔ اس نے دلکش باہجھ کی اتفاقیں کیے کہا تو سلمم کو شرکت سے بھی۔ لیکن اس نے دلکش باہجھ کی اتفاقیں کیے کہا تو سلمم کو شرکت سے بھی۔ لیکن اس نے دلکش باہجھ کے قریب ایک پیشہ دکھل رکھ دی۔ اگلیں نے پیشہ دکھل کو بڑے شوق سے کھدا
لیکن پھر پیشہ دکھل کو ستر پر گرا کر رائیں بخود کو ضمیل سے بکھل لیا۔ سلمم نے ایک کتاب ستر پر رکھ کر ہوتے اپنے آپ سے کہا۔

”میرا بیان ہے دلکش پاہجھ کو ملروہ ہے کہ باسیں ہاتھ سے کام میں مدد انتہا کر سے۔ اس نے میں اُسے مکار لیتا ہوں۔“

”بکھر دلکش پاہجھ سے بکھت شروع کر دیا۔“

”سلمم نے بہت بڑی ٹھیکھی کی۔ اُسے اپنے پیچا کی طرح فاطر سے لگاؤ دیں۔ وہ غیر“ ہموں ہمہ پر مادہ پرنس کی طرف رہا۔

”تم کون ہو؟“ سلمم نے آہن اور میں پوچھا۔

”غیرت کرو۔“ اس کے پیچا کے ہاتھے نکلا۔

”کیا پہر سے پیلا جان لکھ رہے ہیں؟“

”بکھر سے پیچا اسمری پر سکون ہو رپا کر دیں۔“

”کیا میں آپ سے ماقبل رکھتا ہوں؟“

”سلمم! تم جلدی مجھے دیکھو گے۔“

”میں آپ کوک دیکھوں گا اُسیں ہر یہ اتفاقیں گر جائیں۔“

”جب بڑا خاتم رکھ رہا گا۔“

”میں آپ کوک دیکھوں گا۔“

”پیچہ کر کہاں کیاں دیکھو گے۔“

اپنا گھاہ سوال پر پیچے کی بجائے سلمم نے اکابر پر کھا۔

”کس وقت مذاقہت ہو گی؟“

اگلیں نے پیشہ دکھل کو گردایا اور تین چار مرجن کا نذر پر اور ہزار مرجن کرنے کے بعد پیشہ دکھل کو دوبارہ انخلایا۔

”چار بیجتے ہیں وہ سوت پر اپنی کتاب اٹھا لو۔ بڑے سے اختر کو ان حرمی کی ہاتون کا ستم نہیں ہو ناچاہیے۔“

اختر صاحب چوک کر اٹھ یہیٹھے۔ ان کے پیچے پر گھبراہٹ اور خوف کے آہار

بیتِ امید کے دریچے

”بے دوف بڑے اس چوہلے سے کمرے میں تم کہاں تک بھاگ سکتے ہو۔“
ایون نے پہنچے ہوئے کپا تو رفتی انھیں پچھا دے کر بھاگنے ہوئے اس ستم کے پاس آیا جہاں سکرین کا سکھل انکڑاں تھا۔ ایون جوان تھا۔ روی مسکرا اور پھر اس نے جوں کی بوجل کا احکام کو لا تو ایون سب کچھ گیا۔ اس نے جل باری بھرا تھا۔ روی نے وہ وہ اس ستم پر اٹ دی تھی۔ جوں گرتے ہی ستم سے دھم اٹھنے لگا۔ تادون کے اچاک ہونے کی آوازیں آنے لگیں۔ ایون چراکر بھاگ کر بدھاہی میں مت کے ہل گا۔ اس کا بلا صوت اس اہلست کے لیے جھاڑوی مونق کا فائدہ اٹھا کر کرے سے باہر نکل گی۔
جوں نے اپنا کام کر کر بیٹھا۔ ایون کی ہدیتیہ اڑائی۔ یاںیں سیکی چیز کو بھداشت نہیں کر سکتی تھی۔ روی نے کمرے کے دروازے کو باہر سے کھلای لگا دی۔ اس خفیہ پنکو کر سکرے کے پارے میں سکی مادرم نوکس بجا تھا جان آگ لگی ہوئی تھی۔ وہ آگ اتنی جیزی سے بھلی کے اس آگ میں ایون کا سکھرا دیا۔ ایون حیثیت ہمہ کے لیے ہل کر رکھو گیا۔ روی بھاگ کرہا سڑک پر آیا جہاں بہت سے جوڑی اور خوف سے ایون کے پلٹے ہوئے گمراہ کو کپڑے ہے تھے۔

”یہ ہو کے کی دنیا ہے۔ اصل دنیا، اس بھوت کے ویچھے آوار ہے۔“ روی نے جمع کر سب کو جیسا اور پھر کچھ لوگوں کے ساتھ مل کر جب اس نے ششی کی دیوار کو تھوڑا تو اس کے ویچھے اصل دنیا کو ہو جوڑ کی کمرے کا لکڑا رہ گئے۔ روی کی جرات اور بہت کی جوڑتے وہ سب لوگ ایون کی ڈھنی اور دسمانی قید سے آزاد ہوئے تھے۔ روی کو اکٹھا نہیں کیا۔ ایون سے کچھ دہڑھڑ کرے گزرتی گاڑیوں کی جیسیں۔

”روی! جو کام میں یا تھارے ایسا بھائی کر سکا۔ وہ آخر کام تھے کر دکھایا۔“ ندویار کے ایک سچال میں سکی مددوں کے معاشر کے بعد، جب روی کے وہاں بولے کے قابل ہوئے تو انہوں نے افری انداز میں کہا۔

”ادا جان؟ میں نے امید کے دریچے سے جما کھلا، آپ سے ہی تو سمجھا ہے۔“ روی نے سکھا کر کیا۔

”روی یہاں ادا جان ہر جنم کے حالات میں بھی امید کے دریچوں سے جما کئے کافی سمجھتا ہے۔ میں کے آگئیں اترنے والا بھنن کا سرخ کمگی غلت کے ادیبر سے مشتمل ہو گا۔“

ادا جان نے بہت سے کہا۔ روی نے گردن گھا کر سچال کے کمرے کی بعد گھر کی کوڑ کھا اور پھر آگے بڑھ کر اسے کھول دی۔ سرسر آپا اور زنہ بھورت دنیا کا ہر دُن دن، اسے اپنا مختصر رکا کیونکہ وہ اپنی ذات میں خود ایسا ہوا۔

وہ اسیں آ کر وہ کری پر جنایی تھا کہ وہ کامیں دھرام سے فرش پر آ گئیں۔ سلم نے اس دوسری طرف سے لارپ اپنی برتنی اور ایک خدا کھول کر پڑھا شروع کر دیا۔

”بیٹھم اسیں اس دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں۔ میری لاکھری ہی کے تمہی وادیت ہو گے۔ میں چیزوں ایک ایک اچھے جھنے کے خود پر دنیا چاہتا ہوں۔ جس میں تم پری دلچسپی رکھتے تھے۔ ذرا تصور کر دو، وہ کون ہی چجھوںکی ہے۔ دنیا باتھا احتصار اپنی، اختر۔“

سلیم چوہلوں کے لیے ہر یہاں ہو گیا۔ دوبارہ ہر بڑی کی کلی میں گئی دوسری کے فرش پر کسی کے نہیں کے ہل چلے کی آواز سنائی دی۔ سلم نے پڑی بھرتی سے انھوں کو کلکا کا سوچی آں کر دیا۔ کمرہ دُن ہو گیا۔ اس کے ساتھ دس گز کے قاطلہ پر ایک ہادر بیگ رہا تھا۔ اس کی کر سلم کے جسم میں سنتی ہی دو راگی اور ریڑا۔ مکہنہی میں سر دل کی ایک بڑی صورت ہوئی۔ وہ اسے مدد کو گے اور آنکھیں پہاڑے جھرت سے بچے لگا۔ وہ جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ اس کا دیاں ہاتھ کلکیے سوچی پر قادر بائیں ہاتھ کی پانچ انکیاں سوالہ انداز میں کلی ہوئی جیسیں۔ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے خود اس باتھ کتابوں میں چھوٹی موٹی ہو گیا۔ سلم آگے بڑھا۔ ٹھیک میں جس چند خدا کا باعث گھاصا تھا، اس سے چھوٹی موٹی کلیں نابھاب ہیں۔ اس نے تمام کھڑکیاں اور روشنی داں بند کر دیے تاکہ پر اسراز بحمد کمیں بھاگ نہ گئے۔ بھر بادر کی کے قدموں کی آہت پا کر سلم نے زور زور سے پکارا۔

”بھر بادر سے اور بھر وَا۔“

”بھی حضور۔“

”اذر آؤ! آج رات مولے سے پہلے ان تمام کتابوں کو اپنی اپنی بھکری پر رکھ دیا۔“ دھانے کس طرح چیز کر گئی ہیں۔ ”کہا ایک وقت کے بعد سلم نے خارم سے کہا۔

”اس دنیا میں جو جا لوں بند تھا، وہ بھاگ گیا ہے۔ میں نے اسے جانش کرنے کی بہت کوشش کی ہے لیکن کہیں جائیں گے۔“

بھر بادر نے پہلے بھی سلم کو اس قدر باتھی کرتے ہیں ساتھا، وہ اذر بھر کھانا بھا کرے سے باہر چاگیا۔ تقریباً دو سو ستم کے وقت مدت گھوڑا صاحب آگے جو ہے اس اچھر تھے۔ سلم نے ان کے ساتھ یہ خدا ک صریحال بیان کی تو وہ جوان رہ گئے۔ بھر بادر نے مل کر بڑی بھکری پرے بعد کتابوں کے ویچھے پیچے ہوئے خدا ک باتھ کو برا آمد کر دیا۔ سلم نے گھوڑا صاحب سے کہا۔

”پر اسراز باتھ کو اے میں بند کر کے کلکا زدینے چاٹھیں ورنہ بی بھاگ جائے گا۔“ اس بات سے اتفاق کیا گیا۔ بات بھی محتول تھی۔ انہوں نے خدا ک باتھ کو بڑی مکمل سے اپنے میں بند کیا۔ وہ باہر نکلنے کے لیے پارہ زور لگا کر باتھا۔ آخر اور اگلی نقطے تھے میں انشاء اللہ۔

☆.....☆.....☆

بھی طرح آپ اور آپ کے دوستوں میں بھیتے کے لائق نہیں ہے۔ آنکھیتے اور، وہی کے بھی کوئی معیار ہوتے ہیں۔ آپ اتنے بڑے اور قابل دلکشی کی خواہ کی اولاد ہیں۔ آپ میں اور ان لڑکے میں بہت فرق ہے۔ ”تمہنہ شادا لٹر کے بچہ میں رہی خداوندی تھی۔

☆

غلام علی ایک ستری قade، جس کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ وہ ایک پھر لے سے مکان میں رہتا تھا۔ اس پریگانی کے دو میں وہ خاصی غربت کی زندگی کا در رہا تھا۔ بھی اسے کامل جاتا تھا اور بعض وہ اوقات وہ اخنوں بھی کام نہیں ملتا تھا۔ اس کی وہی ایک سلسلہ شادا گورت تھی جو کسی دو کسی طرح گرفتاری تھی۔ اس کے علاوہ وہ اپنے بچوں پر بھی کوچھ بھی دواری تھی۔ وہ بچوں کو بہت ساف سخرا رکھتی تھی۔ بچوں پر بہت قیزداری وہ پاٹھا تھے۔ تین بچوں کی تعلیم کے خرچے کی وجہ سے بھی ان کا ہاتھ کچھ لگ کر رہتا تھا۔ ان کے پیچے بچوں سر کاری اسکوں میں ریتھیں تھے۔ ان کے دن ایسے ہی گزرو رہے تھے کہ ایک دن ان پر ایک اتنا گوت پڑی۔ ہوا جوں کہ غلام علی ایکہ دکان کی پھٹک کا پاٹر کر رہا تھا کر پیچے گر کیا جس سے اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ سر کاری اپنال میں آپ بیٹاں بھی ہوا گر کی جوچیو گی کی وجہ سے الگیوں نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ اب وہ اس باتھ سے تھیں تھیں تمام سکتا تھا۔ اس حدادت کے بعد اس کا زریعہ روزگار ختم ہو گیا۔ اپنی بیٹی کے مشورے پر اس نے اپنے گر کے کمرے میں جو باہر گئی میں کھلا تھا، ایک بچوں کی چیزوں کی دکان کا انی

”وہ مارا۔ چکا۔ داؤ۔ وہ زبردست۔“ بچوں کی خوشی کے دلے جھیں بھل رہی تھیں۔ ان کی سرست کا کوئی ہالم نہ تھا۔ ان کی نیم کو آخوند پر پائی روز کی صدرست تھی اور عذاب نے پھر کا کا کرایتی نہیں کوئی تھے۔ ہم کار کر دیا تھا۔ نیم کے دوسرا لاؤکوں نے اسے گلے کیا ہوا تھا۔ ایک دو سینچے عذاب نے زندہ باد کے خرے بھی لکا رہے تھے۔ پھر نیم کی خوشی میں بھی تھی۔ سینچے اپنے گھروں کی طرف جاتے ہوئے بہت سرسر چکر رہا تھا۔ ایک گھر کی لاٹی مولی کی کھڑکی میں موجودہ آنکھیں شدید نہیں تھے میں تھی۔ آصف اور عاذل دونوں بھائی بہت خوشی گھر میں داخل ہوئے۔ وہ بھی سچھتے والی نیم کا حصہ تھے۔

”کہاں سے آ رہے ہیں آپ دلوں؟“ تینکو شادا لٹر نے گر میں بھٹکتے ہی اپنے دلوں بیٹھنے پا چکا۔

”ما! آپ کو حلموت ہے اور آپ خود بھی بھار دیکھ لتی ہیں کہ ہم سامنے والے خالی چاٹ میں کرکت کھیل رہے ہیں۔“ بڑے بھائی آصف نے انہیں بتایا۔

”بائی بائی! وہ تو مجھے معلوم ہے گھر میں نے آپ کو تاکید کی تھی کہ اسکے لارڈوں کے ساتھ کھیلایا کرو، مگر آپ اس لڑکے کو بھی ساتھ خواستے ہو جو مجھے سخت نہ پسند ہے۔ وہ لارڈ کا کسی

عارف مجید عارف

اللہ کا دوست



جدیدی کا لوٹی کے بہت سے لوگوں کو معلوم ہو چکا تھا کہ ان کے بیچوں کے ساتھ ایک غریب آنکھیں فروش پیچ بھی کھلتا ہے۔ اکثر لوگوں کو اس پر کوئی احتراض نہیں تھا بلکہ کجا یہے بھی تھے جو اس بات پر خوش دھنے کرنے کے بیچوں کے ساتھ ایک غریب پیچ بھی کھلتے۔ ان ہی لوگوں میں بھگر نوش و اختر بھی شامل تھیں۔ وہ خود بھی ایک قیمتی یادوں اور دولت مدد خانہ ان سے تعلق رکھتی تھیں جبکہ ان کے شوہر بھی ایک بہت قابل دلکش تھے۔ ان کا نیا نام تھا کہ ایسے غریب اور جاہل حرم کے بیچوں کے ساتھ کھلکھلے سے ان کے بیچوں کی تربیت اور تربیت میں فرق پڑتا تھا۔

"میں نے آپ سے کہا تھا کہ وہ راپچوں پر بھی خفر کریں۔" انہوں نے اپنے شوہر سے کہا۔

"کوئں کیا کر دیا ہے تھا وہ اس نے؟" ان کے دہر سے مستقل سے پوچھا۔
"تمہارے پیچے ایک جاہل آنکھیں فروش پیچے کے ساتھ کھلکھل رہے ہیں۔ اس سے ان کی تربیت اور رہنمائی کی کچھ نہیں ہوتے۔" تجھمود شاد اختر نے تلاش چھوڑ لیتے ہیں۔
"اوے! یک چشم! پچھوٹنیں ہوتا۔ وہ غریب پیچ اور محنت مزدوروی کے بعد پوچھ دیں۔" دل بہدا یافتہ تھے کہ اب کوئی بات ہے۔ مجھے اس لڑکے کے بھیتے پر کوئی احتراض نہیں ہے۔" نوشاد اختر نے اسکیں سمجھاتے ہوئے کہا۔

"لمحہ ہے۔ وہ اپنی حیثیت اور رہنمائی کے مطابق بیچوں میں کھلتے۔ تھاری اولاد کے ساتھ رابطہ نہ رکھے۔" تجھمود شاد اختر دلوں کی انداز میں بولتی۔

"اچھا، اچھا! میں دیکھتا ہوں۔" دل بہدا میں اس مسئلے کو بھی حل کر لیتے ہیں۔" ان کے شوہر نے اسکیں تسلی دیتے ہوئے کہا۔

نوشاد اختر نبڑا پڑے دل کے مالک تھے۔ وہ بہت مالدار اور اعلیٰ حیثیت ہونے کے باوجود انسان کو انسان ہی کہتے تھے چاہے وہ غریب ہو یا نہ۔ دل بہدا تو اور قدر آٹھ کیل صاحب کی چھٹی تھی۔ انہوں نے آج اس آٹھ کیل فروش لڑکے سے مٹھے ارادہ کیا جاتا تھا۔ اپنے پروگرام کے مطابق وہ اپنی ہائل قوت کا مریض اپنی کا لوٹی سے خاصی دروس آنکھیں فروش لڑکے کے پاس جا پہنچے۔

"اے لڑکے اپنے کیا جعلی آنکھیں جو رہے ہو؟" انہوں کچھ بچے کو خٹ بھاتے ہوئے پوچھا۔

"خیس سر زیاد جعلی نہیں ہیں۔ البتہ کچھ کے مقابلے میں خاتمی جو کر دی جیسے اس لیے خاصی سستی ہے۔ لیکن معیاری بھی ہے۔" دل بہدا لے بہت اخلاق سے مودہ ہے لیکن میں انہیں جواب دیتا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ یہ آصف اور عاخت کے والد ہیں۔

"اچھا! اذرا بچھے بھی چھڑا۔ دیکھوں تو یہی ہے۔" اب ان کا لہجہ خاصاً نرم تھا۔
"اوے! داہ! یہ تو بہت لذیذ ہے اور سستی بھی۔" یہ کہنے کے بعد انہوں نے باتوں

جس سے ان کی تھوڑی بہت گزر بر جوئے گی۔ دل بہدا اپنے بھادر ہو چکا تھا۔ وہ ایک باہم اور قابل لڑکا تھا۔ اس نے اپنے ماں باپ کو اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ اسکو سے آنے کے بعد وہ پہر نہیں بیٹے سے شام کی تھانی تیار ہوئے والی آنکھیم ہوا کرے گا۔ ان کے گھر سے پہنچتی قاصر ایک ہام کا رختے میں متناہی گرم معیاری آنکھیم تھا جو ہوتی تھی جو علف ریجی اور اسے فروخت کرتے تھے۔ دل بہدا اس کا رختانے کے مالک سے بات کر پہنچا تھا کہ وہ کار رختے کی جیسا کردہ ہو گھوٹی ریجی پر وہ پہر میں آنکھیم فروخت کرے گا۔ کار رختے کا مالک ایک رام دل آدمی تھا۔ دل بہدا اس کے باپ نام بھی کو بھی پڑھتا تھا۔ اس نے دل بہدا کو دیکھا کہ وہ نیاد پر آنکھیم دینے کی ہاتھی بھری۔ دل بہدا دل بہدا میں آنکھیم فروخت کرتا اور وہ اپنی میں اپنا صاف رکھ کر آنکھیم کی رقم دا کردا یا کرنا تھا۔ اس کا یہ کام ملک لٹکا تھا۔ وہ تین چار گھنٹوں میں ہی سب مال فروخت کر کے خاتے میں اپنے کیا بیٹھتا تھا۔ اب ان کے حالات پر کچھ بہتر ہو گئے تھے۔ دل بہدا نے قیمت کی طرف بھی اپنے بھی ہوتی تھی بلکہ وہ چھوٹے بھائی اور بھن کی قیمت پر بھی نظر رکھتے ہوئے تھا۔

ان کے گھر کے قریب ہی ایک بھی کا لوٹی نہیں ہوتی تھی جس میں اکثر مکان آپاد ہو چکے تھے۔ یہ خاتے پر ہے کھلے اور اپنی آمدی رکھنے والوں کی آبادی تھی۔ اس کا لوٹی میں اس کی آنکھیم جدیدی فروخت ہو جاتی تھی۔ اکثر دوستات پانچ سارے سائز سے پانچ بیجے بیکی دی جاتے تھے۔ فارغ ہو جاتا تھا۔ اسی کا لوٹی میں ایک بڑے خالی پلاٹ پر اس کے ہام مر پکھڑے کر کے کھیتی کھیتے تھے۔ ان لوگوں کو دیکھ کر اس کا بھی دل کرنا تھا کہ وہ بھی ان کے ساتھ کھلکھلے کر وہ اپنے اوپر اس کے فرق کو کھجھاتا تھا۔ ان کیلئے والوں میں سے دل بہدا کے اس کی آنکھیم سے مستقل ہاپک میں بچے تھے۔

آج بھی اس کی آنکھیم شام پانچ بیجے ہی نہم ہو چکی تھی اور وہ وہیں کھڑا لوگوں کو کھلادی کر رہا تھا۔ کچھی درستی کھلی میں وہیں آتی وہ جاتے اس میں کہاں سے اتنی مت آگئی کہ وہ ان کے درمیان ڈالا آیا۔

"سو!" اس نے ایک لڑکے کو خاطب کرتے ہوئے کہا۔

"جسے بھی ساتھ کھلانو۔"

"جیسیں؟ تم تو آنکھیم پیچتے ہو۔" ایک لڑکے نے کہا۔

"اب تو وہ ہام ہو چکی ہے۔" اس کے لیے میں بہت زری تھی۔ اسی اٹھا میں ایک لڑکے نے کہا کہ۔

"ہاں پاں اسے بھی کھلائیتے ہیں۔ آنے دیے بھی پکھڑے کے کم ہی آئے ہیں۔" اور اس طرح دل بہدا ان بیچوں کے ساتھ ہو رہا تھا۔ تیرے دن کھیٹے لگا۔ جس دن اس کی آنکھیم میں فروخت ہو جاتی وہ اسی دن کھلیتا تھا۔ وہ مدرسی طور پر بہت اچھا لکھاڑی تھا۔ اس کے علاوہ اس کی بات چیت کا انداز بھی بہت سلچھا ہوا تھا۔

شیف ثانی

گاجر کا حلوا

وجہہ مفیٹ

سردیوں کا آنا زہر اخیری خدمتی ہوا کیس پہل رو جی۔ شیف ہالی نے فرشے کیا کاں
”گاجر کا گرم حلوا ہا کر کیا بجائے۔“ فرشے مصشمی ٹھکن ہا کر کیا
”مجھے نہیں آتا جاتا۔“

”مجھے آتا ہے ہا، اس میں کیا ٹھکن ہے، جملائ کر رہا تے ہیں۔“ شیف ہالی نے
کہا اور ہادری تانے کا رخ کیا حلوا کے لئے جوچیزیں چاہیے دیے چا۔

ترکیب

گاجر کو پھیل کر کش کر لیں۔ کراہی میں سچی گرم کر کے چھوٹی الائچی ٹھیک کر داں
دیں پھر گاجر داں کر فرنی کر لیں پانچ منٹ بعد دودھ داں دیں جب دودھ نکل
ہو جائے گاجر بھل جائیں اور حلوا سچی چھوڑ دے تو پانکل آخر میں چینی داں دیں حلوا
پانکل نک ہو جائے تو اس کو دلگے میں نہ لانا ہے۔ شیف ہالی سارا کام کر جے کرتے
ہتھی سچی چارہ جی۔ حلوا دلگے میں پھال کر شیف ہالی نے اس پر ڈاہم اور پونچ چڑکا۔
”آؤ شرک گرم گرم حلوا کھاتے ہیں دو تو ۱۰۰ آپ سچی ٹھیک کیا تھیں اور بتا کیں کے کیا ہا۔“

☆.....☆

۱۲۷

گاجر (کھل کی ہوئی)	ایک کلو
دودھ	دو کلو
چینی	اڑھا کلو
سچی	سچی کپ
کھونا	درکپ
پادام پست	ایک کپ
چھوٹی الائچی (بھی ہوئی)	آٹھ سو سو سو



وہ اکٹھ سوچتا رہتا ایک زندہ انسان جو جس بول سکتا تھا وہ اپاٹک مر جاتا تھا اور
مرنے کے بعد اسے مٹی میں دفن دیا جاتا ہے۔ ہر انسان کا یہی انجام ہے۔ انسان چاہے
کہ وہ دنباہ سے ہوت کافکار ہو یا وہ طبی ہوت ہرے ہوت لازم ہے۔ لوگ اس دنباہ میں
بیدا ہوتے ہیں، تھوڑا عرصہ گزارتے ہیں اور مر جاتے ہیں۔ لوگ مر کر کہاں پڑے جاتے
ہیں؟ ایک سیاہ ناش کے بعد اس کی جہانے تباہ ک:

"شاید چھوٹن بیک ملک میں لاک ڈاؤن ہو جائے تو تمہارے پاپا کے کام کی طرح
تمہارے سکول بھی بند ہو جائیں۔" جب سے یہ بات بھول لئی تھی وہی یہ ان ہو گیا تھا۔
آخر ہی ہوا جس کا ذریق۔ دوسرے بعد بھول سے پہنچنے ہو گئیں۔ اس دن اس کے
والد فائز سے یہ ہے سکل پہنچے بھول کو ساختا یا اور گر جانے کی وجہے مدرسے میکل پر ہر
کوارٹ سے بہت ہوئے پارک میں لے گئے۔ دہانہ ہمتوں نے بھول کو پہنچے جھوٹے جھلاتے۔
پھر کھانا کھایا یہ پارک بہت حسین تھا، اس میں گیرے بہرے کی چادریوں میں میدان تھا۔
پارک میں رنگارنگ پھولوں سے بھری کیا رہا تھا جیسی ہوئی تھی، ان پھولوں پر اڑتی ہوئی

بپ بیٹے کی سمت وہ سطھ کی کہانی جن کی زندگی کے چند ہزار لاک ڈاؤن کی تھی
ہو گئے۔

ہمان سے ہی پدر وہ بکھری طرفہ دریا کی شہر آباد تھا۔ اس پھونٹے سے شہر میں ایک بیمارا
سماں چھوٹا سا بچہ رہتا تھا۔ جس کا نام نگال تھا۔ وہ اپنے والدین کی اگلوتی ہو ادا تھا۔ وہ
جناعت چیز ارم کا ایک ڈین طلب تھا۔ یہاں انہوں کی بات ہے جب تک بھر جیں کرونا
واڑس کی وہ بیکھلی ہوئی تھی۔ پوری دنی میں وہ جوں غفران و رحم ادا کیں جائیں ہے تھے۔
سکول میں بھی اب انہیں رہ ڈیا تھا اور چانسی کے مانک بھیں کہ سکول آیا کریں، ایک
دوسرا سے ہا صدر بھیں، مساہن سے دن میں کئی ایک بار ہاتھ دھوئیں، بڑا جا اپنے سر
نک، آنکھ کو ہاتھ دکا گئیں، جب بیکار ہوں تو سکول دا آکیں۔" بھول بہت اوس تھا۔
اب پہنچنے کی طرح بھول کو دہنچکا تھا۔ جیسے اس کی ساری خوشیاں دی دیکھ گئی ہوں۔

آخر سردار پودھری

امید سکر



کامن کا اپنا بیک اگھی مروہ ہوتا تھا۔ جب سے لاکڑا اون ہوا تھا، پس فتح نہیں تھا۔
”پاپا یہ سکول کب تک بند رہیں گے؟“ نجیل نے یہ پوچھا۔ پہلے تو اس کے پیاس سے
خور سے دیکھتے رہے ہیے، لہت مکمل موال کر دیا ہو گئے تھے۔

”بیٹے اس کا حلم نہیں ہے۔ اب یہ کہتا وہ ادا آسمانی سے نہیں جاتے گی۔“ ان کے
لیے میں وکھی دکھاتا۔ نجیل کہزیدہ ہوال کرنے کی مہنت نہیں ہوئی۔ ایک دن نجیل اپنے پاپا
کے کمرے میں گیا تو وہ دونوں پر کسی سے بات کر رہے تھے۔ وہ بھی قریب تھی تینوں گیا۔

”ابس میں نے نجیل کے لیے تو کری چھوڑ دیں گا۔“ جب مکمل دھن میں چار ہزاروں کا
چاٹے گا اور میں نجیل کے لیے تو کری چھوڑ دیں گا۔“ وہ پیچے سے ہاڑ گئی تھا۔
اگلے کمی روز اس کے اٹھدیاں سے خوب دھائیں کیں۔ پیچے پھرتے، سوتے

جائے گئے، اپنی ماکے ساتھ جو بے لازمی تھے، لہاز پر ہتھے ہوئے۔
”بادشاہ! تیرہ انھیں بہرے پاپا کو ہزر قرش دے دیں، اور پاپا کو کام پر والہیں دی
لیں۔“ اسی طرح کسی دن یوں ہی گزر کے۔ ان ہتوں میں نجیل کے والدین کے درمیان کی
بازاری بھرا ہوا تھا۔ جس کا سب سے اہم سب کھرائی اخراجات تھے۔

ان ہجڑوں کا اڑس سے زیادہ نکل پڑا۔ اسے چپ چاپ دنوں کو دیکھا رہا تھا۔
منڈ سکھوں میں بدالے، کئی دن رات میں کر گزرنے لگے۔ دن میتھے، دن گے۔
اہ ووڑاں سلطان نے ہر طرح سے اس کا خیال رکھا، سارا دن باپ چاندیں کرتے،

سکول کا آن لائی کام کرتے، اپنی کھانا ہاتھیں اور سب مل کر کھاتے۔ ان کا معمول تھا کہ جس
سیر کرنے جاؤ کرتے، سیر سے ایک ٹوکونہ تھا اور ایک نہر کے ساتھ پاک تھا۔ اس پاک
اور نہر کے کدرے دن ہوں یہ کہا کرتے تھے۔ آہستہ آہستہ چھوڑ، کا طویل عرصہ گزگی۔

حکومت سے لاکڑا اون کے ناتھے کا اعلان کر دیا تھا۔ کیونکہ کروڑا اون سر کوئی
حد تک چاہو یا لڑا جا کر تھا۔ لوگوں نے بھی اپنے گھروں میں وہ کراحتی میں تباہ احتیاط کر کے
خود کو اور اپنے گھروں کو خوفناک لیا تھا۔ پہنچنے بھی، گئی تھی تو لوگ کوئی بھی رہے تھے۔
اس دن سچے سونے سے باپ چاندی سے تباہ ہو کر سیر سے ایک امیدے کر لگا۔ عرب ہمیں
تھی۔ لاکڑا اون ختم ہو چکا تھا۔ لفک ہر میں تمام سرگرمیاں مکونی احتیاطی میں اور جیز کے
حصت شروع ہو چکی تھی، سرکاری و غیر سرکاری دفاتر، سکول اور کاروباری سڑکوں کو خل پکھ
تھے، ایک دن بھر زندگی اپنی پوری آب دتاب کے ساتھ رواں دواں تھی۔ نجیل کے سکھ
بھی محل پچھے ہتھے اور سلطان کوئی کھل لئے دوبارہ کام پر ڈالنی تھی۔ سلطان اپنے دفتری دریافت
کیس اور نجیل اپنا سکول بیک پا تھوڑی میں لیئے پیاسی منزل کی جانب روانہ ہو گئے تھے کہ کہ

انہوں نے محرومی کا سکھ لیا۔ اسی زندگی میں اس نے سچھ ہو چکی۔

نجیل بھی تھیں بہت بھلی لگ رہی تھیں۔ پاک نہر کے کھارے ہوئے سے اس کی
خواہور تی میں اور بھی اضافہ ہو گی تھا۔ دھن گزرنے کا احساس تک دن بھوار سوچنے غروب
ہو رہا تھا۔ پاک کے آخر میں نجیل ایک جیسی مظہر پیش کر رہی تھی۔ اس کے کھارے پر
تھی پہاپڑا تینے غروب آفتاب کو کچورے تھے۔ نجیل کافی درست محسوس کر رہا تھا کہ
اس کے پیاس کا کافی رہا تھا۔

”کروڑا اون سے پچھاڑ کے لیے کہنی نے ہا معلوم دھن کے لیے جھیل، اسے ہی
ہیں۔“ نجیل کے پیچھے پر اس کے پیاس دکھی لے چکے ہیں تھا۔

”آپ کیا ہو گا پیو؟“ نجیل نے پہلی سے چھپے۔

”یہ جو دھن ٹردب ہو رہا ہے۔ اب تھوڑی درست مدد اس پچھاڑے گی۔ ایک مکمل
دھن آئے گا۔ ہر طرف اندھیرا ہو گا۔ یہ کیا ہو گا؟“ نجیل کے پیاسے انہیں سے چھپا۔

”پھر سورن مٹھوں ہو گا۔ ایک تی صبح ہو گی۔ ہر طرف رہنی ہو جائے گی۔“

نجیل نے باپ کے پھرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”تو یہی گذشتا یہ دو چھتر سوچن، اصل میں مٹھوں ہونے جا رہا ہے۔ اس کا مطلب
کہتے ہو گا؟“ نجیل کے والد نے تھی سے انتہے ہوئے کہا۔

”تی پاپا اپنے گیں کہتے تھا، اب بکھر گیا ہوں۔ آج تو کری سے پھٹی ہوئی
ہے۔ آج سکول بند ہوئے ہیں۔ یہ دن گزر جائیں گے۔ پھر دن لٹک گا۔ صبح منور ہو گی۔
ایک دن ہماری امیدوں کی ہر ہو گی۔“

”بیٹے ایسا دیکھنا یہ دن ہے ہمارا زماں ہوں کے، بہت تباہ ہو، دھن کے مقدار میں کہا
ہے گزر جائے۔ یہ دن کی گزر جائیں گے۔“ اب نجیل کا پیاس پیاسے کے ساتھ گزارنے کے لیے
ریا ہو دھن ٹھا کر دھن۔ لیکن پیاسے کی طرح اس کی وہ شوخیاں، شراثیں، فہمی موقق نہیں رہتا۔
اس کے پیاسی اب دا اس سا سکلتے تھے۔ شامہ وہ پیاسے جیسی خوشیاں کیں گم ہو گئی تھیں۔

نجیل نے محسوس کی قیا کر کافی دنوں سے اس کے پیاس خاموش خاموش سے رہے
ہیں۔ ایک بات اور نجیل نے محسوس کی می پاپا آئیں میں پیاسے کی طرح بھس بھس کر رہا
تھا۔ کہنے کرتے تھے۔ بات کو دب اس کی آنکھ کھلی تو، دب اس پا کے آئیں میں بڑا لی جھوڑ
کرنے کی آوازیں اس سمجھ پہنچی۔ پہنچے اس نے کہی ان کو آئیں میں یوں لڑتے جھوڑتے
نہیں دیکھتا۔ پھر ایک دن اسے سکول سے جھیلان دے دی گئی۔ اب وہ سارا دن گر
میں یہ رہتے تھے۔ وہ دیواریں دیکھتے رہتے یا زیادہ وقت فی وہی پر بندی دیکھتے۔

سکول جا گا، اپنے دوستوں کے ساتھ دھن گزرنے، اپنی لپچر سے ہی ہی ہاتھ میں بھٹا
نجیل کو بہت اچھا لگتا تھا۔ وہ سب کچھ اپنے خواب و خیال ہو کیا تھا۔ وہ اپنی لپچر کے ساتھ
باتیں کرتا، کھیلتا، شام کو پاپا کے ساتھ پاک رہا جاتا، آس کریم کھاتا۔ دیے آئیں کریم تو وہ
گھر پر بھی کھا سکتا تھا لیکن پاپا کے ساتھ جانا، بڑا گھا کرنا، خوب انجوائے کرنا، ان سب



تحقیقہ ہم نے دیکھا کہ شہر یار اور حارث آپس میں اگر ہے تھے، میرے بھنے آگے بڑا کہ ان کو چھڑوا یا اور ان کے لئے کی وجہ پر جو ٹھیکانہ نے بتایا کہ شہر یار نے کل سکول میں اس کے بیک سے خاتم چالا تھا جب وہ اپنے ماں کے رہائش پر شہر یار نے نہیں رہا۔

میرے بھنے شہر یار سے کہا۔

”بنا آپ نے قلم جیسا ہے تو آپ حارث کو واپس کر دا۔“ شہر یار نے فتحیہ میں کہا۔

”اُنکل امیر سے پاس کوئی قلم نہیں ہے اور بھاگ گی۔ شہر یار نے جھوٹ بول کیوں کہ میں نے خود اس کو کل اس قلم سے لکھتے ہے دیکھا تھا۔ شہر یار بہت جھوٹ بولتا ہے ابھی کچھی دن پہلے کی بات ہے کہ میخواہی مہم شاکت نے اس سے ہوم درک جیک کرنے کے لیے کامیابی، اگلی وجہ بھی اس نے جھوٹ دکھا کر سہم کو لی گھر رکھی ہے۔“ بے کامیابی اس کے بیک میں ہی تھی۔ لئے بہت افسوس ہوتا ہے جب وہ جھوٹ بولتا ہے۔“ زین نے تاسف کا انکھار کرتے ہوئے اپنی بات تحمل کی۔

حدے کہا۔

”مجھے بھی سن کے دکھووا کہ شہر یار نے جھوٹ بول۔“ زین اچھیں پڑھے میری اپنی

”السلام علیکم زین!“ سعد نے سکول کے گیک سے اندر واٹھ ہوتے ہوئے زین کو سلام کیا۔

”علیکم السلام!“ زین نے جواب دیا اور دونوں ایک ساتھ کا اس ردم کی جاپ میل دیے۔ کافی ردم کے تھیں پر بیک کھنے ہوئے زین نے سعد سے پوچھا:

”تم نے ساتھ کے بعنیت کا نیست یا دیکھا ہے؟“

سعد نے جواب دیا:

”بماں جی، میں نے یاد کیا ہے اور تم نے؟“

زین نے کہا

”جی میں نے بھی پڑھا ہے۔“

اسے میں سکول کی تھی تھی اور دونوں اسکلی میں جانے کے لیے کام سے گلے گے۔

سدا اور زین پہلے 5 سال سے دوست تھے۔ دونوں ایک جی میٹھے میں رہتے تھے

اور دونوں ایک دوسرے کا بہت دیوال رکھتے تھے۔ اسکلی سے واپس آ کر دونوں ایک جی میٹھے پر بیٹھتے۔ بریک ہام میں لپچ کرتے ہوئے زین نے سعد سے کہا

”جیسیں ایک بات تذاہ؟“ کل جب میں اور ابو عصر کی قماز پر جو کروائیں آ رہے

قا نزہہ ندیم

سچ کے ساتھی



میرا گھر

محفوظہ مرزا

پیدا پیدا میرا میر
روشن ہے دیوار و د

انی اسے جانتی ہیں
میر میں خوشیاں لاتی ہیں

انی ہے لاتے ہیں
انی کو دے چلتے ہیں

کھانا پنا ہے
مل کر بہنا ہتا ہے

بچہ، باتی، دادا جان
کنپتے ہیں کیس میرے کان

پیدا پیدا میرا میر
روشن ہیں دیوار و د



کہتی ہیں کہ جھوٹ بولنے والے سے اللہ تعالیٰ کو ناراض ہوتے ہیں۔"

زین نے اپنی اٹیت میں سر بلدا اور بولا:

"میں نے بھی تھے کہ خلیٰ میں مولوی صاحب کو کہتے ہوئے شاید کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ درشت افرماتے ہیں کہ:

"جھوٹوں پر اللہ کی لخت ہے۔"

ہم اپنے فائدے کے لیے جھوٹ تو بول دیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دیتے ہیں۔"

اسنے میں انہوں نے اپنا نقش فرم کیا اور بھائی کے لیے سکول کے گروہ میں بھائی کے جہاں کو حلقہ بھیل رہے تھے اور کوئی بیٹھے بائی کر رہے تھے۔ اپاک ان کی نظر کیمیں سے نکلتے ہوئے باسطہ پڑی۔ باسطہ کے پا جو میں جیس کا پیک تھا جس میں سے وہ میں کمال کر کر مارتا تھا۔ اپاک سامنے سے آتے شہریار نے اس کی ٹانگ کے آگے بیٹھا پاؤں کر دیا۔ باسطہ سکول نے کام ادا کر کر اکر زمین پر گر کیا۔ گرتے وقت پیک تھا جس سے چھوڑ دیا۔ سارے میں زمین پر بکھر گئے۔ زین اور سعد نے بھائی کو پاس کو زمین سے اٹھایا۔ باسطہ کے گھنے سے خون پکل رہا تھا اور پاؤں پر خراش آئی تھی۔ وہ دونوں باسطہ کو لے کر پہلی آفس میں آگئے اور پہلی سر کو سارا جام جایا کیا۔ پہلی نے لکڑ کو لٹست اور باکس اور باسطہ کی پینی کرنے کا کیا۔ پھر انہوں شہریار کو اپنے آفس ہوا یا اور اس سے سارا ماجرا پوچھا۔ پہلے تو شہریار نے جھوٹ بولا اسکے

"سرہ میں نے باسطہ کو جسیں گردیا۔" لیکن زین نے شہریار کا حتم پوری کرنے اور حادث سے لڑنے والا واقعہ سنایا تو پہلی سر کو تھیں ہو گیا کہ باسطہ کو اگرانے والی شہزادت شہریار کی ہے۔ انہوں نے شہریار کو خوب ڈالا اور کہا اسکے

"آجھہ اگر کسی طالب علم کے ساتھ اس طرح کی شہزادت کی یاد چوری کی تو اس کو سکول سے نکال دیا جائے گا۔" شہریار کو بھی اپنی قلیلی کا احساس ہوا اور اس نے پہلی سر سے دھم کیا کہ وہ دوبارہ ایسا کوئی کام نہیں کرے گا جس سے دھرمن کو تکلیف ہوا۔ اس نے باسطہ اور حادث سے معاافی مانگی اور حادث کو اس کا قلمبھی لوہا ہے۔ ان دونوں نے بھی شہریار کو یہ دل سے معاف کر دیا۔ باسطہ اور حادث کو امید تھی کہ شہریار اب ایسا نہیں کرے گا اور شہریار نے بھی نئے سال کے آغاز پر خود سے مدد کیا کہ وہ نہ کبھی چوری کرے گا اور نہ یہ جان بوجو کسی کو تکلیف پہنچائے گا۔

وہ کھا بیخو! ہمیں جھوٹ نہیں بولنا چاہیے۔ ہمیشہ بھی بولنا امرِ حق کا ہی ساتھ رہنا چاہیے۔ جھوٹ بول کر ہم دنیا میں ترقی جائیں گے لیکن آخرت میں اللہ تعالیٰ کی سزا سے کیسے ہی پا سکیں گے؟ ہمیں کبھی ایسا ہم نہیں کرنے چاہیے جس سے دمرے لوگوں کو تھمان پہنچے یا انہیں تکلیف ہو، ہمیشہ ایک دمرے کا خیال رکھنا چاہیے اور پیار مجھت سے رہنا چاہیے۔☆

ان کی یہ بات سن کر جنون بھائی ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ مام نے ان کے قریب آگر ان کا ساتھ تھا اور کہا:

"ابوی! میں بخوبی علم ہے اس بات کا۔ میں نے یہی ارادہ کیا ہے کہ اب آپ کے ساتھ کاروبار میں ہاتھ بیاوس گا۔"

سینکڑ کریم اس کی بات سن کر سکرائے اور کہا:

"بھرا کاروبار تم لوگوں کی مدد کے لیے بھر بھی الجدید، بہت اچھا جل رہا ہے، اور میں نے تم لوگوں کو اس لیے بھیس لایا۔"

جنون بھائی نے کہا جو کہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ اعتمام نے کہا جو کہ کہا:

"ابوی! اگر آپ میں اپنے ساتھ کاروبار میں شامل نہیں کر رہے تو بھر بھی کوہ کر سکتے ہیں؟"

عاصم اور کمال بھی اعتمام کی واں میں پاں ملانے لگے۔ ان سب کے پیروے پر بھیب ابھیں کے تذرات تھے۔ سینکڑ کریم ان کو دیکھ کر سکرائے اور اپنی بات پاری رکھتے ہوئے کہا:

سینکڑ کریم کا شمارہ شیر کے جانے والے دور کا صاحب تین کاروباری افراد میں ہوا تھا۔ ان کے کوئی کاروبار نہیں اور مختلف خدمت کے کاروبار تھے جن کو وہ خوبی چلا رہے تھے۔ ہر جگہ ان کی سیکنڈ ناہی اور شہرت کا ذلتا بجا تھا۔ سینکڑ کریم کے عین میں تھے۔ بلا امن اکال، بخلاف اپنا امام اور سب سے چھوٹا بینا احتشام۔ ایک روز سینکڑ کریم نے اپنے جنون میں کاپنے پاں بایا۔ جنون بھائی تصورے جو ان ہوئے کیونکہ آج تک سینکڑ کریم نے بھی اس طرز ان جنون کو ایک ساتھ اپنے پاس نہیں بلکہ احتساب و جنون اپنے والد کے پاس گئے تو سینکڑ بدلے۔ "میں نے آج تم جنون کو ایک بے حد ضروری بات کرنے کے لئے بیا اے۔"

جنون میں سینکڑ کریم کی طرف توجہ ہوئے۔ بڑے بیٹے نے کہا:

"تی، ابوی؟"

سینکڑ کریم نے ان جنون کو بخود رکھا اور کہا:

"تم جنون جانتے ہو کہ اسکے لفظ دکرم سے بیرون پاں ماں و دوست کی کوئی کسی نہیں ہے۔ میں اگر پاہوں تو تم لوگ آرام سے گھر بینے کر بھی گزارہ کر سکتے ہو، لیکن میں چاہتا ہوں کہ اب تم لوگ بھی عملی زندگی میں آؤ ہاں تکلو در کام کر رہا شروع کرو۔"

حسن عمر

منافع کا سودا



سے کہا تو ان اور ان کے گھر والوں کی زندگیاں بدلنے میں بھی کامیاب ہو گی۔
اعتماد بھی اپنے دو خواں بجا جوں کی طرح کاروبار کی مدد میں لی جانے والی رقم کو
لے کر مختلف کاروباری خیالات پر غور کرنے میں صرف رہا، لیکن اعتظام کا ایک کام
کے لئے بھی راضی نہ ہو سکا، اور مقررہ مدت فتح ہوئے میں حصہ دو ماہ کا وقت رہ گیا تھا۔
ایک روز اعتظام اپنے گھر کے قریب ہاڑا رہنے کے لئے کامیابی کیا۔ وہاں اسے ایک
آٹھواں سال پر اپنے باپ کے ساتھ چاہیکہ دکان پر تھرا آیا جو فتح کیا تھیں اور کامیابی خرچتے
دہاں موجود تھا۔ اس پیچے کی آنکھوں میں نی کیا تھیں اور کامیابی کی وجہ سے ایک لگ پہنچ گئی۔
اس کے باپ نے کہا ہوں اور کامیابی کی تجھیں دکاندار سے معلم کیں اور جو اس سے ان کی
تجھت پہ پہلی بار آٹھواں کا مدد کیم ہے اسے اٹھا گیا۔ اس پہنچے میں کوئی کہ کرنے کا
”چنانجاں ابھی کہا تھیں نہیں ہیں، میں تجھیں کہن اور سے ابھی کہا تھیں دلواد جاؤں۔
ان ہیں بہت اچھی اچھی کی کہا جائیں بھی ہوں گی۔“

”وہ پیچے باپ کی بات سن کر کیجھ مددی اندراز میں کہنا کہا:
”لیکن باپ! مجھے یہی کہا تھیں چاہیے۔“
پیچے کا باپ اس کو بہلا پھسایا کر دہاں سے لے گیا۔ اعتظام نے سارا حجر اور دکاندار
سے پہ چھا۔ اس نے افسوس بھرے اندراز میں بتایا:
”بس بھائی! میرے کافی اس قدر ہو گئی اور ہر سب سے پہلے کہا ہوں کی تجھیں ہی
بڑھائی جاتی ہیں۔ میں باپ کی کیا کریں، پیچے کوڑھانا ہر کوئی چاہتا ہے لیکن کامیابی۔
کہا تھیں ہی اس قدر ممکنی ہو گئی ہیں۔ زیادہ تر ماں باپ بھروسی کی حالت میں استعمال شدہ
کامیابی پیچھوں کو دوچلتے ہیں۔“

اعتماد اس کی بات سن کر حجر ان ہو اور اس سے بچ جا:
”لیکن آپ لوگوں کو کہا تھیں سچی جاتی ہوں گی۔“
دکاندار اس کی بات سن کر بیٹھنے لگا اور کہ:

”اس وقت کہا ہیں پچھاپنے والے بہت سے ادا رے بری طرح سے جاؤ ہیں۔
کہا ہوں کے لیے استعمال ہونے والے کا تقدیر اس قدر ذوبھی بڑھائی گئی ہے کہ کہا تھیں
چھاپنے والوں کو بھروسہ تجھیں دیکھی کرنے پڑی ہیں۔ جس وجہ سے جیسیں بھی سمجھی جاتی پڑھاتی
ہیں۔“

اعتماد اس کی یہ بات سن کر بے حد اور اس ہو گیا اور اس کی بکھریں دیکھا کہ وہ کیا
کرے۔ مقررہ مدت فتح ہونے میں اس ایک ماہ رہ گیا تھا اور ہر اچانک اس کے دہن
میں ایک خیال آیا اور اس کی آنکھیں پہنچ گئیں۔ وہ غاصبوی سے اپنے دہن میں موجود
خیال پر گسل کرنے میں صرف ہو کیا۔

ایک سال کا عرصہ فتح ہونے کے بعد سینکھ کر گم نے اپنے تینوں میڈوں کو ایک بار پھر

”میں چاہتا ہوں تم لوگ ایسا کام کرو جس سے تم لوگوں کو مالی فائدہ بھی ہو اور دی
سکون بھی حاصل ہو۔ میں تم سب کو برادر کی رقم دے رہا ہوں اور ایک سال کا وقت ہیں۔
ایک سال کے اختتام پر میں چاہتا ہوں کہ تم تجویں سب سے پہنچے پاس آ کر اپنے کاروبار کے
حوالے سے بتاؤ۔“

سینکھ کر گم کی بات سن کر تجویں میں بکھر کی گئی سچ میں پڑ گئے کہ ایک سال
کے وصت میں ایسا کام کیا جائے جس سے دل سکون اور اہمیان بھی حاصل ہو سکے اور
ساتھ ہی وہ کاروبار کا میاب بھی رہے۔

سب سے پہلے کمال وہ رقم لے کر اپنے کاروبار کی کامیابی اور اس کی ہو کافی کے
حوالے مصوبہ بخی کرنے لگا۔ وہ اپنے چھوٹے ستوں سے ملا۔ کمال کے ایک دست
لے اسے بتایا کہ چھوٹے ہیں ملک پا کتے دعویٰ کی، بہت زیادہ ملک ہے اور یہاں بہت سی
لیکن بذریعہ خواتین موجود ہیں جو گھر ہی نہیں یہ کام کرتی ہیں، اگر ان سے رابطہ کیا جائے تو ان
صرف یہ کہ انہیں روز کا فرماں ہو جائے کا بکھریا کاروبار بھی فائدہ مند ہو گا۔ کمال نے کافی
تجھیں کی اور اسے بہت سے ایسے گمراہوں کا پہنچا جہاں خواتین یہ کام کرنے میں ماہر
ہیں۔ وہ ان خواتین کے پاس کیا اور ان کو اپنے ساتھ کام کرنے کی ویکھی کی، ساتھی
اس نے انہیں پہنچایا کہ وہ ان لوگوں کے ہر کے بد لائیں اسی بھی رقم فرماں ہرے گا۔ وہ
خواتین اس کی بات سن کر بے حد خوش ہو گیں اور اس کے ساتھ کام کرنے پر آمادہ ہو گئیں۔
ایک سال کے وصت میں کمال نے اس کاروبار کی مدد سے بہت ہی خواتین اور ان کے
گمراہوں میں تعلیمی کام خاتم کرنے کے لئے پیش کوٹھ کی اور اس میں کافی عدد ملک
کا میاب بھی رہا۔

عاصم بھی کاروبار کی مدد میں دلی بانے والی رقم کو لے کر دن رات اسی کوٹھ میں لگا
رہا۔ وہ اس قیمتی میں مختلف تجویں کے لئے کرنے میں صرف ہو گیا اور بھرا سے پڑا
چلا کر بہت سے کہا ہوں نے اپنے تجھیں میں لئے کی فصل اکائی ہوئی ہے جس کا کہا وہ
لائف چیلنی کے کارہائوں کو بہت سے زخوں پر پھیل دیتے ہیں جو بہت بیکے، اسوس اس سے
تجھی چار کر کے پیچھے ہیں۔ اس کو بھی علم ہوا کہ اگر ان ہی تکوں کی مدد سے ٹوچ جائی جائے
 تو وہ صرف بہت سستہ ہاں ہیجا جائے ہے بلکہ سطحی تجھی سے زیادہ مفید ہو گا۔ عاصم
اس سلسلے میں مختلف کارہائوں سے چاکر ڈالات کرنے میں صرف ہو گی، اور انہیں اس
بات پر آمادہ کیا کہ وہ جو کافی تاریخوں کو چڑھا رہے ہیں، وہ اس کے ساتھ شرکت داری
کرنے ہوئے اس کے کی مدد سے گزیچہ کریں جو نہ صرف یہ کہ لوگوں کو مستحکم جائے ہے بلکہ سماں کا
بکہ انسانی جسم کے لئے خنیدہ چیلنی کے مقابلے میں بہت زیادہ سخت مدد ہی ہے اسکے
نے کچھ ایسے کارہائیوں کو اپنے ساتھ ملا کر اگر کاروبار شروع کیا۔ سال کے آخر تک وہ نا
صرف اس کاروبار کو منافع پہنچ بانے میں کامیاب رہا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ بہت

لیے آپ نے مخالف کر دیں۔"

بیٹھ کر ہم کو تھوڑا افسوس آیا اور وہ پہنچ جو راضی سے اس سے کہنے لگے۔

"کی مطلب؟ تم اس ایک سال کے عرصے میں کوئی بھی ایسا کاروبار نہیں کر سکے جو منافع پکاش ہوادار جس سے تھیں دلی سکون حاصل ہوا ہو؟"

اختشام ایک بار پھر سکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"تو ہی، میں نے اس کا کہ کہ نہ کھو دی سکون حاصل نہیں ہو سکا؟ میں بھی بھائی جان اور بھائی کی طرح کاروباری میں دلی جانے والی رقم لے رہا تھا کاروباری منصوبے ہاتھ ادا کر رہا۔ مجھے بہت سے ایسے کاروباری منصوبوں کے پاسے میں ٹلا جائیں سے میں بے حد منافع کی کامیابی تھکن دلی سکون کیسی مسائل نہیں ہو سکتا تھا۔ پھر مقرر ہوتے ہیں منافع ایک بارہو

ماہ کا وقت پر اپنے ہب ایک بارہو میں ہڈا رہتا ہے ایسا۔ میں نے اپنے پاپ جیا اندر آئے۔ پیغمبیر اکابر اپنی فرمائی کے لیے بے حد پر جوش تھا۔ لیکن اس کا پاپ اپنی اتنی بہت کی منافع تھیں وہ کہ کر اس کو اپنی اکابر اپنی نہیں دلوں کا اور بھائے سے اس کو اپنے سے لے آیا۔ اس کے پاسے کے بعد مجھے علم ہوا کہ کتابیں شائع کرنے والے اداروں کو کتابیں اس وجہ سے بھلی شائع کرنی پڑتی ہیں کوئی کاغذ پر بہت زیادہ ذائقی دلی پڑتی ہے۔ میں اس وجہ پر چادر میں صرف رہا کہ کس طرح اس حوالے سے کہہ کر جائے۔ جب یہ بھکھا پنے دوست اسلام کا خیال آیا جس کے والد صاحب ایک اہم منصب پر فائز ہیں۔ میں نے اس کے والد صاحب سے جا کر ملاقات کی اور ان کو اس حوالے سے آگوہ کیا کہ کاغذ پر موجود ذائقی تھی جو آدمی بھی کروں جائے تو بہت سے پہنچنی کتابیں فرمائیں گے۔ بہت زیادہ خود کرنے کے بعد صورت نے کافی درآمدات پر موجود ذائقی تھم کرنے کا فائدہ کیا جس کے بعد اب کتابیں شائع کرنے والے اداروں کو کاغذ سنتے ہوں ملے گا اور وہ اس کی مدد سے سنتے ہوں کتابیں شائع کر سکتی ہیں۔ آپ کی دلی بھائے والی رقم پر میرے پاس اب بھی مکھوڑا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ میں کوئی منافع پکاش کاروبار شروع نہیں کر سکتیں میں نے اس کا حکم کیا جس کو کرنے کے بعد مجھے دلی سکون ضرور حاصل ہوا ہے۔"

بیٹھ کر ہم اس کی بات سن کر پہنچے جو ان رہ گئے اور ان کی آنکھیں تمہارے ہندوں نے اپنے کریم کی بات سن کر بے حد خوش ہوئے اور انہوں نے اس کو شاہنشاہی دلی۔

"شاہنشاہ میرے پہنچے اتم نے آج میرا سرگزیر سے بلند کر دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ان کتاب شائع کرنے والے اداروں کے ساتھیں کام کرے اور ان کو اس بات پر آزادہ کر دے کہ وہ کم سے کم منافع پر بچوں کے لیے کتابیں شائع کریں گا کہ بھارتی نسل ملکی شیخ سے عزم نہ رکھے۔"

اختشام ان کی بات سن کر سکراتے ہوئے ان سے کہنے لگا۔
سکون کا پیو دے رہی تھی۔ ☆☆

اپنے پاس ہایا اور ان سے ان کے کاروبار کے حوالے سے پہنچے جو

کریم سے کمال سے پہنچا۔

"کمال بیٹا! تم نے ایک سال کے بعد اس کا کاروبار شروع کیا ہوئے صرف منافع پکاش بھی رہا بلکہ ساتھوںی اس سے تھیں دلی سکون بھی حاصل ہوا ہے؟"

کمال ان کو بتاتے ہے۔

"ابو! آپ نے ہب بمتحوں کو کاروباری میں رقم دی تو میرے ذہن میں تھا تم کے خیالات تھے، میں نے کافی تھیکیں کی اور کافی لوگوں سے ملاقات کی۔ مجھے بہت سے ایسے گھر انوں کے حوالے سے پہنچا جائیں گے جس کی خاتمہ دلکشی دلکشی کا شاندار سماں تھا کرتی ہیں اور جس کی وجہ سے ملک بہ روزہ رہا، ملک بھی ہے۔ میں نے ان خواتین سے ملاقات کی اور ان کو اپنے ساتھ کاروبار کرنے پر آمادہ کیا۔ اس ایک سال کے وصول میں تقریباً پہنچاں کے قریب گرفتے ہیرے ساتھ کام کر رہے ہیں اور ان کے مالی حالات نہ صرف یہ کہ باہر ہو رہے ہیں بلکہ ان کے پہنچے بھی ان کا ہاتھ بٹاتے کے ساتھ ساتھ تھا یہ بھی حاصل کر رہے ہیں۔"

بیٹھ کر ہم اس کی بات سن کر بے حد خوش ہوئے اور اس کو شاہنشاہی دلی، اس کے بعد انہوں نے عاصم سے پہنچا۔

"عاصم بیٹا! اب تم بناو تم نے اس ایک سال کے عرصے میں کیا کیا؟"

عاصم انہیں اپنے کاروبار کے حوالے سے بتاتے ہے۔

"ابو! جب آپ نے میں یہ رقم دی تو کافی عرصہ تک میں بھی بھائی جان کی طرح سوچ پچار میں لگا رہا کہ ایسا کیا کاروبار کیا جائے، جو ہے صرف یہ کہ منافع پکاش بھی ہے۔ بہت ہو بلکہ ساتھ ساتھ مجھے اس کو کرتے ہوئے دلی سکون بھی میر آئے۔ مجھے بہت سے ایسے کتابوں کے پاسے میں پہنچا جاؤ پہنچتے ہیں لیکن کھل کھل کرنے کے قابل کو بہت سے جتنی کے کاروباریوں کو سنتے ہوں فردخت کرتے ہیں۔ میں نے ان لوگوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ مجھے وہ کتنے فردخت کریں اور اس کے لئے گز بناہا شروع کریں جو ہے صرف یہ کہ انسانی جان کے لیے سپید تھیں کے مقابلے میں زیادہ فائدہ مند ہو جائے بلکہ ساتھی ساتھیوں کے مقابلے سے زخوں پر فردخت بھی کیا جاسکا۔"

بیٹھ کر ہم اس کی بات سن کر بے حد خوش ہوئے اور انہوں نے اس کو شاہنشاہی دلی۔ اس کے بعد وہ تھیک مرکی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے پہنچا۔

"بیٹا! تم بناو اس ایک سال میں تم نے وہاں کون سا کاروبار شروع کیا ہے صرف منافع پکاش بھی رہا ہوا اور جسمی دلی سکون بھی حاصل ہوا ہے۔"

اختشام ان کی بات سن کر سکراتے ہوئے ان سے کہنے لگا۔

"ابو! میں بھائی جان اور بھائی کی طرح کوئی کاروبار نہیں شروع کر سکا، اس کے

میزبھل



اپنے سے اس کے شیخانی دماغ میں ایک خوفی آئی تھی اور اس نے سوچا
”کیا ہوا اگر بھت سرفہرست نہیں تو؟“ سب سے تو اور بھت سب سے جس کی اور
کے سرفہرست ہو جاؤں۔“

بھت سے عادوں میں کاگز تھوڑا ازدیک تاگز و تھوڑا مخفف از کا تھر اسے سد
اور بھت کی طرح کھیلوں اور کارروز کا جوں نہیں تھا مگر وہ اپنے تھوڑا ابہت دلت کھیلوں میں
بھی لٹکا تھا۔ حد نے سچا کر آج تو جیسے جتنا پہ سے کا اور ملا کوئی خدا خدا کہ کر جل جائے
نا ہے میں اس نے دل کوں سے بھلدا کیا۔ پیچ کا گینہ اٹھا کر دل پھال دیا، اپنی
طرف سے دل کے سرے کر رہا تھا کہ اصل میں دل کوں کا انتہا کر رہا تھا۔ لیکن اکثر
یہیں خود اپنی تخلیقوں کا احسان کرمی ہتا ہے۔

اب وہ نیب کی اونی کے ساتھ ان کے دل رنگ رہ میں دلیں ہوا جہاں ضرب پیچے
قائم ہیں بیٹھا تھا اور کلر زیچے کیجا تھے، باتھ میں برش پکڑے اور پینگک بیار پا تھا۔ وہ ایک
”پانڈا“ بھت کر رہا تھا اور اگر دل کوں کو دیکھو تو اس کی بھائی ہوئی پیٹنگڈ، پاں اگی ہوتی
تھیں۔ کرتے میں آئے سامنے دو ڈبے پڑے صوتے تھا اور دل میان میں ایک بیڑی ہوتی تھی،
جس پر کچھ رہ تھا اور کلر کھرے پڑے تھے اور ایک طرف کدن بھی رکھا تھا۔ نیب بالکل
میز کے پاس بیٹھا جک کر پینٹ کر رہا تھا۔ جب حد نے سلام کیا تو اس نے سراخا کر اسے
دیکھا اور مسکرا کر سلام کا جواب دیا۔ سعد سامنے صوفے پر بیٹھ گیا تو نیب نے پوچھا:

پیارے بیکا یہ کہانی ہے سعدی، جو پانچیں بذات میں پڑھتا تھا۔ وہ بہت شرمندی
اور لاپر واد پچھا تھا۔ پڑھانی میں تو اس کا دل یہ نہیں گئا تھا اور پھر جب سے باک ڈاون
بوا تھا، اس کی تو پیسے دھائیں ہی پوری ہو گئیں۔ اب سکول سے بہت ساری ملکیوں میں
ٹھیک چیزیں اور کرکٹ کا آرام بھر ہی گئی تھا۔ سکول سے ہوم ورک تو ملائی گمراہ اس نے نقل کر
کے اسے صرف کامیابی میں اتنا نسبت نہیں کیا تھا۔ اس کی زندگی کی وجہ سے کوئی نہ کیا۔
صرف وہ انتہا میں اس نے فیزیو دینیتی کی پیشیوں کا کام لکھا اور خود برقی الٹا میوں کیا۔
اب اس کے پاس بہت ساقری و مفت تھا۔ سچ لیکھ اخراج، کھانا کھا جائے، سارا دن
گھیوں میں کھوڑا، بکھری وہ انتہا پار شے داروں کے گھر چا جائے، قیمتی دیکھتے ہیں یہی اس کی
روشنیں ہیں بھی تھیں۔

اس کے دوست بھی اس کے پیسے ہی تھے۔ اور دوست تو پیسے بھی انسان کی پیشان
ہوا کرتے ہیں۔ انہیں بھی ہر وقت کھل کر کا حق تھا۔ اس کا سب سے اچھا دوست
بھت تھا، وہ اکٹھا اسی کے گھر جاتا تھا اور اس کے پیسے پر گھر کھل کر رہتا۔
آن بھی ہاشم کے بعد اس کا آوارہ گردی کا مودا تھا۔ اس نے سوق رکھا تھا اور وہ
بھت کے گھر جاتے کا گھر ہوا یہ کہ سعد بھت کے گھر کی تو اسے بتایا کہ یہ بھت تو گھر
ہی نہیں، وہ اپنی نانو کے گھر چا گیا ہے۔ یعنی کر سعد کا مودا آپ ہو گیا۔ وہ من بخلا کر کھرا لوٹا
کہ اس نے تو مجھے بتایا بھی نہیں ایسے ہی چلا گیا۔ اب وہ خاموش سائیڈ پر اونڈھا لینا تھا۔

ہو کر کبیور ایک پھر بنا جاتا ہوں مگر اس کے لئے مجھے کیا کر دیں گا؟" یہ سن کر وہ خوش ہوئے اور کہا:
"اینی یہ حادثی میں کبیور سماں میں کا ایک مضمون رکھو۔ پھر جزو میں بھی رکھو۔ پھر
آگے T.S.C.S.I.B.S.I.T اور اس کے بعد B.S.C.S.I.B.S.I.T اس طرز کا
اور بھی کچھ اس طرز تم بن جاؤ گے کبیور ایک پھر۔"

سخن رہا۔ اسے کچھ بھیں آرہا تھا کہ یہ کہا ہے مگر اس سے کچھ دیکھا کر اسے کچھ دیکھا کر
اینی منزل بنا تھا۔ مگر آج اس ساخت کا پیٹے پیا سے کبیور ایپ اپ مانگا۔ ہمیں نے اس
شروع پر عالی بھروسہ کیا۔ اس سال خوب آئے گا تو وہ اسے کبیور ایپ اپ سلے دیں گے۔
اب سعد کے پاس قاتمودت ہیں تھے کیونکہ اسے لیے بھی ملک سے خود دست دلت تھا۔ اس پاہ
مود دست کا تو سوال ہی تھا۔ آپ کیکا تھا۔ اسی منزل تک پہنچنا تھا۔ دست کرنی تھی۔
تو پہلا آپ بھی پاہے لڑکی ہیں یا لڑکہ، اپنی منزل کو بھیں، راستے پیچا میں اور وہ
گریں۔ جس سے آپ کا تھام بھترین سکھار درج آپ کو بھیں اس پیٹے ملک کے لیے
پکڑ کر بھیں۔ ملک کا نام رہیں کرتے سے آپ کا بھی ایک نام ہو۔*

خدا ہائے کا شوق ہو تو ایک شیف بھی بن سکتے ہو۔ خواہ کو بکھو۔ پھر کھوار ہاں فائدہ کرو۔
میں چاہتا ہوں کہ بھی تم پھرے ہو گر خوب بنتے کے لئے غری کوئی قید نہیں ہوتی۔ بھی
سے سوچ کے تو ہر رات خود کو یہ تھا کہ کہا جائے سال بعد یہ کامیاب ماحصل کرنی ہے۔ اللہ
نے جو صلاحیت دی ہے اسے نالگ سوت کرنا۔" میں کے چاہے نے خوب نظر کے سے
ساری بات سمجھا۔ اب وہ تو یہ سے ان رہا تھا۔ شاید اسے بات بھی میں آئی تھی مگر وہ
ناموش رہا تو وہ پار ہو گا۔

"جیسیں اب سے زیادہ کیا پہنچے ہے؟" سعد نے کہا۔

"نکھنیں پہنچے۔ میں نے بھی ایسا کچھ پاٹھکیں۔ لیکن اس کے بعد اسے کبھی پہنچا نہ ہے۔"

پھر اجھوں نے کہا۔

"لیکن اب سے سپورڈ اپنی منزل کو پہنچو۔"

سحدے سب پکھ کر سکراتے ہوئے ٹھیریا ہوا کیا۔ پھر اجھوں نے کہا۔

"بڑا بڑا سمت مانا کر میں جیسیں پہنچو۔ یعنی جیخ کیا۔" یہ سن کر سعد نے کہا۔

"کوئی بات نہیں بلکہ یہ تو اچھا ہے کہ میں ابھی چیزوں میں اپنی دست کا اس اور اس
طرز میں بھی بھیں ہوں گا۔" چاہے ملک رے اور کہا۔

باقیہ: وہ کون تھا؟

جب بھی محلہ تو اپنے کمر میں لاس کی گوچ پر سر کھر کر بیٹا ہوا تھا۔ لاس نے مجھے جا آتا
و دیکھ کر اس کا سحر ادا کیا۔ بہت عرصہ میں اس والوں کے زیر اثر رہا۔ پھر سب سے والدین نے
وہ علاق پھوڑ دیا تو میرا اسکوں بھی تبدیل ہو گیا۔ جب لاس کو میں نے یہ واقعہ جیسا تو انہوں
نے کہا کہ "آئتِ الکریمی کی بدوات تم پیچے گئے تھے۔" ایک مرصد گزر گیا میں یہ سوچنیں ہیں
کہ پڑا کر وہ پورے صرف مجھے ہی کوں نظر آیا۔ صرف میرے سامنے ہی کوں ظاہر ہے؟*

وادا ابھے قدم ٹھک کر کے پانی یا تو ہماری بھی سائنسیں بحال ہوئی۔

"آج کی نشت یعنی برخاست ہوتی ہے جب اگلے بیٹھ کی اور والوں کے سامنے
بیٹھ کا گئی گے۔" وادا ابھے اعلان کیا تو سب کے مندیک گئے۔

"آج کے لئے اتنا بہت ہے بچہ۔ اوس نہ ہو اور پھلو سانے کی تیاری کرو۔ معنی فخر
کے لئے بھی اتنا ہے۔"

"محظی تھا۔ آن رات نیندی نہیں آئے گی۔" ملکے جیسیں تمہارے سواب پر
"ہاں کوئی بھی جسیں میرے بھاول پھوڑا ہم مسلمان ہیں اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد ہیں ہوئے
چاہیے کہ وہ ہماری خلافت کریں گے۔ سوئے سے پہلے آئتِ الکریمی اور پھاروں قل پڑا کر
ہوئے۔ انشا اللہ! اللہ کے فضل سے کوئی بری خلافت پکو بھی نہیں بکار کئے گی۔" وادا ابھے
ہم سب کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

وادا بکری سے اٹھنے لگے تو ہم سب بھی اپنے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئے۔*

طلسماتی طوطا



بس بگل سے باہر رکھنا تھا۔

جب وہ اپنے دوستوں کے پاس پہنچا تو وہ اس کو دیکھ کر خس رہے تھے۔ سلمان جو پکوہ دیر پہنچے بیجا درود نہ رینا ہوا تھا، اب بہت سی ڈارا اور سہما ہوا تھا۔ اس کی کہیاں اور سخنے جیل پہنچے تھے، پکزے گندے ہو پہنچے تھے۔ جب ان ہیئتے لاکوں نے اس کا نمائش اڑایا اور ذر پوک ہونے کے مٹھنے دینے تو وہ ان سے لڑکر گرا گیا۔

کمرا کر جب اس کی آئی نے اس کی حالت بکھی تو پہنچے تو وہ پریشان ہوئی۔ لیکن جب ان کو پیدا چلا کر وہ کہاں سے آئے ہے تو ان کو بہت غصہ آیا۔ پھر انہوں نے سلمان کو سمجھانے کی کوشش کی:

”سلمان بیجا حصیں یاد ہے دکھ میں نے جھیں بگل میں نہ بانے کی کہانی سنائی تھی۔ پھر تم ادھر کیوں گئے؟“

سلمان شرمدی کے ساتھ بولا:

”آئی ابھی معاف کروں۔ میں دوبارہ وہاں نہیں جاؤں گا۔“ آئی نے اسے گلے کے لیے بنا نے اور کھاہ کھانے کے بعد سلمان اپنے سترے پر جا کر لیٹ گیا اور اس کے دہن میں وہ پسر اوری روشنی آئی۔ اس نے ہومپا کیا، آئی اس نے ایک ٹلساتی طوطا کی کھاتا، جو سورج بکھی کی طرح بیٹھا تھا، اس میں سے اس کی پاندھی ای سفیدی کل رہی تھی۔

ان کے ہاتھ مذہبیہ رکھنا کہ بگل میں ایک ٹلساتی طوطا رہتا ہے۔ جو بگل میں چھپے ایک نڑانے کی رکھوائی کرتا ہے۔ وہ کسی کو بگل میں سے گورنے نہیں دیتا اور اگر کوئی گزرا چاہے تو پھر وہ وہاں سے بکھی داہی نہیں آتا۔ اس وقت تو سلمان اس سے ڈر گیا تھا۔ لیکن اب جب وہ سورج رہا تھا تو اس کی خوبصورتی میں کھوتا جا رہا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا وہ پھر سے اس کو دیکھے اور اب کی بار قریب سے دیکھے۔

سلمان میز قدموں کے ساتھ بھاگتا ہوا بگل سے بگل رہا تھا۔ اس کی ساری بھوئی ہوئی اور رنگ فل تھا۔ باہر کھڑے اس کے دوست آپس میں فس رہے تھے، کوئی کہ کہ دیں پہنچنے والے شرط کا نیچی کر سلمان بگل میں اکیلے نہیں جا سکا۔

درامیل جھوڈ آباد کے علاقے کے پاس ایک بہت کھنڈ بگل تھا اور وہاں مرکوئی جانے سے ذرا تھا۔ آئے دن لڑکے گردہ ہنا کر ایک درمرے سے شرط کا نتے تھے کہ کون بگل میں اکیلے دلت گز ادا کتا ہے۔

اپنی طرح سلمان اور اس کے دوستوں نے آپس میں شرط کا نیچی کر آئی۔ سلمان بگل میں اکیلہ جانے گا۔

اب جو سلمان بگل میں آیا تو اس کو اپنی کمی ہوئی بات پر بچتا ہوا ہو رہا تھا۔ لیکن اس کو کوئی آواز نہ رکھتی اور کبھی کوئی جیسی اس کوچھ کوڑا گز دیتا۔ وہ رہ کر اسے دلا دکی بات یاد آری تھی کہ:

”خدا کا دار طبلان لاکوں کی ہاتھ میں نہ آتا۔ سلمان یا اس تھا اندھا ازاں کے لیے تم سے دوستی کر رہے ہیں۔ تاکہ وہ حصیں اس بگل میں بھیج سکیں اور بعد میں ہندکر تمہارا ناق ادا کیں۔“ لیکن وہ بے پرواہی سے اس کی بات دکر رہا۔

اب اس کو اپنی بیمارا دوست دلا دیا اور ہا تھا۔ وہ اس کا بچپن کا دوست تھا۔

چھپے چھے دو بگل کے اندر بارہ بھت رہنے والوں کے زیادہ ہونے کی وجہ سے دشمن کروں کی صورت میں یعنی آری تھی اور دیکھنا مشکل ہو رہا تھا۔ یعنی وہ بگل کے دہن کھنے پھنے میں پہنچا تو اس کو کوئی سورج بکھی کی طرح بیٹلی اور رات کی پاندھی ای سفیدی چھپے سے ازتی نہ رہ آئی۔ اس نے پھر نہ ادھر دیکھانہ ادھر اور اتنے قدموں دوز لکا دی۔ پھر اس کو نہیں پتہ کہ اس کو کتنے کانے چھپے، یا کتنی بار وہ من کے بل گرا۔ اس کا مقصد اب

اگلے دن سلمان اور دلادر نے اپنے بھتے تیار کیے، جن میں انہوں پچھے کھانے پڑنے کی پیشہ، نارجیس، کمپز دن کا ایک جوڑا اور تین کا کپڑا رکھ لیا۔ اس رات دلوں کو مشکل سے ہی خندہ آئی اور وہ جگر کی ادا ان کے ساتھی اُنھوں نے۔ وہی پہلیتے ہی دلوں چنگل کے پاس پہنچ چکے تھے۔ سلمان سے پار پار اس طوٹے کے پارے سُن کر دلادر کو بھی اب اس کو دیکھنے کی بے عینی تھی۔

وہ ذرے زارے قدموں کے ساتھ جگل کی طرف بڑھتے گے۔ ان کے پا تھوڑی
ہادی اور کمرے بٹتے تھے جتنا قدموں کے ساتھ وہ آگے بڑھتے گے۔ ہر آہست پر ان کی
نظر اور ہر اور گوم چالی۔ جگل کے کافی اندر جا کر جب روشنی مہم ہونے لگی تو انہوں نے
پا تھوڑی ہادی چالی۔ ابھی وہ پکھنے آگے بڑھتے تھے کہ ایک بہت ہی خوبصورت
ٹوٹا ان کو ایک شان پر بیٹھا نظر آیا۔ وہ ان کو دیکھ کر اڑا جائیں بلکہ غور سے ان کو دیکھنے
کا چیزیں ان کا چارہ کوئے رہا۔ ملدن اور والوں اس کو دیکھتے ہی چیز کی عمر میں جھا
ہو گے۔ ان سے اپنی جگد سے بلا تک لکھ جا رہا تھا۔ ٹوٹا کچھ در بحد آرام سے اڑ کر ان
کے پاس آ کر ڈیندی کیا اور اس نے چیزیں کچھ بدلنے کے لیے پوچھ کھولی ہوا میں پھر بند
کر دی۔ اب لگ رہا تھا کہ وہ ان سے ہات کرنا چاہ رہا ہے۔

آخر جب طحطا بولا تو اسیا کہ ساری دنیا کے خوبصورت سازنے رہے ہوں۔ وہ کہتا ہے:

”میں بھی تم تو کوں کی طرح ایک پچھا۔ مجھے ایک چاہو گرنے چاہو سے طھا جانا
دیتا۔ میں نے اس کے علسماتی پر جو ڈال لیے تھے۔“

سلمان اور ڈاہر کو اس کی بات سن کر بہت ذکر ہوا۔ خوش نے تابا کر کی سال سے
وہ اسی حالت میں ہے اور کسی زم دل غص کو ڈھونڈ رہا ہے، جو اس چاہو گر سے اس کو معافی
و لا دے۔ چاہو گر نے اس کو طھا جانا کر باہر چڑھا کر دی کہ ایک طھا کسی فزانے کی
کوئی کھوپل کر رہا ہے۔ اصل میں وہ چاہو گر اس ڈگل میں رہتا ہے اور چاہتا ہے کہ کوئی ادھرن
آئے۔ چاہو گر نے کہ تھا کہ کوئی بیک دل غص یعنی جسیں بیان سے ٹال سکتا ہے۔ جو
اس کی دی گئی تمن شرطیں پوری کرے گا، خدا کو بھی بیان سے نکالے گا اور اس کے لیے
بھی کافی لوگ کو شکل کر پہنچے جیں لیکن کوئی بھی اس سے نہیں بہت کا۔ ساتھ میں ساتھ جو یہ
غرض پوری کرے گا۔ اسی کی بارے گوئے۔

وہ مخطا کب سے اس ایسے پر زندہ ہے کہ آزاد ہو کر، ایک عام انسان کی زندگی گزرا دے۔ لیکن اب اس کی امید نہ ہوتی چارہ ہی ہے۔ جب اس نے ان ہدوں کو دیکھ تو ایسا کہا ہے کہ اس کو آزاد ہو کر مانسکتے ہیں۔

دلاور اور سلمان طوٹے گی باعث سن کر درست کئے۔ کہ اگر وہ شرطیں نہ پوری کر سکے تو وہ بھی جنگل میں پھنس جائیں گے۔ وہ دونوں مخذرات کر کے واپس آگئے۔ رطوبتے کی

اگلے دن جب وہ دلادر سے ملتے گیا تو دلادر نے اس سے ملتے سے انکار کر دیا۔ اس نے بہت معافی مانگی اور کہا کہ وہ ان لاکوں کے ساتھ درد کر سوچ رہا تھا کہ جڑہ کرے گا۔ ان کی طرح کر کت گراہن میں بھیجے گا۔ لیکن انہوں نے اس کو اپنی کرکت ہمیں میں شامل کرنے کی شرعاً جعل میں چاہا رکھ دی، جو ان کو معلوم تھا کہ وہ جو دلی جھیں کر سکتا۔ دلادر تو اس کے بھیجن کا دوست ہے۔ اس کو تم معلوم ہوا کہ کر کت اس کا جھون ہے۔ آخر کار دلادر مان گیا۔ سلامان بہت خوش ہوا۔ دلوں دلادر کے گھر کے گراہن میں لیکھا در عطاے کر کچھے گئے۔ پھر ایں بعد وہ تھک کر اندر آئے اور پانی پیا۔ پھر وہ دلادر کے کمرے میں پہنچے گئے۔ اب سلامان کا ڈیادل چاہا کر دے اس خوبصورت طور پر کا ذکر دلادر سے کرتے ہیں۔ لیکن وہ دلادر بھی رہا تھا کہ اج یہ دلادر کو غایب کر دیا۔ کیونکہ دلدار پر اپنے بھروسے۔

۱۷ نویسنده‌ها

"*Wetzel's Law*"

1.3. H_2O_2 and H_2O_2

دلاواہ بھی اپنی کتاب میں بکھریا تھا۔ سلمن نے بات بڑھاتے ہوئے کہہ دیا ہے وہ صحیح سکھایا رہتا۔ اس کو تم ہر جگہ سماج میں کر کھو جتے ہے تو تم کتنا روئے تھے جب وہ مر کا تھا۔ اب اس کا سارا اوصیاں سلمن کی طرف تھا۔

سلمان کو تھوڑی بے عجیب شروع ہو گئی۔ لیکن اب جو بات شروع کریں گی تو اس نے ہمت کر کے دلارہ کو کہا ہی دیا:

”وَإِذَا رَأَيْتُمْ نَّفْسًا مِّنْكُمْ فَلَا تُخْبِرُوهُ خَصْرَانَتْ طَهَّارَةً بَلْ كُلَّ مَيْتَانٍ دِيكَحًا۔“ ایک عیسائی میں اس نے اپنی ساری بات کہہ دیا۔

۲۰۱۳-۱۴۰۲-۱۷

462-463

卷之三

یہیں اسے جانتے ہیں۔ امدادیوں کیسے ہے۔

۱۰۹

”بلاں کس اہم وہاں کیس جائیں کے۔“ سلطان چاہتا تو کہن تھا پر موضع لی
نوازت، کچھ کراں نہیں میں وہاں طاہدی۔

پکوہ دن سلمان نے رہ بھل کا دز کر کیا اس طور پر کامیابی کی، لیکن اس کے اندر اس طور پر کو

ویجھے ہی بے کامی بڑھی ہی۔ مگر کہاں لے دا دربوائے سماجے لے جائے ہے جیسے اپنے آئندہ مدد و نفع پر مکمل اعتماد فرمائے جائے۔

بعد اس نے دلاؤ کو جعل جانے کے لیے منایا۔ جعل جانے کے لیے۔ فیصلہ یہ ہوا کہ صحن کے وقت حمام جائے اور ساتھ وہ نارج بھی رکھ لی جائیں۔

باہم ان کے ذہن میں گھومنگی رہیں۔

وہ دردز جنگل چانے لگا اور طلب سے باہم کرتے ہوں کے لیے پہنچنے کے لیے لے جاتے۔ اس کے ساتھ کمپتے طمع اور تھاہی خوبصورت اور اس کا اعلاق بھی بہت اچھا تھا۔ ایک دن اور نے اس سے پوچھا کہ

"تم نے جادوگر کے پوچھائے ہی کیوں؟" تو اس نے بتایا کہ وہ جھپٹ جھپٹ کر جنگل میں آیا کر رہا تھا۔ اس وقت جادوگر وہ پہنچن کر آیا تھا۔ اس کے دل میں بھی وہہ بھین کراز نے کی خواہیں جاگی۔ اس کو معلوم ہوتا تھا کہ پہنچن میں گے تو اس نے دوچار لیے۔ جادوگر کو چاہیں گیا اور اس نے اس کو جو خدا بنا دیا۔

اب ان کو ٹھوٹے کے پاس آتے ہوئے کوئی دوستی نہیں رکھے تھے۔ انہوں نے جادوگر کے پاس جانے کا فیصلہ کیا۔ اور اپنے دوست کا سبیت سے لالکہ پیارا دے کیا۔

سلمان اور داؤ دار اگے دن، جنگل میں جادوگر کے گھر کی طرف پہنچا۔ دو دنوں بعد سے بہت ذرے ہوئے تھے جنگل میں جادوگر کے گھر کی طرف پہنچا کام کے لیے جا رہے تھے اس لیے انہیں امید تھی کہ ان کے ساتھ اچھا ہو گا۔ جب وہ جادوگر کے گھر کے پاس پہنچا انہوں نے اس کے گھر کا دروازہ لٹکھنایا۔ اندر سے ایک ضعیف سانحص بیجا۔ جس کے پیہے پر جھروں تھیں۔ دو دنوں لڑکوں کو کچھ کراس کے پیہے پر طریقہ ہی آئی اور دو بولا:

"۶۲۶۳؟"

بھری شرطیں پوری کرنے آئے ہو؟" سلمان جھٹ بولا:

"نہیں۔ ہم اپنے دوست کو آزاد کروانے آئے ہیں۔"

"ہم کے بیٹے تو تمہیں بھری شرطیں پوری کرنی ہوں گی۔" جادوگر بولا۔

"ہاں ہمیں معلوم ہے۔" داؤ دار نے بھی ہمت پکڑ کر جواب دیا۔

"تو پھر سخون بھری تھی شرطیں۔ ہمیں شرط یہ ہے کہ تم نے اس جنگل میں وہ پانورہ حفظ کرنا ہے جو اپنی گردن چاروں طرف گھما لیتا ہے۔ وہ سری شرط یہ ہے کہ وہ دردست حاش کرنا ہے جس میں بکری تھیں ہوتی اور تیسری اور آخری شرط ہے کہ وہ جیچ کیا ہے۔ جب چہوں میں سکتے۔ اس کی وجہ سے جنگل قریب تھے جس کے پیہے پر جھروں تھے۔"

سلمان اور داؤ دار نے شرطیں سن کر پیریان سے ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ اب وہ کیا کریں؟ یہ پوری نکیں تو جادوگر ان کو جانے نہیں دے سکتا۔ پران کو پسل کر تو نامکن سا نگہدا تھا۔ ان پیچے ہوں کوہو کیسے؟ مدد نہیں؟

غیر صاف دلی کے ساتھ وہ دو دنوں پیچے ہوں کی خواش میں پھل گئے۔ جنگلی شرط یہ تھی کہ ایک ایسا چانورہ حفظ کرنا ہے جو اپنا سر پر راگھا سکے۔ اس کوں سا جانوڑ رہا کہتا ہے؟ داؤ دار کو ایک دم سے یاد آیا وہ آلو ہوتا ہے، جو اپنی گردن پوری گھما لیتا ہے۔ اس نے سلمان کو بتایا اور دو دنوں آلو کی خلاش میں لگ گئے۔ کچھ ہی دیر میں ان کو ایک آلو درخت پر بیٹھا نظر آیا۔

انہوں نے وہ چانی جو اسے سے اپنے لئے میں رکھی تھی کاہل اور آلو کو پکڑ لیا۔

اب وہ سری شرط یہ تھی کہ اسدار دست و حفظ نہ جس میں کوئی بکری نہ ہو۔ اس کو نہ اسدار دست قی خپھر سلان کو یاد آیا کہ اس کی دادی کے گھر میں کیلئے کاہر دست تھا۔ جس میں کوئی بکری نہیں ہوت۔ لیکن جنگل میں وہ کہاں وہ خوبیں؟ پر آن ان کی قسم اچھی تھی۔ کچھ کے جا کر آن کو کیلئے کاہر دست میں کیا۔ انہوں نے اس پر سے کوئی کیلئے اہر کر اپنے پاس رکھ لیے۔

اب تیسری اور آخری شرط دو گئی تھی۔ وہ اب پر بیٹھنی میں چڑھے کے تیسری شرط کیسے پوری کریں۔ اب شام وصل رہی تھی اور اندر جو امور ہاتھ۔ انہوں نے اپنی تاریخ چلا لی۔ دو دنوں درخت کے بیچے بیٹھے اس جنگل کو سلمان کی کوشش کر رہے تھے کہ اپاک سلمان کے دہن میں جواب آیا۔ اس نے دل دکھایا اور کہا۔

"آؤ، جادوگر کے پاس پہنچ، مجھے آخری شرط کا پہنچاں گا۔" اس کے پاس ہی ہے۔ "داؤ دار پر بیٹھاں ہو گیا کہ اپنی کاچیز ہے جو جادوگر کے پاس ہے۔ لیکن بھر بھی وہ اپنی بکری ایسا اور دو دنوں جادوگر کے پاس رکھ گئے۔

انہوں نے وہ دے کے مطابق انہوں اور کیلئے جادوگر کو دے دیے۔ جادوگر نے پوچھا:

"اور تیسری شرط؟"

سلمان فوراً بولا:

"وہ ہم تھیں تو زندگی دیں گے۔"

جادوگر بولا:

"کی مطلب؟"

سلمان بولا:

"مطلب یہ کہ تم نے وہ دہ کیا ہے کہ ہمیں اور تھارے دوست کو آزاد کر دے گے۔

اب ہمیں آزاد کر دے کیونکہ وہ دہی ایکی چیز ہے جس کو ہم پہنچنی سکتے۔ پر وہ ضرور کئے

جیں۔ اب تم اپنا وہ دہ پورا کر دو۔"

جادوگر کو جانہ انہوں کیا۔ اس نے اپنی:

"ہر کوئی بکلی وہ شرطیں پوری کر لیتا تھا پر آخری شرط بکھی نہ کر پاتا۔ ہر کوئی اور پر سے

چیز ہو کوڈیکتی تھی، دہر لائی میں آ جا گئی تھا۔ لیکن جو شخص دل کا ساف اور یک دل ہو جائے

وہی وہ دہ پورا کرتا ہے۔ میں تھیں آزاد کرنا ہوں اور بعد نام سے کہنا اب ایسی نہ کرے۔"

"عدنان؟"

"ہاں وہی طمعا!"

سلمان اور داؤ دار دو دنوں بہت خوش ہوئے۔ وہ جب والیں جانتے لگتا تھا ایک جنگل وہ کہا

ان کی طرف آ رہا تھا۔ وہ عدنان تھا۔ وہی لڑکا جو طوطا ہن کیا تھا۔ اس طرح تیتوں دوست اپنی

ذہانت اور نیک نیتی سے جادوگر کے جنگل سے نج گئے اور جنگل سے بھی خوش نکل گئے۔☆

کون چھوٹا، کون بڑا؟

کھاتے تھا۔ پھر اسے میال آیا کہ اونٹ نہ راض نہ ہوا، اس نے بچھا:

”کیا آپ مجھ سے ناراض ہیں؟“

اونٹ نے اپنی بھی گردن گھما کر خٹھے سے اسے دیکھا اور بولا:

”جا! اپنا کام کرو۔ مجھ سے بات کرنے کی ضرورت نہیں۔“

خڑکوٹھ ڈر کر پیچھے ہٹ گیا۔ پھر اس نے لوت جانے میں ہی عذیت جانی۔
شام کو جب سورج مغرب میں ڈوبنے والا تھا اور تمام پا تور بر گد کے درخت کے
نیچے جو کہ بائیس کر رہے تھے تو خڑکوٹھ نے انہیں یہ دعا صاف نہیں۔ وہ بھی بہت جر جان
ہوئے۔ اسکے دن ایک لوڑتے اچانک بندوں پر چل کر دیا۔ وہ بہت بھوکا تھا۔ سب
نہ لے اپنے بدوں کی طرف بھاگے اور جو دوسرے تھے وہ درختوں پر چڑھ کر شرپی لے گئے۔
لوڑ کے پا تھا ایک بھی بندوں کی نہیں آیا۔ مگر اس نے مہت خیں بندی اور ان کے مل کھوئے
لگا۔ اسی دو دن ان بدوں اونٹ آ لگا۔ درخت پر چڑھتے ایک نہ لے نے اس سے مدد
نا مانی۔ اونٹ پا ہتا تو بندوں کو اکر بے کسکا تھا۔

مگر وہ بولا:

”یہ میرا کام نہیں ہے کہ تم کوڈن سے بچاتا پھر دو۔“

ایک گل میں خڑکوٹھ نے سارے بگھریاں مل کر رہے تھے۔ وہ بھی ایک دوسرے کو
کھسان اونٹ کھاتے تھے۔ مگر جب کوئی کیدڑی اور مزی بھاں آ جاتی تو وہ پریشان ہو جاتے۔
ایک دن وہاں ایک اونٹ گھوٹھ بھرا۔ آگہا سے دیکھ کر پیلے تو پھوٹے پاؤ رور
گئے، لیکن جب انہوں نے ٹھوس کیا کہ وہ ان کو کھسان نہیں پہنچا دے تو وہ اس سے وہی
کرنے کی کوشش کرتے گے لیکن اونٹ نے انہیں مندن لگایا، کیونکہ اسے اپنے قدر پر بہت
ہاز تھا اور وہ پھوٹے جانوروں کو کھٹکتھا تھا۔

ایک سچ خڑکوٹھ کی مذاقات اونٹ سے ہو گئی۔ وہ بولا:

”جیسا ہے قدر اور صاحب! آپ کیسے ہیں؟“

مگر اونٹ نے اس کی طرف ٹاہد اٹھا کر بھی نہیں۔ لیکن اور وہاں سے مل دیا۔

خڑکوٹھ بہت جر جان ہوا۔ پھر اسے میال آیا کہ وہ سکھا ہے اونٹ نے خادم ہو۔ وہ
اس کے پیچے چلنے لگا۔ کچھ دوڑ جا کر اونٹ درخت کے پیچے کھاتے کے لیے زک میا۔
خڑکوٹھ نے سوچ تیسمت جانا اور بولا:

”حضور! آج موسم بہت اچھا ہے۔“

لیکن اونٹ کے کان پر جوں بھی نہ رینگی۔ خڑکوٹھ جر جت کے سمندر میں غوطے

لماں صالوں کی منت ہادھت نے سیر کی یہ مٹکل آسان کر دی۔ سیر کی انحراف بحرف اپنے
مختصر ہر جھی۔ سکول کے بعد وہ پیر کا کھانا کھا کے وہ آدمی اخوند آرام کرتا اور پھر گراہن
روانہ ہو جاتا تھا ان دونوں سیر نے اتنی محنت کی کوچ بھی جیران رہ گئے۔ اتنی سمجھنے مدت کی
رہ گئی لانے والی تھی۔ یہ تو آئنے والا وقت ہی جاتا تھا۔ اس پاری سکھ کے وہ رانی بیٹھے ہی
دیکھے گئے مقابلوں کی علیکی بھی ساتھ شامل تھی۔ سیر نے جان لڑادی اور اس پار اس کی
محنت رنجت لائی۔ سکھ اور پھر ہیں الاؤ اور ای متاثر بھک سیر کی رسانی اسی بحثات سے ہوتی
گئی ہے اس کے ہاتھ میں کہتی چاہوں کی جھڑی ہو۔ کڑی محنت کے بعد وہ دون بھی آسی تھی
جب سیر کے ساتھ ساتھ پاکستان اور سکھین ہیں ایسا یہ کی قسم کا نیسہ ہو گا تو۔

240 کے سکر پر جب سیر کی لگتے تھے اور 16 بجے آئاں فٹ ہال کی لمبائی بھارت کے خلاف پیدا گوں کیا تو پاکستانی شاہزادین جو بدال ہو کے انہوں کے چارے تھے، 43 بھر کے لیے ختم کے گول کو دیکھنے لگے جس کے آخر 20 منٹ تھے۔ پہنچے ہاف میں سیر کے کندھے پر بھارتی ہم کے بدمست کھلاڑی نے بکردار کے اسے تھوڑی دیر کے لیے مظہر سا کرو رہا تھا۔ کوچ نے سر دلوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ یہ کا سے سے گھرا کھلاڑی پہنچے ہاف میں گراوٹ سے پاؤں ہو گیا تھا۔ بھارتی شاہزادی تھیں آئاں تو پھر تھی جسی کرواؤ میں کرہ پیچے رہا۔ نشتر (نشتر) پاکوچ سے زور دیتا کہ اپنے خون ہونے والے کو قاتے بے جیگی سے بیچی، پیچنے لے گا۔ کرواؤ میں سکو رکارڈ کے ساتھ تھی گھڑی کے سیکڑاں اس کا منہ چڑائے گے۔ ایک منٹ کی بات تھی۔ ورنی اذیت نے جسمانی اذیت کو پچاڑ دیا۔ سیر اخوند گھڑا نہ ادا۔ داکٹر کو دو ختم ہونے کی تیقین دھانی کرتے ہو جان کوچ کو ہاتھ بٹا داد دو جا رہا۔ گراوٹ میں داخل ہو رہا تھا۔ دلوں یوں کے کھلاڑیوں نے حریت سے اسے اندر واپل ہوتے دیکھا۔ وہ اب گراوٹ میں دو گھنیں رہا تھا، اور رہا تھا۔ جوٹ کے بعد تو چھیسے دو رنگی شیرین گیا تھا۔ برازیلیین پہنچے اور سیر اذیت کا سکپھر پاکستانی سیر بھارتیوں کے لئے ذرا دنہ خواب ہاتھ۔ وہ پاکستانی ہم کا صرف پیدا گوں تھا جس پر تجمع ساکت ہوا تھا۔ وہ سرے اور تیرے کوں پیچا کرتا تھا۔ نے آئاں سر پر اٹھا لیا تھا۔ بھارتی ہم کوک رہا تھا کہ ان کے درمیان کوئی ہیں صس آیا ہے۔ پاکستانی کرکٹ کا جس۔ آخری منٹ تک وہ پاکستان کی ایک گول کی برقراری کو ختم کرنے کی کوشش کرتے رہے، کر کھینچا یا۔۔۔

بھی کے فلم ہوتے ہی جب بھائی نے سہر کا کندھوں پر اخلياتوں سے یاد آیا کہ برازو میں درد کی ابریں بخوردہ ہی چیز۔ بخیال کے بخشنود دینیہ ہم میں سہر آں سوہنی آنکھوں سے مسکرا یا ہو رکرا پھی، لیاری میں تی وہی سکریں کے سامنے بخی میں ساندھ پھوٹ پھوٹ کے رو دو۔ ریاں کی اتنی نے محبت سے ان کے شانے پر بازو پھیلایا اور رہنا جان گلی ہوتی آنکھوں کو چھپانے کے لیے چشتہ اتار کے صاف کرنے لگے میرنے پاکستان کا سر نیچا نہیں ہونے دیا تھا۔ پلک فلم سے بلند کرو راتھا۔☆

آخروی مزایک خونے کو پہنچانے میں کامیاب نہیں کیا اور اسے مادر کر کھا گیا۔ دوسرے
نحوں پر بہت نجیبدہ ہوئے۔ ایک دن گھر بیان خوشی سے آوازیں کمال رہی تھیں۔
دوسرے جانوروں نے جو پہنچی تو انہوں نے تباہ کر کم نے جمل کا ایک درختہ دریافت
کیا ہے۔ جس میں بہت بھل گئے ہیں۔ کسی نے کہا اونٹ کو لگی جمل کے پھل پسند ہیں۔
اسے ہات تباہ کیا ہے۔ گھر بیان نے جا کر اونٹ کو تباہ کیا۔ اس نے خاموشی سے ان کی
ہات سنی اور اس طرف پہنچ دیا۔ اس نے جھوٹے حصہ گھر بیان کا ٹھکر پہنچی ادا نہیں کیا تھا۔
ایسے چار بھگوں کے تھے کہ اونٹ ان سے نظرت کرتا ہے۔

"بہت حاصل ہے رائے سے۔"

بے گھر اکر ادھر ادھر ہو گے۔ اونٹ اکڑا کر چل ہوا وہاں سے گزرنے کا و
خیال ہے:

"میں نے ملے تفریت کو تھا دیتی ہے۔ ایک دن تم بہت چھپ لے جو جاؤ گے۔" اوت نے اپنے کپا اور دبی سے چلا گیا۔ دات ہوئی تو اوت نے ایک مخنوٹ اجڑ دھونڈی اور جس کر آ رام کرتے گا۔ جلد ہی اس کی آنکھ لگ گئی۔ پکوئی بعد اچانک اس نے محسوس کیا کہ وہ خانہ بدھ کے راستے میں بھرا ہوا ہے اور اس کا قد ایک بکرے کے پیارے ہو گیا ہے۔ خانہ بدھ مشتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اے اوت تو کسی نے بھی بیس دیکھا ہو گا۔ میں اس پر تکت لے کر خوب
سمیکا اؤں گا۔ مجھ سے تو نصیر ملے گے۔"

یہ کہ کرو دو اور کوئے کر بھل دیا۔ اونٹ نے زور سے تھی ماری اور راتمیں چلانے کا پھر اپاٹک اس آنکھ کھل گئی۔ وہ خوف سے کاٹپ، باقاہ اور بہت گھری یادیاں تھیں۔ اس نے ادھر اور دیکھا۔ انہی راستہ باتی تھی اور اس کا قد پھوٹا تھیں۔ وہ اعتماد۔ اس نے سکون کا سانس پی۔ مگر باقی راستے نہیں تھیں آئی۔ اس پر اب رذگوش کی بات یاد آ رہی تھی۔

صحیح ہوتے ہی اور وہ نے فیصلہ کیا کہ اسے اپنا روح بدلانا گا۔ اس نے بچہوں سے معلقی، لگنی اور ان سے دوستی کر لی۔ سب بہت خوش ہوئے۔

اب وہ آدھت کی مدد بھی کر جے گے۔ جوں ہی خانہ بدوسٹ آتا نظر آتا۔ وہ اسے ہوتیار کر دیتے۔ آخر خانہ بدوسٹ ماہیوں ہو کر وہاں سے چلا کیا۔ پھر سب جا وہیں کر رہی خوشی رہنے لگے۔ ☆

بڑے حرب سے پہنچے آرہے تھے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ معاون کافی پر بیان ساختہ ہوا
ہے تو پوچھا۔
 ”کیوں بھالوں؟ اکیا مسیحت آئی ہے۔ کیوں اوس جیتنے ہو؟“
 ”کیا ہاؤں بھلے بھائی جان اشہد کی جاٹی میں مارنا را پھر رہا ہوں ہاتھ سمجھ کر نہیں
کیا۔“ بھاولتے جواب دیا۔
 ”بھر کنے کا
 ”بھولے بادشاہ اشہد کا موسم تو کروزی کا، اب تمہیں کیاں شہادت ملتے ہے؟“
 بھاولپور پرست سے یہاں
 ”ریکھ دیو بھلی اتم قرآن پرست کے لگتے ہو یہ ڈاک کر اب شہادت کیاں سے مل
سکتا ہے۔ میں شہادت کے لئے ہدایت کر دیں تو تمام دن گلب سا گزرا ہے۔“
 ”اچھا تم ایسا کرو۔ بھی بھری سے پڑ کر وہ جگل کی پیشمنگی میں رہتی ہے۔ اور
کھانے پینے کی اشیاء بھت بھت کے رکھتی ہے۔ کیا یہ اس سے جھیں شہادت جانتے؟“
 بھر لے مل گئے، یا اور جلدی سے اپنے راستے پل، یا شاندی اسے کیس جانے کی جلدی تھی۔
 اب بھاولپور کا بھاکا پیشمنگی پیش جو اس اسے بھری سامنے ہی ہڑے سے خیم
کے درخت کی شاخوں پر اور ہر سے اور ہر دن تک فکر آگئی۔ اس تے جانتے ہی بھی بھری سے
شہادت کا پچھا۔ تو بھی بھری بولی۔

”ادی بھالوں؟ اچھی تربیت ہے تمہاری تسلیم نہ دے اور آتے ہی من اخلاق کے شہد
کی فراہوش کر دیں۔ شہادت اس سال ہیے ہی ہیاب ہے اور تمہارے خاندان کے لائے

ہے اور بھی خانے کی ساری الماریاں کھلی ہوئی جیسی۔“ بھن بھی بھرے ہوئے تھے۔
 جس شہادت کی پڑھنے کیلہ رہا تھا۔ آج ڈھنے کے نئے بھالوں کا دل تھا کہ شہادت کی
لکھ کے کھاوا جائے۔ مگر جب شہادت کا نئے کوادر بھی خانے کی الماری کھوئی تو بہاں خالی
مرجان میں جز ارباق تھا۔ جام کا مرجان دیکھ کر اعلیٰ سے دو بھی ختم ہو چکا تھا۔
 ”خود اساری بھی دل کا آج نی ختم ہوا تھا۔ آج تو اسی جان بھی کسی نہیں دن دو
کسی نہ کسی بھل کا بیام ضرور تھا کہ جیسی تھی۔“ بھاولپور سوچا۔ ”کر سے ہاں کیوں نے خواب کاہ
میں پڑی بھی الماری میں دیکھا ہے۔ ہم سکتا ہے اسی جان نے دہاں پھپا کے کھاہ۔“
 بھاولپور سوچتے ہی خواب کاہ کی طرف پکا اور شہادت کی مٹاس کے قصور سے ہی اس
کے من میں پانی ہمراہ تھا۔ اس نے جلدی سے الماری کھوئی۔ ہر چیز اس پت دلی مگر
مایہ ہوئی۔ بھاولپور پر بیان ہوا۔ خیر اس نے باہر جا کے شہادت کوئی بندہ دعویٰ نہ
کی احتیاط کر کر جاذب شہادت کیا۔

اب بھالوں میں جنم دیا جگل کے اس حصے کی طرف بھاکے جہاں زیادہ تر دعویٰ تھیں
پر شہادت کی پھتے گئے ہوا کرتے تھے۔ باپنے باپنے بھاولپور سامنے سا تھوڑی بیٹھے ہوئے ڈھنے سے
پانی بیا۔ اور دفعوں پر اور دھرنا تک دوسری کوئی چھٹا نظر آجائے تھے کہ بھاولپور کی اس
کی تھست خراب لگ رہی تھی۔ بھاولوں جلدی بھی اس درخت کو دیکھتے بھی اس
درخت کو ہلاجے کر شہادت کی چھتاد ملنا تھا سوچ دی۔ تھک اس کے بھاولپور ایک دفعہ بھر پانی بیا
گھر خالی بھی بھی پانی پینے سے اور بھوک چک گی۔ بھاولپور اسی موقع میں پر بیان ہوا کہ شہادت
کیاں سے لے کے سامنے سے اور ساحب ہاں پر جنک کا نئے ہاں جو میں چھاہا کہا۔

بھاولوں میاں نے شہادت خریدا

نوید احمد



"تو بھاگو بیان سے بڑے آئے شہد ہی نے" دکاندار نے ایک بڑا سازہ اٹھا کر
ہوئے کہا اور بھالو بھارا بیان سے بھاگ لیا۔ کافی آگے جائے وہ ایک گلی میں مڑ گیا۔ اور
بھاراں گلی سے ہوتا ہوا وہ ایک انگریز راست پر پہنچا جیاں بڑے خواصروں کی طرف ایک ٹھکرہ میں
بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے تھے باشیے تھے۔ بھالو بے چارائی سے بھاگ کا درجہ کو تھا جو اس کا درجہ
سے دکاندار کی بدھ سطحی۔ وہ دونوں دل کے ساتھ ایک گمراہ کے سامنے باشیے میں تھا۔
ایک درخت کی گنجی پر بھاگنے لگا۔

اسے میں ایک کتے کے بھر لکھنی آوار آئی۔ حتیٰ جسم کی باتی گھنی کر کر اپر چھا۔

"اے بھالو! تم کہیں رہ گئے تھے؟" دیوبھالو کی حالت، کچھ کے گمراہ کے اندر
اپنے ناٹک کے پاس لے گیا۔ وہ ایک رجم دل آؤ گا۔ اس نے بھالو کو کھانا کھلانا اور بھر
گھنی کھانے کو دیا۔ بھالو نے کھانا کھانے کے بعد جو بھنی سے اپنے کے، ناٹک سے بھیوں کی
پرچھا تو اس نے جواب دیا کہ بھالو بھاگنے سے پہنچنے کیس نے یہ جاتے۔ تو جواب
میں بھالو نے سارا اقتضان بڑا جو بازار میں اس کے ساتھ ہو گئیں آیا تھا۔ یعنی وہ آئی
بہت بہتر اور اس نے بتایا:

"کہ شہر میں ہر چیز کی قیمت و پہنچنے میں ہوتی ہے۔ اگر آپ کے پاس پہنچنے
ہوں تو آپ دکاندار کو اس کی مطلوب قیمت اور اکر کے وہ چیز فرید کہتے ہیں۔" بھر اس آئی
لے بھالو سے کہا کہ اگر وہ پہنچنے کا کام کرنا چاہتا ہے تو وہ اسے اس کے لئے کچھ پہنچنے کی
تجاری ہے۔ بھالو نے دھرم مندوں کی طبقہ کیا تھی۔ تو وہ آئی بھالو کو اپنے پیشے میں لے آؤ رہا۔
"وہاں کوئی میں ہذا بہت کے لیے ایک گز حاکوڑا ہے۔" بھالو کے لیے تو
یہ کام بہت سارا قیاس نے اپنے پیشے میں خون سے جلدی ایک بڑا سائز ہاکوڑا بیا۔ آئی
یہ کوئی کے بڑا خوش ہوا اور بھالو سے بہ پچھا۔

"کہا تم اور پہنچنے کا چاہا ہے جو؟" بھالو نے بھر میں جواب دیا تو وہ کہنے لگا۔
"دکھوں ہم رات میں ہے اور یہیں رہ جی ہوں۔ اب اس ہذا بہت کے اپنے ایک پیچو ہو ساپنے
مجھی نہ ہا۔ یہیں چاہتا ہوں کہ تم بھری مدد کر، اس طرح ٹکری کا کام مجھی سمجھ جاؤ گے۔
تو پہاڑ سے پرکار بھالو کوہ دن ٹھم کے ساتھ اس کے گمراہ بھاگنے اس نے ہذا بہت یہ
ٹکری کا ایک شاندار میں بنانے میں تم کی مدد کی اور ٹکری کا کام مجھی سمجھ جائیں۔ تم سے اسے جو
آجرت تھی، ان بھیوں سے اس نے ایک بڑا مرچان شہد کا خریدا اور اپنے گمراہ بھاگنے
کیا۔ اسے میں اس کے لامبا اور بھاگی آگے کے اور بھالو کی سادی رو دو دن کے بینے حد خوش
ہوئے۔ اب بھالو اکثر شہر جاتا ہے جیسا کہی ٹکری کے کام کی ضرورت ہو مگر جو اجرت
کے بدلے کر دیتا ہے۔ اب اس کے پاس اسے پہنچنے ہوئے تھے جس کو دشہد، جام، مریا اور
دوسرا تھی مزے مزے کی چیزیں بازار سے خرید لیتا ہے اور اسے بھوکا جیسیں رہنا پڑتا۔

تو دیکھا بچو! محنت میں ہی عظمت ہے۔☆

تو پہاڑی کی ہی طن طین بیکم (شہد کی بھی) بھجو سے لے کے گئی ہیں۔ کہہ رہی تھی کہ ایک
قطرہ بھک بھس پھرہا کم بہت مدیہ سے بھاولوں سے تھے۔

بھالو بھاگنے لے جو بے نظاری سی تو منہ لٹکا کے دہان سے میل دی۔ مٹکل سے
کھر پہنچنے کیا کیکھنے ہیں کہ دوڑاڑے پا ایک موہہ چاروں ٹکڑا کھلا ہے جس کے گلے میں بڑا
خواصروں نے بھاگ دیا۔ بھالو کے قریب آتے ہی کتے نے بھالو کے ہڈے میں پوچھا تو
بھالو نے کہا۔

"اس کے دہان اور بھالو پر انہا ندان کی شادی پر کھے ہیں۔" بھر آپ کہاں سے آتے
ہیں؟"

"بھاگا پتے بہت کہا کہ دہان آیا تھا تو سے" کتے نے جواب دیا۔

"اوہ بھی بڑی تھی! کیا شہر میں عجھے ٹھہر لے کا ہے؟" بھالو نے جلدی سے پوچھا۔

"شہد کیا دی جائی جہاں کی جو جیسیں جاتی ہے، ہاں بڑی بڑی دکانوں سے۔ اگر جیسیں شہد
لہنہ ہے تو میرے ساتھ چھپا۔" کتے نے سرخا تھے ہوئے اسے دھوت دی۔ تو بھالو بھاگنے دیو
کے ساتھ کھر کو میں دیے۔

کافی دہر پہنچنے کے بعد آتی دن دنخون شہر میں واٹل ہوئے۔ اوں بھیوں سے کمرتے
ہوئے ایک شاہراہ پر آگئے۔ پا ایک مصروف شاہراہ تھی جس کے فن پا تھوڑے لوگوں اور
ٹرک ہے کاڑیں کا راش تھا۔ بھالو ہر چیز کو دیکھ دیکھ کے بہت جو بھان ہوا تھا، اچاک اس
لے ایک دکان پر بڑا سائل باتی۔ اسی باتی وی دیکھا جس پر کاموں ٹکلہ ہے تھے۔ بھالو
کے لیے یہ سب ایک ہے بیانی۔ وہ دیگریں رک کے کاروں دیکھنے میں مگن ہو گیا۔ لیکن ہب
امہاک اس نے دیکھا کہ دہان آسے فلکی میں تو وہ جلدی پہنچنے کا کیا کر دیکھ دیوں کی
بے بینہ بھر میں دیکھاگیں میں سکتا تھا۔ بھر دو تو چھیتے اس رہیں کھوسا گیا تھا کہ کھانی ہی ن
دیا۔ بھالو نے آواز بھی دی بھر اس کی آواز کا زخم کے چال چال، پاں پاں میں ہی دب
کے رکھی۔ اس پہنچنے پہنچنے اسے ایک دکان تھر آئی۔ ایک پہنچا سا اسٹور تھا۔ بھالو بھاگنے
ذرتے ذرتے اور دھلی ہوئے اور کوئی اخیر پہنچنے ایک آئی سے شہد کا پوچھا جس نے
ساتھ پہنچنے، ایک سے شہد کا مرچان اس کے بھالو کے ساتھ ہو دیا۔ بھالو نے جلدی سے
مرچان کا دھنکن کھوئی اور اس میں اپنی دلی دلی دی دی۔

"اچی یہ تیزی؟" تھے پا تھوڑی دھوئے ہیں بھالو۔" دکاندار نے جلدی سے بھالو
سے مرچان چھپتے ہوئے کہا۔ بھالو نے جلدی سے شہد دلی اپنی دلی اور پہنچنے کے لئے۔

"دکھو تو کھتا ہے میرا ہو رہا۔ یہی شہد خریدنے کے لئے کوئی دوپے ہی بھی ہیں
تمہارے پاس؟" اس نے بھالو سے پوچھا۔

"میرے روپیہ کیا ہوتا ہے؟ میرے پاس تو ایسا پوچھنے ہے،" بھالو نے مخصوص
سے جواب دیا۔

مختصر کہانیاں

بادیہ کی تکمیل

دعا احمد علی

"السلام علیکم فی ایں بہت جھک گئی ہوں آئی۔" نایا نے اکھوں سے اونچے ہی ونائی کی دی۔

۲۰۰۷ء میں کون سا چھوڑ ری تھی قم میں کے جھٹکے آتی تھے کہا۔

”وَسَلَّمَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ وَبَارِكْنَا بِأَنْفُسِكُمْ“ ۖ اُپنے دلوں کو باری باری دیکھ کر سچے جاندا ہے؟ آتے ہی شروع ہو گئیں تم دلوں۔ ”اُپنے

وَالْمُؤْمِنُونَ الْمُؤْمِنَاتُ وَالْمُؤْمِنُونَ الْمُؤْمِنَاتُ

کوکاکولا ۲۰۰ میل لیتر

یعنی کوئی بھی اس سے بہت سے بچ پڑا۔

وہ پاکستانیوں کے لئے بھی ایک بڑا کام تھا۔

اپنے احمدیت کا دوہارا یاد کرے۔ اسی سے مطلب ہے کہ راجہ یونیٹ کا حرف دینا بخوبی۔
”اپنی وادہ آنکھیں بڑھانے کے لئے کوئی سچائی پر کرکٹ نہیں۔“ دہران کی تحریر

بھی بیرونی اور بین المللی سطح پر اپنے کام کر رہا ہے۔

جوری اور بس۔ ”جاگوئے نے پلے کچھے انداز سے تباہ۔

”سر اکیس تھے تو کی؟“ پارہ نے احمدیں بھاگل۔
”اور ہاں پادا یہ کہ میں تے کہاں سچھیت خاتون کے کیوں جائے کو کہا میں اٹھا لو۔“

"اُرٹے ہوں یہ تجھی کا کام ہوا، پھر اس میں بھتے کی

نی طرف دیکھا۔ ”دیکھ کر بہت گند اسنا۔ مجھے تو اب بھی خود سے یہ نہ آ رہی ہے۔“ پاہ

نیک سینئر کراچی اپنے گئی۔

"جے اڑکی ملتی تھیں بھی صائم کر رہا ہے کی۔" جاتا ہے۔

اُن کی عادت تحری جہاں کسی کو مدد کی ضرورت ہوئی وہ بھاگ کر پہنچ جاتی۔

بہت باریں کھلکھل جئی۔

”اے! کوئی سن رہا ہے پاتی پلا دو مجھے۔“ دادی جان نے محن سے آواز لگائی۔

تائی عصر کی نماز پڑھ رہی تھی جب کہ باد سے کان میں چند فری لگائے گئے تھے۔

۱۰

九

خوناک خوبی

بازیہ زادہ

میں اور اس کے پیچے وہ استھان میں بھیل رہے تھے۔ سب دوست بہت خوش تھے اور خوشی سے جسم اور رہے تھے اور مختلف کھلوٹوں سے لطف انہوں نے ہو رہے تھے۔ اپنے کھرہ نے کمیتے کھینچ کر گند کافی دہ میجھک رہی۔ سب دوست جزوئی ڈرالس نے لگا کر تم نے گیند اتی اور کہوں بھیکی۔ اب تم کچھے جما کر لے کر رہا گے۔ جزوئے کہ لیکیک ہے میں اکیلا ہی لے آؤں گا اور جزوئے گیند لے لئے چلا گی۔ جزوئے گند کی حاشی میں کافی درکل کیا۔ بہت دوسری جگہ۔ سب دوستوں نے جوچا کر جزوئے کو گئے جوے کافی دیر ہو گئے۔ اب میں بھی یاد ہے چاہیے۔ میں اور اس کے دوستوں نے مخصوص بھایا کہ وہ جزوئے کو دھوڈنے جائیں گے۔ وہ سب بھی جزوئے کو دھوڈنے پڑے گے۔ ان سب نے دیکھا کہ کچھر میں جزوئے کے جزوئے کے شکار ہیں۔ انہوں نے ان شکاروں کا جوچا کیا اور دیکھا کہ وہ شکار ایک جوٹی کی طرف جا رہے ہیں جو دیکھنے میں بہت زیاد سفر لگ رہی تھی۔ ایک سمان اور کافی عرصہ سے بند جوٹی میں وہ سب دوست پڑے گے۔ انہوں نے وہاں جا کر جزوئے کو آوازیں دیں مگر جوٹی کے بعد سے انہیں روئے کی آوازیں آئے لگیں۔ روئے کی آواز کا سرانجام لگاتے ہوئے وہ ایک کپڑوں کی الماری تک پہنچے۔ وہ سب کو کہ کر جان رہے تھے کہ جزوئے اس الماری میں بند تھا۔ ان سب دوستوں نے ایک دھرے کی بند سے جزوئے کو وہاں سے نکالا اور یہ جوچا کر پہنچے ہے اور اس الماری میں کیسے بند ہے۔ تو جزوئے انہیں جواب دے رہی تھیں۔

”میں گیند دھوڈنے نکالا تو کافی دہ آ کیا اور مجھے اخواز دیں گیں ہما۔ ہم میں اس جوٹی تک آپنی اور بیٹھے ہی میں اندر وہ قلی ہوا تو سفید کپڑوں میں ہبوں کی چیز نے مجھے بکھر کیا۔ اس الماری میں بند کر دیا ہے۔ اس جوٹی کے بعد نے لگ کی اور پہنچا تو گوں نے مجھے چالاں پھری دھوتا۔“

میں نے یہ من کر سے دلا دلا اور کہا کہ دب بھیں چلا چاہیے۔ اس نے ہو کر کوئی اور سکن بولا۔ مہربانی سے اس جوٹی سے جانے لگے کہ اپنے کافی ایک آواز آئی اور وہ سب دار گئے۔ کیا وہ کچھے ہیں کہ ایک ایجادی خوناک آدمی غیر لگ کے لباس میں ہبوں میں کے سامنے آ کر ہوا اقا اور درود سے بٹھنے لگا۔

”اب تم لوگ یہاں سے باہر نہیں جا سکو گے۔“ اس نے بڑی خوناک کی آواز میں کہا۔ وہ سب یہ ان کو اگر کئے اور سوپنے لگے کہ اپ کیا کیا جائے۔ میں کے دہن میں ایک ترکب آئی۔ اس نے کہہ:

”یہم تو پہنچے ہیں۔ تم ہم سے کیوں لاڑتا جائے ہو؟“ ہمارا ایک اور دوست بے جو بہت بہادر ہے۔ اکرم دائمی طاقتور ہو تو اس سے لاڑ کر کھاؤ۔“

وہ سوچ میں پڑ گیا اور کہنے لگا:

”دی تو می خوناک میں آ کھرا ہوا اور کہنے لگا۔

”آئی بہان ایں، بھی دے کر جاتا ہوں۔“ میں نے دھلوں بچ جسی انھاں کیں اور ان کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ میں نے اپنے گھر کے بالکل سامنے والے گھر کا دروازہ بکھر کیا۔ سامنے دھروں آئی کھلی جسیں جو اس میں اپنے پیچے ہوئے تھے اور کھلے۔

”آئی اب ہم لوگ اس محلے میں نے آئے ہیں۔ آئی نے چاول اور کھجور بھیجی ہے۔“

میں نے کہا۔ ”اہم بہان دکون سے کافی چیزیں لیتے ہیں کوہاں میں لے جاؤ۔“ تو پہنچ آئی سے کہا۔ میں کو یہ باعث بہت بڑی بھروسہ پکھنے والا اور عاصی سے دامیں چلا آیا۔ اس نے پہاٹ لپی آئی کو جائی۔

”کوئی بات نہیں ہے، یہاں کی دو توں پر تعدد نہیں کرتے۔“ آئی نے میل سے کہا۔

”کھس تھا۔ آئی سے بدتریزی تو نہیں کی؟“ ہماری آئی نے چاہا۔

”نہیں، نہیں آئی جان ایں نے پہنچی نہیں کی، میں جس فوراً وہاں آیا۔“

”شہزادی، اہم ایسا راجنا۔“ آئی سمجھ رکھی۔

پکھنے اسی طرح گزر کے۔ میں کی روپیہ سے بات کرنے کی کوشش کر جس تو وہ ان کو نظر نہ لازم کر رہی تھی۔ روپیہ کی صرف پہنچ مرتوں سے دوستی تھی۔ میں کی آئی میں جوں کی کوشش کرتی رہتی تھیں۔ ایک دن روپیہ کے کمرے پیچنے چلانے کی آوازیں آئی لگیں۔ آوازیں میں کر جلی کی آئی کا دل ڈال بھارتا تھا۔

”میں پہلا ذرا بھا کر دیکھو کی ہوں گے؟“ میں کی آئی نے پریشانی سے کہا۔ میں بھاگ کر روپیہ کے گھر پہنچا اور وہاں کا مظہر کچھ کرائے پاؤں والیں کھرا آگیا۔ آئی جلدی چھپیں، روپیہ آئی کا دل بھارتا تھیں سے گزیا۔ اس کا ساری بھت کیا ہے۔ بہت خون بہدھا ہے۔

”اہ خیرا کیسے گر کیا ہے چوار؟“ میں کی آئی نے کہا۔ انہوں نے سب سے پہلے ایک بھوپنس خالانے کے لیے فون کیا اور بھارٹی کوسا تھے کے کرد روپیہ کے گھر پہنچ گئی۔ میں کی آئی نے روپیہ کو حوصلہ پا دیا۔ ایک بھوپنس آئی تو آئی روپیہ کے سارے جھوٹی اپچال میلی گئیں۔

”تم نے سرپر ناگے کیا۔ یہ ہی۔“ میں کی کھنچ پر بھی بہت پھٹت آئی ہے۔ اب تم اس پر پلا سڑچہ مار رہے ہیں۔ آپ لوگ یہ دو ایک اور سامان لے آئیں۔“ ڈاکٹر نے دو ایک اور کچھ کھلائے ہوئے چاہیے۔ میں کی آئی دو ایک اور سارا سامان لے آئیں۔

تحوڑی دیر بھد پہنچ کا پچال سے پھٹن دے دی گئی۔

”مجھے معاف کرو دیکھو، مگر آج ہم تو دھوٹن تو رہ جاتے کیا ہو جاتا۔“ روپیہ نے میں کی آئی سے معافی مانگی۔ اسے اس بات ہی کو حق کیا کوئی کٹلی اس کی مدد کوئی آئی۔

”کوئی بات نہیں، میں، میں سے تو ماں جائے ہوتے ہیں۔“ میں کی آئی نے کہا۔ روپیہ کو احساس ہو گیا تھا کہ اچھے ہم سے واٹی ایک بھت ہوتے ہیں اور میں اس بھت لی قدر کرنی چاہیے۔

بڑی اللہ کا دوست

عیا توں میں عدھان سے اس کے حقوق قائم صورات حاصل کر لئیں۔ انہیں اس بات کی خوبی تھی کہ عدھان ایک بار اخلاقی اور جیونی دار پیغام تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ، اپنے گھر والوں کے لئے محنت بھی کر رہا تھا۔ انہوں نے وہ ران گھنگویر ایماز و بھی یا گان تھا کہ عدھان پڑھنے میں بھی بہت جزا ہے۔ وہ اسے آنکھیم کے پیچے دو اور کے پیچے گئے۔ انہیں اب اس لارکے کے ساتھ اپنے بیکان کے پیچنے کوئی اعواد نہ تھا۔
ایک ذریعہ کے بعد عدھان بھی آنکھیم فرمادی کر کے پیچنے لگتی پڑا تھا۔ پیچے کھینچنے میں مشغول تھے جبکہ تکمیل شدہ خدا ہب سابق چہاراب کا دری تھیں۔

رات کے کھانے سے بکھری قلی و شادا خرا پے اہل خانہ کے ساتھ چلتے تھے۔
”کچھوں آپ نے اس آنکھیم فرمادی کے خواں سے؟“ بھم تو شادا خرا اپنے شورہ کی طرف رکھتے ہوئے بولیں۔
”ہاں! کچھوں کا تو ہے۔ مگر پہلے میں جیس اپنے ایک بہت جو نیز معادوں کیل احمد کے حقوق بتانا ہوں جو بہت اہل ہے۔ میرا ایماز ہے کہ وہ ایک بہت بڑا ایکل ہے گا۔ اس کی سیکھی اور سیکھنی کی ملائیجیں قابل تعریف ہیں۔ انا ہائل، پر اعتماد اور بگھدار ایک فریب اور ان پر خوبی فرمادیا ہے جواب بھی پیغمبری کا کر حلال روزی کارہا ہے۔ جب کہ یہ لارکا کیل خود بھی پیغمبری کا ہا ہکا ہے۔ یہ بات اس نے خود لگھے تھی۔ اسے یہ پاتھت ہاتھے ہوئے کسی حرم کی شرمندگی نہیں تھی کیونکہ رزق حالانکھے میں کوئی شرمندگی نہیں ہے۔ بالکل اسی طرح وہ بچہ عدھان بھی ہے۔ میں اس سے آنٹی چکا ہوں۔ وہ بہت با اخلاق، باحست اور ذریں پچھے ہے۔ وہ اپنے والد کا ہاتھ ٹھانے اور بھنی بھانی کو پڑھانے کے لیے آئیں کریم فرمادی کرتا ہے تو اس میں کیا لذات ہیں؟“ وہ بھت کر رہا ہے اور بھت سے حلال روزی کمائے۔ اللہ کا دوست ہو ہتا ہے۔ اگر وہ مجھے کوئی بد تجسس اور خراب لارکا گھومنا ہو تو میں خود بچوں کو اس کے ساتھ کھینچتے سے منع کر دیتا۔ اگر اس کا مل چاہتا ہے کہ کتنے کھینچنے کا تو اس میں کیا بھی بات ہے۔ ہمارا تھوڑا اسادل بڑا کرنے سے ایک فریب گر تھی پچھا نا شوق پورا کر لے تو یہ ہمارے لیے خوبی کی ہاتھی ہوئی چاہیے۔ میرا خیال ہے کہ ہمارے اس عمل سے اندھی تعالیٰ بھی راضی ہوں گے کہ تم نے ایک فریب پچھے پر ففخت کا ہاتھ رکھا ہے۔ اب کیا خیال ہے آپ کا، اس لارکے کو منع کروں؟“ انہوں نے سکراتے ہوئے اپنی بڑی سے پچھا۔ ان کی بڑی پکھ لئے سوچی ریس، پھر بولیں۔

”جیس، میری سوچ لکھا گئی۔ آپ اسے منع نہ کریں۔ میں بھی چاہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی راضی رہیں۔ آپ سب ہاتھ مند ہوں۔ میں لکھانا گاری ہوں۔“ یہ لفظ ہوئے وہ بادر پی خانے کی طرف بڑا گئیں۔ ☆

”اچھا تھیک ہے۔ ہاڑا اپنے اس دوست کو۔“ علی کے دو شوں کو بھی آگئی اور انہوں نے علی کی ہاں ملائی۔ وہ اصل انہوں نے یہ مخصوص بھایا تھا کہ کسی طرز ایک بار بھاں سے بگل چاہیں۔

انہوں نے اس غص سے کہا۔

”ہمارا وہ دوست بیکاں تھیں ہے۔ وہ ہمارا انکھا کر رہا ہے تھا۔ بھاٹ اسی بھاٹ کر لے جائیں۔“

یعنی کراس نے کہا۔

”میں تمہاری بھاٹ کا کیسے بھین کر لوں؟“

پیچاں سے بڑی چلاکی سے کہا۔

”گلاب بے جم ہمارے دوست سے فرگے ہو۔“

یعنی کروہ نہیں میں آ گیا اور کہنے کا۔

”بلاڈ اپنے دوست کو۔“ پیچے یعنی کرول ہی دل خوش ہو گئے اور کہنے لگے۔

”تمہیں ہمارا انکھا کر جو تم اپنے دوست کو لے رہے ہیں۔“ اس غص سے یہ مخصوص کر لیا اور پہنچ جو ہی سے باہر نکلنے لگے۔ جیسے یہ سب پیچے ہاڑا کے انہوں نے ایک دوسرے کا ہمچوکا اور بھاگا کا شروع کر دیا۔ وہ اس سے جان پچانے میں کاہناب ہو گئے تھے۔ جب وہ دوست دوڑا گئے تو پورے۔

”چھوپ سب اپنے اپنے گھر پڑنے ہیں اور آنکے بعد ایک لطفی دوبارہ نہیں دہرا گئے جس سے ہم ٹھکل میں بھنس چاہیں۔“

چڑیا اور چوہا

لیہا ہتھول

شیخم کے ہلکے چڑیا کا گھونسلا تھا۔ اس درخت کی جڑوں میں پچھے سے نہ ہل ہا رکھا تھا۔ ایک دن پچھے کو رومی کا ایک گلوا انکھا آیا۔ اسی دوست چڑیا نے بھی رومی کے اس گھر سے کوئی کچھ لیا۔ دوسرے پچھے نے چھلانگ لگائی۔ اور ہے چیلہ سے اڑی۔ دنوں ایک ساتھ رومی کے گھر سے بھی پچھے چڑا نے کہا یہ ہے اب۔ پچھے نے کہا نہیں یہ کہا ہے۔ دنوں میں ہمچنانچہ بھی ہونے لگی۔ ایک بکری قریب ہی چڑی جی۔ کہنے کی ”رکھوڑا“ ہوئی بات ہے۔ اسے ہل ہات کر کھالو۔ دنوں اس کا آدمی اور جانکرو اور کے کہاں چڑیا نے کہا گئے جو درجہ نہیں۔ پچھے نے بھی ایک دکار کر دیا۔ ایک ہوشیار کا اور دوست یہ بیٹھ کر ان کی اڑاتی دیکھ رہا تھا۔ کو اور رومی کا وہ جھڑا اڑا لے گیا۔ اس طرح چڑیا اور پچھے دنوں کے ہاتھ پکھننا آیا۔

نکلیاں تو ان کی سختی مسلسل نہ رہی تھی۔ جو دن بیچے نے نہیں پورا کھلایا، کسی نے پورا کھلایا۔ آپ سے کہا جاتے اس کو سمجھتے ہیں۔
کچھ اُنہیں ملے، لیکن اگر میرے نہیں ہیں۔
آپسی: میرا اگر میرے کامیابی کو دیکھو تو اُنہیں ہے۔
کچھ: تھی اُن اُنہر کا بھائی ہے۔
اوٹھی: اپنی بناستے ہیں باراون۔
بھی سوری: اُنکی ایسی سے جسم سے لے لئی سے نہیں اٹھا سکتا۔ وہ بہت بڑا ہے۔

عکس سینما

ایک آدمی سائیل پر سمجھ بارہ بجھا تھا۔ راستے میں اس اسے ایک فتحیر ملا۔
فتحیر: ”اٹھ کے نام پر کچھ دے دوا۔“
آدمی: ”سائیل پر بجھ جاؤ،“ سمجھ ایک بخواہ دے دیا ہوں۔“

مولوی صاحب (پچے سے) پر ہم بڑا "ج" سے طور
ماں بٹلائیں بڑا مل سے بڑا "ج" سے طور
ماں (امروز سے گمراہ کر) مولوی صاحب آپ پچے کے طبق سے ملوان لکھا گئیں.
میں آپ کے طواب کا رسمیتی ہوں۔

سندھ میں چھپلیوں کے لگان کے دران ایک دوست دوسرے سے:
 ”یہ آج تر بھلی ہی بار میں اتنی چھپلیاں ہاتھ گئی ہیں کہ سنی ان مٹکل ہو گئی۔ میں
 اس مقام پر کوئی اٹھانی لگا وہ نہیں چاہے۔“
 دوسرے دوست ”مظکرہ کرو، میں نے اُنکی پر بخان لگا وہا ہے۔
 پہلا بولا ”الحمد للہ بھی یور سے بے اوقاف ہو۔ کیا ضروری ہے کہ کل بھی میں یہی کٹھی
 کرائے پر مٹکے۔“

ایک سخت طبیعت کا افسر انزواج کے رہائشگار اس سے امیدوار سے پوچھا:
”تمہارے سر بر جال سکتے ہیں؟“

امیدوار: جناب! ایک کروڑ سانت لامکھا کی ہزار تو سو انچارہ۔
افسر (جن ان ہوتے ہوئے) حصیں کیسے پائچا کر بالائتے ہیں؟
امیدوار: اگر آپ کو یقین نہیں تو خود گھنی کر کے تسلی کر لیں۔

تمن پہنچ آئیں میں وہ تمی کر دے گے۔
ایک بولا: ”میں بھروسے بھگ کی کاروں کا بھرسے بھکے بال بھوسے ہیں۔“
دوسرا: ”میں کالے بھگ کی کاروں کا بھرسے بھکے بال کالے ہیں۔“
تم سرکل برائی اٹھا کر دیدا: ”میں بھرج بھجتے بال کاروں کا بھرسے بھکے گھویں۔“



اگر میں کے سختے نہیں اور ملک جس ملکیتی ہے تو اُنہوں نے ملک کا

پہلوں کے پسندیدہ و میکرین اف گرو کا معیار دلت کے ساتھ بہتر سے بہتر رن کی طرف گامزد ہے۔ اس سال کا یہ آخری شمارہ ڈیلائٹ پریڈ اور مدد و رہا ہے۔ نو ہیر وہ سب سے اہم واقعات پر مشتمل کیا تھاں کے علاوہ اس پر ہمارے شہر کا لئے کی کوشش کی گئی۔ اور مختلف ادیapse اور خوفناک کیا جانیاں پڑھ کر اندازہ ہوا یہ کوشش کا میاں بڑی سے بڑی میکرین ریٹریٹ پور منعت نظر بھی آئی۔

ہار قبرسی نہیاں کیا جائیں ٹھیک نمبر ۹۹، بست، ۲۰ فروری، جن کے تین شہری ہیں،
کرسکیک اور مسکنے پھول جس۔

سیکرین میں مختلف دانتوں سے بھی کہا جائیں ہر مرکے پنجوں کے لئے موجود ہیں۔
جہاں پر اسرار اور وہ تجھے کھڑے کر دینے والی کہاں جائیں ابھی بھیں، وہاں کرس کیک
بھی دلپیس اور بھی پسلکی تحریر بھی بہت پسند آتی۔

امید اور دعا ہے کہ آنے والے سال میں بھی الگ گرین بگزین پیچوں کے ادب میں
تمہاری خدمات سرا تجام و حاربے گا۔
قرآن مجید فرم ہائی (لاہور)

* تھرے کے لئے بہت صرفہ اسی ہے کہ اپنی جنگی رائے سے اسی طرح فواری رہیں گی۔

السلام میکم! الاف گل کے ہار نمبر کا بہت بے صبری سے انتگار تھا۔ آخراں میں
چاری کہانی جو جھگی تھی۔ آخراں اکر کے انقدر فرم جواہر الاف گل چارے ہاتھوں لکھ
پہنچا۔ سب سے پہلے اپنی کہانی 20 فروری پڑھی۔ اتنے خوبصورت انداز سے کہانی شائع
کرنے کا بے حد طنز۔ دل خوش ہو گیا۔ کہانی کا اسکے بھی بہت پورا ہے۔ اس کے بعد
اٹے میاں پڑھا۔ پڑھ کر بہت ہنسی آئی۔ فلیٹ نمبر ۹۹ بہت اچھی تھی۔ پڑھ کر ریج میں ڈر
کا، جو ہدیہ پرند آتی۔ کرسیک پڑھ کر بہت ہڑھ آتا۔ مجھے اس طرح کی ڈر کپنیوں کا
انتحار ہے۔ شام سے پہلے، جن کی تین سالہ بیال اچھی تھی۔ جادوئی باحث پڑھ کر خدا کی
سمیم نعمت ہاتھوں کی قدر معلوم ہوئی، زبردست کہانی ہے۔ پراسرار گزیانجھے بے حد پرند
آتی۔ میرے نزوں کی سارے اس رسلائی سب سے ہمار کہانی رہی۔ ”میں رنگ ہوں“ یہی ش

کی طرح قرہ احمدی زرم ہائی کارنگ سب سے منفرد رہا۔ جھوٹی طور پر پورا رسالہ برداشت اور آپ کی منت کامنہ بولنا ثبوت تھا۔ خدا ہمارے یاد سے اف گلگوہزی کا میاہیں مطا کرے۔ (آئین)

مکرر کی پسندیدگی کے لیے عرب ☆

۱۰

السلام عليكم! افگن گرفتار مہر کا رسالہ بہت سی خوف ہاک کہا یاں سے بھر پڑتا۔
”پا سردار گزی“ بھی کہا نی تھی۔ ”کرسیک“ بھی اچھی کہا نی تھی۔ ”20 فروری“ بھی
اچھی تھی۔ ”جن کے تین صدیوں پاں“ پچھے مرا دیسی کہا نی تھی۔ باقی تاریخ کہا یاں بھی اچھی
تھی۔ میں آنے والے کی ہوں جن میں سے کہا یاں لکھتا ہے بہت شوق ہے۔ میں گرفتار کہا یاں
لکھنے ہوں۔ میں اک کہا نی بھجوں گی۔ اگر پیدا آئی تو ضرور شائع کر دے گا۔

لیے فریادات (رواں لشکری)

☆ آپ کیا ہیں لکھس اور ضرور بھیں۔ قابلِ اعتماد ہوں گی تو خوب شایع ہوں گی۔

میر و مصحابہ آداب

نومبر، دسمبر کا شمارہ جلدیں گئی تو خوبی ہوئے۔ سرووق اچھا تھا۔
فہرست پر نظر دوڑائی تو بہت سے نام جانے پہنچا تھے۔
نئے سوں میجریوں میں سے کچھی تعداد کو سکون ملا۔

اب اپنے پسندیدہ لکھاری جس رہشا چاہدیہ صاحب اور ندوی اسلامی صاحب کی کہا جائے گیں اور دلوں یہ پسند آئے گیں، ان دلوں سے اف گر کر یہ مستقل کھو گئے۔ عاشق اطہر کی کہانی دیکھی چلی۔ ”تک رنگ ہوں“ حمدہ کہانی تھی۔ ”امید کر کن“ بھی اچھی تھی۔ سارہ قوم اس بار بھی بھڑکن کہانی لے کر آئے گیں۔ سعیہ علی میمن کا مسلسلہ ”بائیں ہوشیار بد ہد کی“ اس بار بھی اچھا لگا۔ مہوش اسد شیخ کی جادوگی ہاتھوں اچھی کہانی تھی۔ ”اللئے مہاں نئے جا سوں“ سے جم سے سر کراہت آئی۔

باقی کہانیوں میں یا کھر کر یا جھٹ کامن، ذہنی بحکاری، لکھن بار اور دیوبخونی خواب اور شام سے پہلے نے بھی محفوظ کیا۔

صفحات پر بھاگتے دوڑتے حسین رنگ آنکھوں کو بھکلے لگتے ہیں، بواری بواری
تساریں تجھا اپنی جانب مہذہل کرواتی ہیں۔ محمدہ ذیر انگ لیے یہ ایسا رسالہ ہے جو یقینوں کو
انی جانب پھٹکنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

دعا ہے کہ انگریز طرح ہم سب کو وچھی کا سامان ملیا کرتا رہے، میری طرف سے اتنا اچھا سال لائے پر بہت مبارکاباد۔

سلمان یوسف سمجھہ (علیٰ پور)

☆ تفصیلی تحریر کے لیے شکر یہ

الف کتاب پبلی کیشنز کی بچوں کے لیے خوبصورت رنگین کتابیں!



آرڈر کے لیے رابط کریں! 0321 8460220

نامور مصنفہ عسیرہ احمد کی بچوں کے لئے
پہلی تہلکہ خیز جاسوسی سیریز
لی وی پر اور کتابی شکل میں ایک ساتھ
بہت جلد آپ کے سامنے

اپنی کاپی آج ہی بگ کرو اگئیں

To Order

0321 8460 220